159

قاتلانِ حسینؑ کی گرفتاری

مؤلفہ
علامہ سید محمد رضی صاحب قبلہ زنگی پوری

Marfat.com

وضع الکتاب فتری المجرمین مشفقین مما فیہ ویقولون یاویلتنا مالھذا الکتاب لایغادر صغیرۃ ولاکبیرۃ الا احصاھا ووجدوا ما عملوا حاضرا ولا یظلم ربک احدا

رسالہ [illegible]
[illegible] حسین ؑ کی

مصنفہ

علامۃ السید محمد رضی صاحب قبلہ زنگی پوری
(مرحوم)

ناشر الجواد بکڈپو، جوادیہ کالج بنارس ۱

مطبوعہ اکرام حسین الیکٹرک مشین پریس فون ۶۰۳۸ بنارس

Marfat.com

۲۹۷۶۹۳۱
م ۳۸ ق
۱۵۳۷۵

تیسری ایڈیشن ...... اکتوبر سنہ ۱۹۶۸ء ...

تعداد اشاعت .. ایک ہزار ......

مطبع .... اکرام حسین الیکٹرک مشین پریس بنارس

ناشر .... الجواد بک ڈپو جوادیہ عربی کالج بنارس

قیمت مجلد ...... ۳ر ..... تین روپیہ

" غیر مجلد ...... ۲ر۵۰ پیسے ..... دو روپیہ پچاس پیسے

ملنے کے پتے

(۱) الجواد بک ڈپو جوادیہ عربی کالج بنارس ۱

(۲) ابنا پبلشرز اقبال منزل مقبرہ عالیہ گولہ گنج لکھنو

(۳) مکتبہ تعمیر ادب بلیہ اخبار انارکلی لاہور (مغربی پاکستان)

Marfat.com

تمہید

اس سال ماہ محرم میں ایک رسالہ میری نظر سے گزرا جس کا نام "مظلومان کربلا کی کہانی خود اُن کی زبانی" ہے۔ مولف رسالہ مفتی محمد خلیل صاحب ہیں جو چند دنوں پیشتر اسلامی ریاست مالیرکوٹلہ میں "مفتی شرع" کے عہدے پر فائز تھے۔ اور بنی اُمیہ کی روحانی بیعت کا حق ادا کرنے میں ہمیشہ سرگرم رہتے تھے۔ سنا گیا ہے کہ چشم و چراغ خاندان بنی اُمیہ یزید بن معاویہ سے آپ کو خلوص ہے۔ اور مواعظ میں اس کے نام کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" یا "علیہ السلام" کہنا آپ کی عادت مستمرہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ مگر افسوس کہ ریاست مالیرکوٹلہ کی عاقبت اندیش گورنمنٹ نے آپکی تخریبی کاروائیوں کو مصالح حکومت کے خلاف سمجھا۔ اور زیادہ مدت تک آپ کا ایک عہدہ دار ریاست کی حیثیت سے مالیرکوٹلہ میں مقیم رہنا گوارا نہ کیا جس سے آپکے اموی نواز طرز عمل کو دنیوی حیثیت سے کچھ کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ اور فقط آخرت کی آس رہ گئی، دیکھئے مالک یوم الدین کی عدالت سے کس طرح کا منصفانہ فیصلہ صادر ہوتا ہے۔ خدائی فیصلوں کے متعلق "منصفانہ" کا لفظ استعمال کرنا اہلسنت کے اصول و عقائد کے بموجب حق بجانب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ لوگ حقیقی عدل و انصاف کو خدا کے اوصاف کمالیہ میں شمار ہی نہیں کرتے۔ اور جس قسم کے عدل کی اس سے توقع رکھتے ہیں وہ ظلم و جور و سلب حق کا مرادف ہے۔ لہذا اس عقیدہ مسلمہ کی بنا پر آپ کو خدائی فیصلوں سے کسی روشن توقعات وابستہ کرنے کا موقع حاصل نہیں ہے۔ جو کچھ بھی ہو آپ کے حق میں

Marfat.com

اہل ایمان کی دعا صدق دل سے تو یہی ہوگی کہ بروز حساب خبر الہیٰ "یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ" کے بموجب بنی امیہ کی اخروی امامت کا دور شروع ہو تو آپ جیسے فدویان خاص اپنے آقاؤں کی فوج میں علمبرداری کے ممتاز عہدہ پر فائز کئے جائیں۔ تاکہ خسران دنیا و آخرت کا حسرتناک منظر آنکھوں کے سامنے نہ آئے۔

رسالہ کی بار بار ورق گردانی کر کے ایک ایک بات پر نظر تعمق ڈالی گئی مگر مقصد تحریر اس کے سوا اور کچھ ظاہر نہ ہو سکا کہ شیعوں کے خلاف غیر ضروری بدزبانی اور زہر فشانی کر کے دل کے جلے پھپھولے توڑے جائیں۔ ایسی صورت میں یہ رسالہ اس قابل نہیں ہو سکتا کہ اس کے نقد و تبصرہ میں ارباب فہم اپنے عزیز اوقات کو برباد کریں مگر بعض محترم احباب کے شدید اصرار کے سامنے سر تسلیم خم کر کے با دل ناخواستہ قلم اٹھانا پڑا اور ایک ایسا مجموعہ تیار ہو گیا جو ارباب نظر کے سامنے قاتلان حسینؑ کی اصلی مذہبی طبیعت اور دینی حیثیت کو بے نقاب کر دینے کیلئے کافی ہو سکتا ہے۔

مفتی صاحب کے رسالہ کو دیکھکر یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے اول سے آخر تک تہذیب و متانت کی ہواؤں سے اپنے خیالات و افکار کو محفوظ رکھنے کی کس قدر سعی بلیغ فرمائی ہے۔ اور جہل مرکب کا یہ کرشمہ نظر انداز کر دینے کے قابل نہیں ہو سکتا کہ آپ نے رافضیوں کی عداوت میں خود رافضی شعار بنجانے کی نادر مثال پیش کی ہے یعنی قاتلان امامؑ کا تذکرہ کرتے ہوئے "علیہم اللعنۃ" کا فقرہ استعمال کرنے میں بہت غیر محتاط بنگئے۔ اور اپنے اعمالنامہ میں سب و شتم صحابۂ رسولؐ کے ناقابل عفو جرم کا ایک نیا باب قائم کر دیا ہے۔ کاش آپ کو اس کی خبر ہوتی کہ اتفاقات کربلا تمام تر صحابہ و تابعین کے ہاتھوں سے عالم شہود میں آئے تو ایسا رافضیانہ طرز عمل اختیار

Marfat.com

اور رحم کی درخواست دشمن شیعوں کے سامنے پیش کرنے پر مجبور ہو گیا افسوس ہزار افسوس نہ ملائکہ کی فوج ہی نے اُس کو پناہ دی اور نہ شیعہ جنات نے آپ کی دستگیری کی۔ (الی آخر الملفوظات)

(و) آنحضرت کے حضور میں شیعی جبرئیل حضرت حسینؑ کا جھولا جھلایا کرتا تھا۔ اور حضرت فاطمہؑ کی چکی پیا کرتا تھا۔ لیکن آنحضرت کے وصال کے بعد حضرت رسولؐ کا پیارا ..... العطش العطش پکار رہا ہے ...... مگر حضرت فاطمہؑ کی چکی پیسنے والا جبرئیل دم بخود ہے۔ سبلے پڑا ہے۔ امامؑ کی مظلومی و بیکسی پر اسے رحم نہیں آتا۔ مظلوم کی درد انگیز آواز پر اُس کا دل نہیں پسیجتا۔

(ز) شیعوں کے خدا نے فرشتوں کو اجازت بھی دی تو نہایت تنگ وقت میں سفت کا احسان۔ الخ

(ح) مانا کہ شیعوں کے خدا کی گورنمنٹ میں امام حسینؑ کی مظلومی کی اطلاع دیر سے پہنچی اور محکمہ حرب کا سامان جنگ مہیا کرنے۔ اسلحہ صاف کرنے میں دیر لگ گئی۔ اور مسلح فوج کے میدان میں آنے سے پیشتر ہی امامؑ ان لوگوں کے ہاتھوں کہ جنھیں وہ باوجود عالم ماکان و مایکون ہونے کے مخلص مومن، صادق شیعہ نیک نیت ہونے کا سارٹیفکٹ عطا فرما چکے تھے بہزار تکلیف بھوکے پیاسے شہید ہو چکے تھے۔ الخ۔

(ط) رسولؐ خدا نے امام حسینؑ کا فدیہ بھی دیدیا۔ لیکن خدا نے فدیہ لیکر بھی امامؑ کو نہ چھوڑا۔ قتل کرا کر تماشہ دیکھ ہی لیا۔

(ی) ہائے افسوس یہ عراقی شیعوں کے نجس منحوس ہاتھ اور پاکدامن مقدس خواتین کے کان۔ اے آسمان تو اس وقت کیوں نہ ٹوٹ پڑا۔ اے زمین

Marfat.com

تو کیوں نہ شق ہو گئی۔ ہاں صاحب شیعوں کے خدا ہی کی مرضی تھی تو پھر کس کے بس کی بات۔

(ث) بدمعاش ناہنجار عراقی شیعہ امام کی مستورات کی طرف جھانک رہے ہیں۔

(ل) اے خداوند ہم حضور کی تماش بینی کا ذکر کیا کریں۔ چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔ خود ہی فیصلہ فرمائیے کہ ان مظالم کا ذمہ دار کون ہے؟ الخ

تمام رسالہ میں اسی قسم کی بدزبانی، تمسخر و استہزا کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ بہت سے مقامات پر یہ طرز تحریر اس حد تک پہونچ گیا ہے کہ ارباب تہذیب اس کو دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتے۔

Marfat.com

قال المخاطب :- آخر وہ کون بدبخت شقی القلب سنگدل لوگ تھے کہ جنھوں نے ایسی پاک ہستیوں کے ساتھ ایسے سلوک کئے۔ اس سوال کا جواب دینے کے لئے دو فریق آگے بڑھتے ہیں۔ ایک شیعہ صاحبان۔ دوسرے اہلسنت صاحبان۔ شیعہ صاحبان یہ تمام مظالم اہلسنت کیطرف منسوب کرتے ہیں۔ اور اہلسنت یہ تمام کرتوتیں اُن لوگوں کی بتلاتے ہیں جو امام حسینؑ اور اُن کے پدر بزرگوار امیرالمومنین حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کے پکے شیعہ، محب صادق، سچے خیرخواہ ہونے کے مدعی تھے۔ اہلبیت سے تنخواہیں لیتے تھے۔ حضرت امیر کی خلافت میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے۔ الخ

الجواب :- خدا جانے کن ذرائع سے آپ کو اس کا علم ہوا کہ شیعہ صاحبان مظالم کربلا کو اہلسنت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ہم نے تو آجتک کسی شیعہ کو نہیں دیکھا کہ وہ قاتلان امامؑ کو سنی کہتا ہو۔ کاش آپ نے اپنے دعوی پر کوئی معتبر شہادت بھی پیش کی ہوتی۔ چونکہ آپ نے محض ایک دعوی بے دلیل و شاہد پر اکتفا کی ہے لہذا یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ آپ شیعوں کی جانب سے اس بدگمانی میں حق بجانب نہیں ہیں۔ اور آپ کے اس خود ساختہ الزام کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ حضرات اہلسنت کے جذبات کو شیعوں کیطرف سے بھڑکایا جائے۔ اور اس اشتعال انگیزی میں آپکے جو ذاتی اغراض مضمر ہوں گے اُن کو آپ ہی بہتر جانتے ہوں گے۔ آپکے دل کی گہرائیوں میں جو باتیں پوشیدہ ہوں گی اُن کا جائزہ لینا آپ ہی کا کام ہوسکتا ہے۔

Marfat.com

اشقیائے کوفہ و شام جن دلگداز مظالم کے ذمہ دار تھے ان کو تسنن تو درکنار اسلام سے بھی کوئی تعلق نہ تھا۔ اگرچہ بظاہر حلقہ بگوش دین اسلام ہونے کے مدعی تھے لیکن درحقیقت اسلام کشی اُن کا اصلی مذہب تھا۔ اور زر پرستی و دنیا طلبی ان کا حقیقی دین و ایمان۔ ان کا ظاہری اسلام کفر و جاہلیت کا ایک بگڑا ہوا مرقع تھا۔ جس سے اخلاقی خصوصیات کا وہ رنگ بھی اڑ چکا تھا جو زمانۂ جاہلیت میں سرمایۂ افتخار سمجھا جاتا تھا۔ اور ان کے ارادات و حرکات سے بے دینی و لامذہبی کو بھی شرم آتی تھی۔ اور کفر و الحاد بھی بیزار تھا۔

البتہ بغیر کسی عذر کے یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ ان اہل شقاوت کو اپنے اسلام کش ارادات میں جو کچھ کامیابی نصیب ہوئی وہ انھیں اصول و ضوابط کی روشنی میں نصیب ہوئی جن کی بنیاد زمانۂ رسالتؐ کے بعد ارباب حل و عقد نے ایوان سقیفۂ بنی ساعدہ میں ڈالی تھی۔ اور ان کی حوصلہ افزائی اس سلوک و طرز عمل سے ہوئی جو صحابۂ کبار نے اہلبیت رسالت کے ساتھ اختیار فرمایا۔ اس مبارک عہد سے لیکر زمانۂ خلافت یزید تک جن عقاید و جذبات کی پرورش سینوں میں ہوتی رہی ان کی نشو و نما کی آخری رفتار ان ننگ انسانیت افعال پر ہوئی جو سرزمین نینوا پہ واقع ہوئے۔ صفحات تاریخ کو عبرت کی نگاہ سے دیکھکر مبادی و مقدمات سے نتائج تک پہونچنے کی صلاحیت رکھنے والے دل و دماغ اس حقیقت کو بے عذر تسلیم کر لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ خلافت بنو امیہ کو عالم وجود میں لانے۔ اور اس کے اقتدار کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے جن اصول و عقاید و خیالات کی اس مبارک عہد میں عام طور سے ترویج کی گئی انھوں نے عوام کے دلوں میں کوئی خوشگوار اثر نہیں پیدا کیا۔

Marfat.com

اسی خیر القرون کی پاک شخصیتوں نے مذکورہ بالا دینی مقصد کے حصول کو پیش نظر رکھکر جو روش اور طرز عمل اختیار کیا انھیں پر بعد کے تمام حوادث و واقعات کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے - اہل کوفہ و مصر نے حضرات صحابہ کرام کی سرکردگی میں قتل حضرت عثمان جیسے جرم عظیم کا ارتکاب انھیں نظریات و عقاید کو نظر کے سامنے رکھکر کیا - اہل عراق نے انھیں اصول اور طریقوں کے ماتحت جناب امیر علیہ السلام کے ہاتھوں پر بیعت کی اور پھر مختلف نازک مواقع میں انتہائی مشکلات کا سبب بنتے رہے - یہانتک کہ خاندان بنی امیہ کی خلافت و امارت تسلیم کر کے اپنے ارادات و حرکات سے یہ ثابت کر دکھایا کہ وہ اصول و نظریات نہ صرف خاندان رسالت بلکہ دین اسلام کے لئے بھی کتنے خطرناک اور تباہ کن تھے - اور وہ انسانی دنیا میں کیسے بھیانک نتائج پیدا کر سکتے تھے -

اب رہا دوسرا دعویٰ کہ اہل سنت تمام مظالم کو شیعوں کے ذمہ عاید کرتے ہیں - تو اس کا جواب یہ ہے کہ مولوی عبدالشکور صاحب سے پیشتر جہانتک مجھے معلوم ہے باستثناء اہلسنت کیجانب سے شیعوں پر مظالم کربلا کا الزام کبھی وارد نہیں کیا گیا - ممکن ہے کہ موصوف سے پہلے بھی کسی ناعاقبت اندیش اور فکر و انجام سے خالی دل و دماغ میں پیدا ہوا ہو - مگر اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اس بے بنیاد الزام کو انھیں کی تحریرات نے فروغ دیا - اور آپ نے بھی اپنے عواقب سے غافل ہو کر انھیں کے راگ کو دہرا کر دل کے جلے پھپھولے توڑنے کی ہوس کی ہے - مولوی صاحب موصوف کی تحریروں کے متعدد شافی و کافی جوابات شیعوں کیطرف سے طبع ہو کر منظر عام پر آچکے ہیں - لہذا محض الزامات کی فہرست کو دہرانے میں عمر عزیز کو

Marfat.com

ضائع کرنے سے زیادہ مناسب آپ کے لئے یہی ہوتا کہ اُن جوابات پر نقد و تبصرہ کرتے جس سے آپ کے جوہر کمالات بھی دنیا پر روشن ہوتے۔ اور عوام الناس کو بحث کے ہر پہلو پر غور کر کے حق و باطل کے پرکھنے کا عمدہ موقع مل جاتا۔

انصاف پسند دنیا میرے اس دعوی کی سچائی میں شبہ نہیں کر سکتی کہ جن لوگوں پہ واقعات کربلا کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اُن کے دلوں میں نور اسلام کا اثر مطلق نہ تھا۔ وہ لوگ اسلام کے دامن پر ایسے بدنما داغوں کی حیثیت رکھتے تھے جن کے مہلک اثرات تاقیامت مٹنے والے نہیں ہیں۔ اس لئے یہ سوال پیدا ہی نہیں ہو سکتا کہ اُن کا تعلق درحقیقت اسلام کے کس فرقہ سے تھا۔ اور وہ کس مذہب کے پیرو تھے۔ مگر چونکہ اس زمانہ میں ان افتراق پسند لوگوں کی طرف سے یہ سوال خواہ مخواہ اُٹھایا جاتا ہے جن کے خصوصی اغراض کیلئے اتحاد بین المسلمین سے زیادہ سم قاتل کوئی شے نہیں ہو سکتی۔ لہذا وقت عزیز کی مفت بربادی کا خیال نہ کرتے ہوئے اس کی تفتیش و تنقیح مناسب معلوم ہوتی ہے کہ اشقیائے کوفہ جس قسم کی اسلامیت کی آڑ لیکر دین و ملت کا خون بہا رہے تھے وہ کس فرقہ کے عقاید و مسائل پر منطبق ہو سکتی ہے۔ جو مطلب پرست حضرات ناواقف دنیا کو یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ قاتلان امام شیعہ تھے۔ اُن کو یہ بات نظر انداز نہ کر دینی چاہیئے کہ کتب تواریخ کے اوراق جن حقائق و واقعات کی صدیوں سے حفاظت کرتے چلے آتے ہیں اُن پر پردہ ڈالنا آسان کام نہیں ہے۔ اور نہ یہ اُن کے اختیار کی بات ہے کہ واقعات سے نتائج کی طرف عقل سلیم کی رفتار حیلہ و فریب کو سنگ راہ بنا کر روک دی جا سکے۔ یہ حقیقت عالم کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رکھی جا سکتی کہ نہ صرف وہی لوگ جنکی پامالیوں نے دشت کربلا کو خاندان رسالت کے مقدس خون

سے گلرنگ کر دیا۔ اجماع و شوریٰ کے گرویدہ اور مادی قہر و غلبہ کے فریفتہ تھے۔ خلافت نبویہ کو بیعت اہل حل و عقد کا معمولی کرشمہ تصور کرتے تھے۔ بالکہ جن ارکان ملت نے مدینہ طیبہ کو دار الحرب قرار دیا۔ اور مختلف بلاد و امصار کے لوگوں کو دعوت جہاد دیکر حضرت عثمان کے مقدس خون کو مباح قرار دیا۔ اور حادثہ کربلا کے بعد حرم نبوی میں صحابہ کرام کا خون بے دریغ بہایا۔ ان کی عزت و ناموس کو کمال بیدردی سے برباد کیا نیز حرم خداوندی میں ہنگامہ کارزار گرم کرکے خانہ خدا کی انتہائی بےحرمتی کے مجرم ہوئے۔ وہ بھی صحابہ کرام کے انھیں اصول و نظریات کو بنیاد اسلام تصور کرتے تھے۔ اور ان تمام شرمناک کرتوت کے باوجود اس کے مدعی تھے کہ وہ سچے مسلمان ہیں اور جو کچھ کر رہے ہیں وہ فسق و فجور، کفر و الحاد نہیں بلکہ بہت بڑی اسلامی خدمت ہے جسکو انجام دینا ان کا دینی فریضہ ہے۔ مجھے اکابر صحابہ کے ایجاد کئے ہوئے اصول و عقائد پر نقد و تبصرہ اس وقت مدنظر نہیں ہے مگر یہ بات کہنے میں ضرور آتی ہے کہ عہد صحابہ میں جو خیالات و جذبات پھیلائے گئے اور جس طرح کی غلطی مثالیں پیش کی گئیں انھیں کے یہ تلخ ثمرات حاصل ہوئے کہ دنیا پرست اور لامذہب افراد کو احکام خداوندی کی کھلی مخالفت، شعائر اللہ کی بیدریغ توہین کے باوجود اپنے آپ کو پیرو اسلام ظاہر کرنے کا موقع ہاتھ آ گیا۔ محض اس لئے کہ انھوں نے جو کچھ کیا انھیں اصول و عقاید کی حمایت میں کیا۔ اور حد درجہ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ علماء اسلام نے بھی ان ننگ انسانیت افراد کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے عوض ان کی حمایت کا بیڑا اٹھالیا ان کی حرکات و سکنات کی نئی سے نئی تاویلیں کرنے لگے۔ ان کے اعمال و افعال کو ملکۂ اجتہاد کا کارنامہ قرار دیکر ناواقف دنیا کو بہی

Marfat.com

سمجھایا کہ یہ لوگ مجتہد زمانہ تھے۔ ان کے تمام کرتوت قوت اجتہاد کا نتیجہ تھے۔ لہٰذا اُن پر مخالفانہ نکتہ چینی ناروا ہوگی۔ اس مقام پر ناظرین کو مُلا علی قاری جیسے عالم متبحر کے مندرجہ ذیل ارشاد کو بہ نظر عبرت ملاحظہ کرکے یہ اندازہ کر لینا چاہیئے کہ علمائے اہلسنت نے کس قدر خالص ارادت اور پختہ عقیدت کے ساتھ اجماع و شوریٰ کے طرفداروں کی حمایت و عیب پوشی کا حق ادا کیا ہے۔ اور بدگمان دنیا کے سامنے ان کے عیوب کو بہتر ظاہر کرنے میں کتنی سرگرم کوششیں کی ہیں۔

ملا علی قاری کی طرف سے
عمر ابن سعد کی پرزور حمایت
یہ صحابی زادہ مجتہد تھا
اس کا انجام بخیر ہوگا

قال ابن معین الی عمر ابن سعد کیف یکون من قتل الحسین ثقة۔ انتهی۔ اقول رحم الله .... من انصف والعجب ممن یخرج حدیثه فی کتبهم مع علمهم بحاله ثم کلامه مبارک فیه انه لم یباشر قتله ولعل حضوره مع العسکر کان بالرأی والاجتهاد ربما حسن حاله وطاب مآله ومن للنبی مسلم عن صدور معصیة وظهور

"خلاصہ عبارت یہ ہے کہ ابن معین نے عمر ابن سعد کی بابت کہا کہ قاتل حسینؑ ثقہ (قابل اعتبار) کیونکر ہو سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ خدا انصاف پسندوں پر رحم کرے .... تعجب تو ان لوگوں سے ہے جو عمر ابن سعد کی احادیث اپنی کتابوں میں اس کا حال جاننے کے باوجود درج کرتے ہیں۔ یہاں تک کلام میرک تمام ہوا۔ (اب ملا علی قاری فرماتے ہیں) اس میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ عمر ابن سعد نے تو مباشر قتل حسین ہی نہیں۔ اب رہا یہ امر کہ وہ فوج کے ساتھ تھا تو امید ہے کہ اس میں اس کے اجتہاد کو دخل رہا ہوگا اور بعد میں اس کا حال درست اور مآل پاکیزہ ہو گیا ہوگا اور آخر ایسا کون ہو سکتا ہے جو کسی گناہ کے

Marfat.com

زلة منه فلو فتح هذا الباب اشکل الامر علی ذوی الالباب۔

صادر اور کسی لغزش کے ظاہر ہونے سے محفوظ و سالم رہ گیا ہو۔ (پھر بالخصوص عمر ابن سعد کو بے اعتبار ٹھہرانے کی کیا وجہ) اگر اسی بات سے اس پر بے اعتمادی کا دروازہ کھول دیا جائے

شرح مشکوٰۃ منقول از اشعۃ اللمعات جلد دوم

تو صاحبان عقل مشکل میں پڑ جائیں گے۔ "

دیکھئے یہ وہی عمر ابن سعد ہے جو باعتبار مورخین محض حکومت رے کی طمع میں قاتل حسینؑ کی فوج کا قائد اعظم اور مطلق العنان امیر الامراء بنکر آیا تھا۔ اور جملہ سیہ کاریاں اس کی مرضی اور احکام و ہدایت کے ماتحت واقع ہوئیں۔ ملا علی قاری اس کی مخلصانہ طرفداری وحمایت فرمارہے ہیں۔ اولاً یہ عذر کیا کہ وہ خود مباشر قتل حسینؑ نہ تھا۔ یہ حادثہ کبریٰ اس کے ہاتھوں سے واقع نہیں ہوا۔ رہا لشکر کے ساتھ اس کا حاضر رہنا تو امید ہے کہ یہ فعل اس کا اجتہاد کی بنا پر واقع ہوا ہوگا۔ ثانیاً۔ یہ توقع ظاہر کیگئی کہ اس کا حال درست اور انجام پاک اور بخیر ہوگیا ہوگا۔ اس کلام میں واقعہ قتل فرزند رسولؐ اور بربادی خاندان رسالت کی عظمت واہمیت کو جس حد تک گھٹا کر ظاہر کیا گیا ہے وہ ارباب نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ کاش اسی پر قناعت کی ہوتی۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ صاف صاف اس بدترین جرم کو ان معمولی معصیتوں اور ہلکی لغزشوں میں داخل کیا گیا جس سے انسان عام طور پر محفوظ نہیں رہ سکتا۔ لوگوں سے عموماً سرزد ہوا ہی کرتے ہیں۔ لہذا قابل اعتنا نہ ہوں گی۔

عمر ابن سعد کی خطاؤں پر نظر کرنا ارباب عقل کو مشکل میں ڈالدیگا

آخر کلام میں نہایت ایمانداری سے عجیب و غریب مگر حق بات ارشاد فرمائی ہے کہ اگر ایسے ہی

امور کو وجہ الزام بنا کر ایک مرتبہ جرح و قدح کا فتح الباب کر دیا جائے تو ارباب عقل گرفتار مشکلات ہو جائیں گے۔ اس ارشاد نے یہ حقیقت بالکل بے نقاب کر دی کہ عمر بن سعد نے جو کچھ کیا وہ کوئی نئی بات نہ تھی جس میں وہ منفرد و لاثانی رہا ہو۔ بلکہ دیگر ارکان ملت و مقتدایان مذہب بھی ایسی ہی لغزشوں اور معصیتوں (یعنی بغض و عداوت اہلبیت اور ایذا و تذلیل عترت طاہرہ) سے پاکدامن نہ تھے۔ لہٰذا اگر عمر بن سعد کے خلاف نکتہ چینی اور بے اعتمادی کا دروازہ کھول دیا گیا تو ارباب عقل بڑی مشکل میں پھنس جائینگے۔ تمام مذہبی روایات ناقابل اعتبار ہو جائیں گی اور مذہب کی خیر نہ رہے گی۔

قاتلان حسین کی مذہبی حالت کا انکشاف تنقیحات ذیل پر منحصر ہے

اس سوال کے حل ہونے کیلئے کہ قاتلان امامؑ کس فرقہ سے ظاہری تعلق رکھتے تھے۔ مندرجہ ذیل امور کی تنقیح لازم ہے۔

(۱) شیعہ امامیہ اور اہلسنت والجماعت کے مابین امامت و خلافت کے معاملہ میں بنیادی و اصولی اختلافات کیا ہیں۔؟

(۲) قرون اولیٰ میں شیعہ امامیہ (بقول اہلسنت روافض) ہی لقب "شیعہ" سے ملقب تھے۔ یا اہلسنت بھی اسی لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔؟

(۳) صحابۂ کرام اور اہل کوفہ کی اکثریت نے جناب امیرؑ کی بیعت و اطاعت کن اصول کے ماتحت قبول کی تھی۔ اور یہ لوگ دیگر خلفائے راشدین کے باب میں کیا عقیدہ رکھتے تھے۔؟

(۴) قتل عثمان اور واقعہ ہائلہ حرہ۔ اور بے حرمتی خانہ کعبہ کے ایسے شرمناک جرائم کن لوگوں سے واقع ہوئے۔ اور ان کے متعلق اہلسنت کس قسم کا عقیدہ رکھتے ہیں؟

(۵) سبط رسولؐ، شہید مظلوم امام حسینؑ علیہ السلام کی شہادت کبریٰ کے واقعہ میں صحابہ کرام و تابعین کا کیا رویہ رہا۔ اور ان کی کوئی فرد قاتلان امام کی فوج میں مصروف کار تھی یا نہیں۔ اور جو لوگ اہلبیتؑ کی تذلیل و خانہ بربادی کے اصل بانی و ذمہ دار تھے ان کیطرف سے علمائے اہلسنت کے عقائد و خیالات کیا ہیں۔؟

تنقیح اول:۔ امر اول کی تنقیح کیلئے زیادہ کد و کاوش کی ضرورت نہیں۔ اگرچہ توحید و نبوت وغیرہ اصول دین میں بھی ان دونوں فرقہائے اسلام کے مابین شدید اختلاف عقاید موجود ہے۔ لیکن بالخصوص مسئلہ امامت و خلافت میں بنیادی اختلاف اس حد تک شہرت پذیر ہو چکے ہیں کہ ان کی تفصیل غیر ضروری ہوگئی ہے۔ پھر بھی چند علمائے اہلسنت کی تحریرات یہاں نقل کیجاتی ہیں۔ جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں یہ دونوں فرقے کس حد تک متضاد عقاید رکھتے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کی مشہور کتاب "تحفہ اثنا عشریہ" کے مندرجہ ذیل اقتباسات مسئلہ امامت میں شیعہ و سنی کے اصولی اختلافات کو واضح کر دینے کیلئے کافی ہوں گے۔

عقیدہ سوم آنکہ امام را معصوم بودن از خطا در علم اجتہاد ضروری نیست و نہ امتناع صدور گناہ از وے شرط امامت است آرے در وقت نصب باید کہ مرتکب کبائر و مصر بر صغائر نباشد کہ معنی عدالت ہمیں است مذہب اہلسنت و شیعہ خصوصًا امامیہ و اسماعیلیہ	"تیسرا عقیدہ یہ کہ علم و اجتہاد میں امام کو معصوم ہونا ضروری نہیں ہے۔ اور نہ صدور گناہ کا ممتنع ہونا شرط امامت ہے۔ ہاں یہ البتہ ہونا چاہیے کہ نصب خلافت کے وقت وہ شخص کبیرہ گناہوں کا مرتکب اور صغائر پہ اصرار کرنے والا نہ ہو۔ عدالت کے یہی معنی ہیں۔ اور اہلسنت کا مذہب یہی ہے شیعہ خصوصًا امامیہ و اسماعیلیہ کہتے ہیں کہ علم و عمل میں خطا

Marfat.com

گو بیا کہ اعصمت از خطا در علم و از گناہ در عمل بمعنی امتناع صدور کہ خاصۂ انبیا است شرط امامت ست۔

دگناہ سے معصوم ہونا اسی معنی سے شرط امامت ہی جو کہ انبیا کیلئے مخصوص ہے (یعنی امام سے بھی صدور گناہ اسی طرح ممتنع ہونا چاہیے جس طرح انبیا سے ممتنع ہونا لازم اور شرط نبوت ہے"۔

عقیدۂ چہارم امام را لازم نیست کہ منصوص باشد۔ واجب ست کہ وقت حاجت بر وفق مصلحت آں وقت یکی را از خود رئیس سازند...... و امامیہ گو بیند کہ نصب امام بر خدا واجب است پس میباید کہ منصوص باشد از جانب خدا۔

چوتھا عقیدہ یہ کہ امام کو خدا کی جانب سے منصوص ہونا لازم نہیں ہے کیونکہ اس کا نصب کرنا مکلفین کے ذمہ واجب ہی کہ بوقت حاجت مصلحت وقت کے موافق اپنی جماعت میں سے ایک شخص کو اپنا رئیس بنالیں......امامیہ کہتے ہیں کہ امام کا مقرر کرنا خدا پر واجب ہے لہذا ضروری ہے کہ خدا کیجانب سے منصوص ہو۔

عقیدۂ پنجم۔ آنکہ امام را لازم نیست کہ عند اللہ افضل از جمیع اہل عصر خود باشد۔

پانچواں عقیدہ یہ ہے کہ امام کیلئے یہ لازم نہیں ہے کہ خدا کے نزدیک اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے افضل ہو۔

عقیدۂ ششم آنکہ امام بعد از رسول ﷺ بلا فاصلہ ابو بکر صدیق ست و ہمیں ست ...... مذہب اکثر اہل اسلام و شیعہ منفرد اند بانکار ایں عقیدہ و قدر مشترک در جمیع فرق شیعہ آنست کہ امام بعد از رسول ﷺ

چھٹا عقیدہ یہ کہ امام بعد رسول ﷺ بلا فاصلہ ابوبکر صدیق ہیں۔ اور اکثر اہل اسلام کا یہی مذہب ہے شیعہ اس عقیدہ کے انکار میں منفرد ہیں۔ اور شیعوں کے تمام فرقے اس رائے میں مشترک ہیں کہ امام بعد رسول ﷺ بلا فاصلہ جناب امیر ہیں۔ اور ابوبکر غاصب

بلا فاصلہ جناب امیرؑ ست و ابوبکر غاصب بود بتغلب و حیلہ حضرت امیرؑ را از منصب امامت دفع نمود و خود برآں قائم شد۔	تھے۔ انھوں نے تغلب (زبردستی) و حیلہ سے جناب امیرؑ کو منصب امامت سے ہٹا دیا اور خود جم گئے۔

ان تمام اقتباسات سے مندرجہ ذیل اختلافات عقائد کی تشریح ہوتی ہے۔

(۱) اہلسنت کے نزدیک خطا و عصیان سے امام کو معصوم ہونا ضروری نہیں ہے۔ مگر شیعہ امامیہ کا عقیدہ مسلمہ اس کے خلاف ہے۔ اُن کے نزدیک امام کو علم و عمل میں عصمت مطلقہ کے اس درجہ پر ہونا لازم ہے جو انبیاء کا خاصہ ہے۔ عصمت کے معاملہ میں ان کے نزدیک نبی و امام میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(۲) اہلسنت کا عقیدہ یہ ہے کہ امام کو خداوند عالم کی جانب سے منصوص ہونا لازم نہیں ہے۔ بلکہ شاہ صاحب کے متعدد ارشادات میں اس کی تصریح موجود ہے کہ امام کا خدا کی جانب سے منصوص ہونا مفاسد کا سبب ہوگا۔ منصوص نہ ہونا ہی انسب اور مصلحت سے قریب تر صورت ہے۔ اس کے خلاف شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ بدون نص خداوند عالم کوئی شخص امام نہیں ہو سکتا۔ اور نہ خلق اللہ کو اس کا اختیار ہے۔ کہ کسی شخص کو کسی عنوان سے امام برحق بنا سکے۔

(۳) امام کو خدا کے نزدیک تمام اہل زمانہ سے افضل ہونا اہلسنت لازم نہیں سمجھتے۔ اُن کا عقیدہ یہ ہے کہ افضل کے ہوتے ہوئے اس سے کم درجہ کا شخص بھی اس منصب جلیل پر فائز کیا جا سکتا ہے۔ مگر شیعہ امامیہ کا عقیدہ اس سے مختلف ہے ان کے نزدیک افضلیت مطلقہ شرط امامت ہے۔

(۴) اہلسنت کے تمام فرقے بعد رسولؐ حضرت ابوبکر کو امام بلا فصل مانتے ہیں۔

Marfat.com

مگر شیعہ امامیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ امام بالفعل جناب امیرؑ ہیں۔ اور خلافت و امامت کے باب میں حضرات شیخین کے متعلق اس فرقہ کے عقائد وہی ہیں جن کی ترجمانی شاہ صاحب کے الفاظ کر رہے ہیں۔ اور وہ عقائد خود جناب امیر المومنینؑ اور عم رسولؐ جناب عباس کے اُن خیالات کی پیروی کرتے ہوئے قائم کئے گئے ہیں۔ جن کی تصریح مسلم کی اس حدیث میں کی گئی ہے۔

قال فلما توفی رسول اللہ صلعم قال ابوبکر انا ولی رسول اللہ فجئتما تطلب میراثک من ابن اخیک ویطلب ھذا میراث امرأتہ من ابیھا فقال ابوبکر قال رسول اللہ صلعم ما نورث ما ترکنا ہ صدقۃ فرأیتماہ کاذبا آثما غادرا خائنا واللہ یعلم انہ لصادق راشد تابع للحق ثم توفی ابوبکر وانا ولی رسول اللہ وولی ابوبکر فرأیتمانی کاذبا آثما غادرا خائنا واللہ یعلم انی لصادق راشد تابع للحق الخ

(صحیح مسلم جلد ثانی مطبوعہ مصر صـ۱)

(حضرت عمر جناب امیرؑ و جناب عباسؓ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ) جب آنحضرتؐ نے وفات پائی تو ابوبکر نے کہا کہ میں رسول کا ولی ہوں پس تم ان کے پاس اپنی میراث مانگنے کیلئے آئے تم (عباس) اپنے بھتیجے کی طرف سے میراث کے دعویدار تھے۔ اور یہ (علی بن ابیطالب) اپنی بیوی کی میراث ان کے باپ کی طرف سے طلب کر رہے تھے ابوبکر نے جواب دیا کہ رسولؐ نے فرمایا ہے کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے۔ جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اس جواب پر تم نے اُن بزرگ کو جھوٹا، گنہگار، غدار، خائن سمجھ لیا حالانکہ خدا جانتا ہے کہ وہ سچے پاکباز، ہدایت یافتہ، اور تابع حق تھے۔ پھر جب وہ دنیا سے گئے اور میں نے کہا کہ میں رسولؐ اور ابوبکر کا ولی ہوں تو تم لوگوں نے مجھے بھی جھوٹا گنہگار،

Marfat.com

[illegible] غدار، خائن ٹھہرایا۔ حالانکہ خدا کو معلوم ہے کہ علی سچا راست باز۔ صاحب رشد [illegible]
[illegible] اور تابع حق ہوں۔ [illegible]

۔ ان تمام اختلافات کے واضح ہو جانے کے بعد بھی اگر اس دعوی پر اصرار کیا جائے کہ جن کوفیوں پر قتل امام کا الزام عائد ہوتا ہے وہ شیعہ امامیہ تھے۔ تو یہ بھی ثابت کرنا ہوگا کہ وہ مذکورہ بالا شیعی عقائد، خیالات کے پیرو تھے۔ اور اہلسنت کے عقائد مندرجہ بالا سے ان کو کوئی علاقہ نہ تھا۔ اس کا ثبوت نہ دینے کی صورت میں شیعہ امامیہ کو ملزم ٹھہرانے کی نیت سے اس طعن آمیز دعوے کو دہراتے رہنا ایک ایسا عمل ہوگا جس پر حماقت والے دانشمند بھی خندہ زن ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

تنقیح دوم :- امر دوم کی تنقیح پہلی تنقیح سے وابستہ ہے۔ جبکہ کسی شہادت سے یہ ثابت کرنا ممکن نہیں ہے کہ جو اہل کوفہ خاندان رسالت کی تباہی کے مجرم تھے۔ اور ارتکاب جرم سے پیشتر اس خاندان کے بظاہر طرفدار نظر آتے تھے وہ تولا و تبرا میں عقائد شیعہ امامیہ کے پیرو تھے۔ امیر المومنین کو معصوم مطلق و امام منصوص تسلیم کرتے تھے۔ نیز حضرات شیخین کی شان میں وہی ناگفتہ بہ جذبات و خیالات رکھتے تھے۔ جو شاہ عبدالعزیز کے ارشادات اور حدیث صحیح مسلم میں مذکور ہیں تو لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ ان کے تشیع کی اصلیت بس اتنی ہی تھی کہ بعد قتل عثمان امیر المومنین کو چوتھا خلیفہ تسلیم کرتے ہوئے آپ کی بیعت و اطاعت انہیں اصول و نظریات کے ماتحت قبول کر لی تھی جو پہلے سے دلوں پر نقش ہو چکے تھے۔ یہ ہرگز ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت عمر کے آباد کردہ شہر کوفہ کے باشندے تبرائی مذہب میں داخل ہو چکے تھے۔ کتب تواریخ شاہد ہیں کہ بعد قتل حضرت عثمان خود صحابہ کرام اور ان کے تابعین

دو جماعتوں میں منقسم ہو گئے تھے۔ ایک جماعت نے اصول اجماع کے ماتحت امیرالمومنینؑ کی بیعت قبول کی۔ وہ "شیعہ علی" کے لقب سے ملقب ہوئے۔ دوسری جماعت نے آپ کی خلافت تسلیم کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔ اس کا لقب "عثمانیہ" مشہور ہوا۔ ان میں سے چند سربرآوردہ اشخاص کے اسماء بنابر تصریح مورخ ابن اثیر یہ ہیں:-

وبایعت الانصار الا نفرا یسیرا منھم حسان بن ثابت وکعب بن مالک ومسلمہ بن مخلد وابوسعید الخدری ومحمد بن مسلمۃ والنعمان بن بشیر وزید بن ثابت ورافع بن خدیج وفضالہ بن عبید وکعب بن عجرۃ وکانوا عثمانیہ	"گروہ انصار نے جناب امیرؑ کی بیعت کی مگر چند حضرات اس سے مستثنیٰ رہے ان کے نام یہ ہیں۔ حسان بن ثابت، کعب بن مالک، مسلمہ بن مخلد، ابوسعید خدری۔ محمد بن مسلمہ، نعمان بن بشیر، زید بن ثابت، رافع بن خدیج۔ فضالہ بن عبید، کعب بن عجرہ یہ لوگ عثمانی جماعت بن گئے تھے۔"

(کامل جلد ۳ صلہ)

نیز طبقات ابن سعد میں ہے۔ جلد ۶۔ صلہ۔

کان زرار بن حبیش یحب علیا وکان ابو وائل یحب عثمان	"زرار بن حبیش محب علیؑ تھے۔ اور ابو وائل عثمان کی محبت رکھتے تھے۔"

پھر اسی کتاب میں مذکور ہے۔ جلد ۶۔ صلہ۔

قال رأیت عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ و عبد اللہ بن عکیم وکان ھذا یحب علیا وھذا یحب عثمان۔	"میں نے عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ اور عبداللہ بن عکیم کو دیکھا۔ وہ (عبدالرحمان) علیؑ کو دوست رکھتے تھے اور یہ (عبداللہ) عثمان سے محبت رکھتے تھے"

Marfat.com

تمام اہل شام انھیں صحابہ کرام و تابعین عظام کی پیروی کرکے عثمانیہ جماعت بن گئے تھے بمقابلہ اُن کے اکثر اہل کوفہ نے حضرت امیرالمومنینؑ کا ساتھ دیا اور "شیعہ علی" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ مگر یہ بات نہ تھی کہ جماعت عثمانیہ کے خیالات رکھنے والے کوفہ میں موجود نہ رہے ہوں۔ بلکہ وہاں بھی عثمانیہ خیالات و جذبات رکھنے والے کثیر تعداد میں موجود تھے۔ تاریخ کامل میں ہے۔ جلد ۳ ص ۱۲۹۔

ثم مضی حتی مر بالناعطیین وکان کلهم عثمانیه۔

"جناب امیر کا گذر ناعطیین کی طرف سے ہوا۔ یہ لوگ سب کے سب عثمانی تھے۔"

مورخ ابن اثیر تاریخ کامل میں لکھتے ہیں۔ جلد ۴۔ ص ۹۲۔

ونادوا فی الجبانة یالثارات الحسینؑ فسمعها یزید بن عمیر ... الهمدانی فقال یالثارات عثمان فقال لهم رفاعه بن شداد مالنا و لعثمان لا اقاتل مع قوم یبغون دم عثمان۔

"یعنی جب انصار مختار نے مقام جبانہ میں پہونچکر یالثارات الحسینؑ کی آواز بلند کی تو یزید بن عمیر ہمدانی نے ان کی صدا سنکر یالثارات عثمان کا نعرہ مارا۔ رفاعہ بن شداد نے لوگوں سے کہا کہ ہم کو عثمان سے کیا غرض۔ میں اس قوم کے ساتھ ہوکر نہ لڑوں گا جو خون عثمان کا قصاص چاہتی ہو۔"

آیندہ معلوم ہوگا کہ میدان کربلا میں ایسے لوگ موجود تھے جو انصار حسینؑ کے مقابلہ میں جماعت عثمانیہ کے جذبات کا علانیہ اظہار کر رہے تھے۔ اور ان کے طرز عمل سے یہ بات پوشیدہ نہیں رہ گئی تھی کہ وہ خون عثمان کا انتقام لینے کے لئے فرزند رسولؐ کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے ہیں۔ پھر ان باتوں سے چشم پوشی کرکے قاتلان حسینؑ پر شیعیت کا الزام لگانا کسی طرح عقلمندی کا مقتضی نہیں ہوتا۔

۱۵۳۷۵

علمائے اہلسنت کے بیانات، زمان سابق میں اہلسنت ہی "شیعہ علی" کہے جاتے تھے

علماء اہلسنت نے بکمال فخر و ناز اس کی تصریح فرمائی ہے کہ قرون اولیٰ میں اہلسنت ہی "شیعہ علی" کہے جاتے تھے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب "تحفہ اثنا عشریہ" میں لکھتے ہیں:-

باید دانست کہ فرقہ سنیہ و تفضیلیہ اندر زمان سابق لشیعہ ملقب بودند چوں غلاۃ روافض و زیدیہ و اسماعیلیہ باین لقب خود را ملقب کردند خوفاً عن الالتباس، فرقہ سنیہ و تفضیلیہ خود را باہلسنت وجماعت ملقب کردند۔ حالا واضح شد کہ آنچہ در کتب قدیمہ واقع میشود کہ فلاں من الشیعہ او من شیعۃ علی حالانکہ او از رؤسائے اہلسنت وجماعت است راست است۔ تحفہ ص ۱۱۔

"جاننا چاہئے کہ فرقہ سنیہ و تفضیلیہ زمان سابق میں "شیعہ" سے ملقب تھے۔ جب غلاۃ روافض و زیدیہ و اسماعیلیہ نے اپنے لئے یہ لقب اختیار کر لیا تو اشتباہ کے خوف سے فرقہ سنیہ و تفضیلیہ نے اپنا لقب اہلسنت وجماعت قرار دے لیا۔ اس سے واضح ہوا کہ پرانی کتابوں میں جہاں یہ کہا گیا ہے کہ فلاں شخص شیعہ ہے اور فلاں شخص شیعہ علیؑ ہے۔ حالانکہ وہ مذہب اہلسنت کے رؤساء میں سے ہے تو یہ بات بالکل درست ہے۔"

نیز اسی کتاب میں ہے:-

فرقہ شیعہ اولیٰ و شیعہ مخلصین کہ پیشوایان اہلسنت وجماعت اند بر روش جناب مرتضوی بودند۔

"فرقہ شیعہ اولیٰ و شیعہ مخلصین جو کہ اہلسنت کے پیشوا ہیں۔ جناب مرتضیٰؑ کی روش پر چلتے تھے۔"

ایک دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:-

Marfat.com

شیعہ اولیٰ عبارت اند از جمیع مہاجرین والانصار کہ اکثر آنہا در رکاب سعادت مآب جناب مرتضوی بحروب لغات قیام نموده اند۔

" شیعہ اولیٰ سے مراد جمیع مہاجرین و انصار ہیں جن میں سے اکثر نے ہمراہ رکاب سعادت مآب جناب مرتضیٰ باغیوں سے جدال و قتال کیا۔

پھر اسی کتاب میں لکھتے ہیں :-

اول کسیکہ بشیعہ ملقب شد جماعت از مہاجرین و انصار و تابعین ایشان اند کہ مشایعت و متابعت حضرت مرتضیٰ نموده اند در وقتیکہ جناب ایشان خلیفہ شدند۔ ص۱۸

" پہلے جو لوگ " شیعہ " سے ملقب ہوئے وہ مہاجرین و انصار اور ان کے تابعین تھے۔ جنھوں نے حضرت مرتضیٰ کی پیروی اس وقت اختیار کی جبکہ آپ خلیفہ ہوئے۔

علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ لکھتے ہیں :-

وشیعة اهل البیت هم اهل السنة والجماعة لانهم الذین احبوهم کما امرهم الله ورسوله واما غیرهم فاعدائهم فی الحقیقة۔

" اہلسنت وجماعت ہی شیعہ اہلبیت ہیں کیونکہ یہی لوگ حکم خدا اور رسولؐ کے موافق انکی محبت رکھتے ہیں۔ اہلسنت کے سوا دوسرے لوگ درحقیقت محب اہلبیت نہیں۔ بلکہ ان کے دشمن ہیں۔

علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں تذکرہ ابان بن تغلب میں لکھتے ہیں :-

ابان بن تغلب الکوفی شیعی لکنه صدوق وقد وثقه احمد وابن معین وابوحاتم ورتبال کان غالیاً فی التشیع فلقائل ان یقول کیف ساغ توثیق

" خلاصہ عبارت یہ ہے۔ ابان بن تغلب کوفی شیعہ تھا مگر سچا تھا۔ احمد و ابن معین و ابوحاتم نے اس کی توثیق کی ہے۔ اور ابوحاتم کا قول ہے کہ وہ تشیع میں غالی تھا اس مقام پر کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ کسی

مبتدع وحد الثقة العدالة والاتقان فكيف يكون عادلاً من هو صاحب بدعة وجوابه ان البدعة على ضربين صغرى كغلو التشيع او كالتشيع بلا غلو ولا تحرف فهذا كثير في التابعين وتابعيهم مع الدين والورع والصدق فلو رد حديث هؤلاء لذهب جملة من آثار النبوة وهذه مفسدة بينة والبدعة الكبرى كالرفض الكامل والغلو فيه والحط على ابي بكر وعمر والدعاء الى ذلك فهذا النوع لا يحتج بهم ولا كرامة۔ (جلد اول ص۵)

بدعتی شخص کی توثیق (قابل اعتبار ٹھہرانا) کیونکر جائز ہوا۔ حالانکہ ثقہ کی تعریف عدالت ہے اور صاحب بدعت کس طرح عادل ہوگا۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں ایک بدعت صغریٰ مثلاً غلو تشیع یا تشیع بلا غلو یہ قسم بدعت بہت سے تابعین اور ان کے اتباع میں صاحب دین و ورع و صدق ہونے کے باوجود پائے جاتے تھے۔ پس اگر ان کی روایتوں کو غیر معتبر کر دیا جائے تو آثار نبوت کا بڑا حصہ ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ اور یہ ایک کھلا ہوا مفسدہ ہے۔ دوسری قسم بدعت کبریٰ ہے مثلاً رفض کامل اور رافضیت میں غلو اور ابوبکر و عمر کی قدر و منزلت کو گھٹانا۔ اور اس کی طرف دوسروں کو دعوت دینا تو اس قسم کی بدعت کرنے والوں کو ہم لائق احتجاج نہیں ٹھہراتے۔ اور نہ ان میں کوئی کرامت سمجھتے۔"

عامر بن واثلہ صحابی کا تشیع۔ حافظ ابن عبدالبر کتاب استیعاب میں لکھتے ہیں

كان ابو الطفيل عامر بن واثلة يتشيع في علي ويفضله ويثني على الشيخين ابي بكر وعمر رضي الله عنهما ويترحم على عثمان

ابو الطفیل عامر بن واثلہ صحابی علیؓ کے بارے میں شیعی خیالات رکھتے تھے۔ اور شیخین کے مداح و ثناخواں تھے۔ اور حضرت عثمان پر ترحم کرتے تھے۔

Marfat.com

امام نسائی کا تشیع :- ابن خلکان نے امام نسائی کے حالات کے ذیل میں لکھا ہے :-

الامام ابوعبد الرحمن بن شعیب النسائی خرج الی دمشق وسئل عن معاویة وما روی عن فضائله فقال ما اعرف له فضیلة الا لا اشبع الله بطنه وكان يتشيع فما زالوا يدفعون في خصيتيه حتى اخرجوه من المسجد (وفيات الاعيان)

"امام نسائی داخل دمشق ہوئے تو وہاں کے لوگوں نے ان سے معاویہ کے باب میں اظہار خیال کی فرمائش کی اور وہ حدیثیں پوچھیں جو فضائل معاویہ میں مروی ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں لا اشبع اللہ بطنہ کے سوا اور کچھ نہیں جانتا۔ امام نسائی شیعی خیالات رکھتے تھے۔ ان کے اس جواب پر لوگوں نے ان کے خصیتین میں ٹھوکر مار کر مسجد سے باہر نکال دیا۔"

(اہلسنت کی یہ سعادت مندی قابل صد آفرین ہے۔ مترجم)

تشیع امام حاکم :- حافظ ذہبی "تذکرة الحفاظ" میں لکھتے ہیں :-

قال ابن طاهر سألت ابا اسماعيل

ابن طاہر کہتے ہیں۔ میں نے ابو اسماعیل انصاری سے

سلہ ابو اسماعیل انصاری نے امام حاکم جیسی جلیل القدر شخصیت کو "رافضی خبیث" کا لقب محض اس جرم میں دیا کہ وہ دشمنان جناب امیرؑ و معاویہ و اولاد معاویہ سے منحرف تھے حالانکہ وہ ائمہ و روسائے مذہب اہلسنت میں اس قدر بلند پایہ بزرگ تھے کہ ان کے کمالات و مناقب کو لکھنے کیلئے ایک مستقل رسالہ درکار ہوگا۔ اور بنا بر تصریح حافظ ذہبی تعظیم شیخین بہر حال کرتے تھے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ جس طرح کسی شخص کا شیعہ علیؑ کہا جانا زمان سابق کی اصطلاح کی بنا پر اس کے شیعہ امامیہ ہونے کا ثبوت نہیں ہے۔ اسی طرح رافضی کا لقب بھی علماء اہلسنت کی اصطلاح و عرف خاص میں کسی شخص کے پیرو عقاید شیعہ امامیہ ہونے کا کافی ثبوت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ احتمال بہر حال رہے گا کہ یہ لقب "رافضی" اسکو معتقد و مرید شیخین ہونیکے باوجود محض اس جرم میں عطا گیا ہو کہ معاویہ و اولاد معاویہ کیجانب سے اس کے خیالات اچھے نہ تھے۔

الانصاری عن الحاکم فقال ثقة فی
الحدیث رافضی خبیث ثم قال ابن
طاهر کان شدید التعصب للشیعة
فی الباطن وکان یظهر التسنن
فی التقدیم والخلافة وکان منحرفا
عن معاویة وآله متظاهر بذالك
ولا یعتذر منه قلت اما انحرافه
عن خصوم علیؑ فظاهر واما امر
الشیخین فمعظم لهما بکل حال
فهو شیعی لا رافضی۔
انتہیٰ۔

حاکم کی بابت سوال کیا تو انھوں کہا کہ حدیث میں
تو ثقہ ہے مگر رافضی خبیث ہے۔ پھر ابن طاہر کہتے
ہیں کہ وہ باطن میں نہایت متعصب شیعہ تھا اور
تقدیم شیخین وخلافت کے بارے میں اظہار تسنن
کیا کرتا تھا۔ اور معاویہ وآل معاویہ سے
کھلم کھلا منحرف تھا۔ اور اپنی اس روش سے کوئی
عذر نہیں کرتا تھا۔ (حافظ ذہبی فرماتے ہیں)
میں یہ کہتا ہوں کہ اس کا دشمنان علیؑ سے منحرف
ہونا تو ظاہر ہے۔ اب رہا شیخین کا معاملہ تو وہ
ان حضرات کی تعظیم بہر حال کرتا تھا۔ پس
وہ شیعی تھا۔ رافضی نہیں تھا۔

علامہ سیوطی نے کتاب تدریب الراوی میں اور ابن قتیبہ دینوری نے کتاب المعارف میں ایک لمبی فہرست ان لوگوں کی مرتب کی ہے جو ائمہ مذہب اہلسنت اور موثق رواۃ احادیث ہونے کے باوجود "شیعہ" کے لقب سے ملقب کئے گئے ہیں۔ اس فہرست کو نقل کرنا باعث طوالت تحریر ہوگا۔ لہذا اس سے قطع نظر کر کے اتنا ہی کہنے پر اکتفا کی جاتی ہے کہ اگر ان عظیم الشان شخصیتوں اور جلیل القدر ہستیوں کا تشیع وہی خصوصیات رکھتا ہوتا جو روافض میں پائی جاتی ہیں۔ تو ان کو یہ شرف کب حاصل ہو سکتا کہ وہ صحاح ستہ بالخصوص صحیحین کے رواۃ احادیث میں شامل ہوں۔ حالانکہ اکابر ائمہ اہلسنت نے صاف کہا ہے کہ خوارج کی روایت تو قابل تسلیم ہو سکتی ہے

Marfat.com

لیکن روافض کی بیان کی ہوئی حدیث تو کیا ان کی گواہی کسی دوسرے معاملہ میں بھی قابل اعتبار نہیں ٹھہرائی جا سکتی۔

توثیق خوارج امام ابوداؤد کی زبان سے:-

حافظ جلال الدین السیوطی کتاب تدریب الراوی میں فرماتے ہیں:-

قال ابوداؤد لیس فی اہل الاہواء اصح حدیثاً من الخوارج

امام ابوداؤد کا قول ہے کہ بدعتیوں میں خوارج سے زیادہ صحیح الحدیث کوئی نہیں ہے۔"

رافضیوں کی گواہی قبول نہیں کی جا سکتی

امام نووی منہاج شرح مسلم میں لکھتے ہیں:-

قال امامنا الشافعیؒ اقبل شہادۃ اہل الاہواء الا الخطابیۃ یعنی الرافضۃ۔

ہمارے امام شافعی نے فرمایا ہے کہ میں خطابیہ یعنی رافضیوں کے سوا تمام بدعتی لوگوں کی گواہی قبول کر لیتا ہوں۔

علمائے اہلسنت کے نزدیک تشیع وغلو فی التشیع کا معیار کیا ہے

ابن حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری شرح بخاری میں تشیع اور غلو در تشیع کا اصل معیار اور مفہوم بیان کیا ہے۔

آپ کا کلام مندرج ذیل کیا جاتا ہے۔ اس کو بغور پڑھو معلوم ہو جائیگا کہ زمان سابق کا تشیع غلو کے مرتبہ پر پہونچکر بھی اپنے اندر وہ خصوصیات حاصل نہ کر سکا جو شیعہ امامیہ میں پائی جاتی ہیں۔ لہذا اس زمانہ کے لوگوں کا شیعہ غالی کے لقب سے مشہور ہونا بھی ان کے شیعہ امامیہ ہونے کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔

التشیع محبۃ علیؓ وتقدیمہ علی الصحابۃ یعنی محبت علیؓ اور آپ کو صحابہ سے مقدم سمجھنا

فمن قدمہ علی ابی بکر و عمر فھو غال فی التشیع

تشیع ہے اور جو شخص آپ کو ابوبکر و عمر پر مقدم سمجھے وہ تشیع میں غلو کرنے والا ہے ۔

اس کلام سے ظاہر ہوا کہ علمائے فرقہ سنیہ کی اصطلاح میں "تشیع" بس اسی کا نام ہے کہ علیؑ کی محبت دل میں ہو اور حضرت علی کو ابوبکر و عمر کے سوا دیگر صحابہ پر مقدم سمجھا جائے۔ اور حضرات ابوبکر و عمر پر تقدم کا اعتقاد رکھنا غلو در تشیع کا معیار ہے اور ایسا شخص "شیعہ غالی" کہا جائیگا - اگرچہ ان حضرات کے فضائل و مناقب کا صادق دل سے اقرار و اعتراف کرتا ہو۔ اُن کی روحانی بیعت کے دائرہ سے اس کا قدم باہر نکلا ہو۔ پھر انصاف کرو کہ اہل کوفہ کا شیعہ یا شیعہ غالی کہا جانا بھی اس بات کا ثبوت کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ رافضیوں کے عقاید رکھتے تھے - اور ان کے اعمال کو رافضیوں کے سامنے طعن و الزام کے طور پر پیش کرنا عقل و دانش کو رسوا کرنا ہے یا نہیں - ؟

کیا صحابۂ کرام بھی رافضی تھے - ؟

غلو در تشیع کے اس معیار و مفہوم کے مطابق صحابۂ کرام کی صف اول میں بھی ایسی مقدس شخصیتیں نظر آئیں گی، جو شیعہ غالی تھیں۔

حافظ ابن عبدالبر کتاب استیعاب میں لکھتے ہیں:

روی عن سلمان و ابی ذر والمقداد وخباب وجابر وابی سعید و زید بن ارقم ان علی بن ابیطالب اول من اسلم وفضلہ ھولاء علی غیرہ -

(جلد ۲ ص ۴۶۷)

"جناب سلمان، ابوذر - مقداد - خباب جابر - ابوسعید - زید بن ارقم سے مروی ہے کہ اول مسلمین علی بن ابیطالب ہیں - ان حضرات نے آپ کو دوسروں سے (جن سے ابوبکر و عمر و عثمان بھی مستثنیٰ نہیں) افضل قرار دیا ہے -"

Marfat.com

پھر اگر کسی شخص کا شیعہ یا شیعہ غالی ہونا اوس کے رافضی ہونے کا ثبوت ہو تو یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ صحابہ کے طبقۂ اعلیٰ کی ممتاز ترین ہستیاں بھی رافضیت کے بدترین جرم میں گرفتار تھیں۔ اور وہ اسی مذکورہ بالا سلوک کی حقدار تھیں جو امام شافعی نے تجویز فرمایا ہے۔ کیا مولوی عبدالشکور صاحب جیسے علماے فرقۂ سُنیہ ایمانداری کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کیلئے تیار ہیں کہ سلمان، ابوذر، مقداد، خباب، جابر، ابوسعید، زید بن ارقم جیسے صحابۂ کبار کو رافضیت کا مجرم قرار دیکر اس حد تک ناقابل اعتبار و اعتماد سمجھیں کہ اون کی شہادتیں معمولی معاملات میں بھی لائق قبول و قابل تسلیم نہ ہوں۔ اگر یہ علمائے دین اس پر آمادہ ہوسکیں تو چشم ما روشن و دل ما شاد۔ کیونکہ اس صورت میں اون کے تسنن بلکہ تدین کی عمارت کا سرنگوں ہوجانا یقینی ہوجائیگا۔ آخر ایسے صحابۂ کبار کے رافضی بے اعتبار ٹھہرائے جانے کے بعد عدالت صحابہ کا شور عالم میں کس منہ سے اور کس زبان سے مچایا جا یگا اور جب عدالت صحابہ رخصت ہوئی تو اجماعی خلافت کے قلعہ کے مسمار ہوجانے میں کیا دیر لگے گی۔ اگر ان صحابۂ کبار کی بابت رافضیت کی نسبت دینا گوارا نہ ہوسکے تو یہ بتانا پڑیگا کہ جب یہ حضرات علیؑ ابن ابیطالب کے شیعہ غالی ہونے کے باوجود رافضی نہ ٹھہرے تو اہل کوفہ کا "شیعہ" کے لقب سے مشہور ہوجانا اون کے رافضی و شیعہ امامیہ ہونے کا ثبوت کس طرح ہوا۔ اور ان کے کرتوت سے فرقۂ شیعہ امامیہ کو ملزم ٹھہرانے کی کوشش کہانتک عاقلانہ فعل قرار پاسکتی ہے۔ اگر ایمانداری، حیاداری سے دست برداری نہ کیجائے تو اس الزام کو شیعوں کے سامنے زبان پر لانا بھی مناسب نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ کوفیوں کا تشیع وہی تشیع تو تھا جو زمان سابق میں عام طور پر صحابہ و تابعین کے دلوں میں پیوست ہوچکا تھا۔ اور باوجود اس کے انکے علمبردار اجماع و شوریٰ

ہونے میں کوئی خلل واقع نہ ہوا۔ فرقۂ سنیہ کے پیشوا اور رہنما تصور کئے جاتے رہے۔
اس اصلیت کے انکشاف کے لئے غور سے دیکھئے ظاہر ہو جائے گا کہ فرزند رسولؐ
اور آپ کے رفقا کے مقدس خون کے نہ مٹنے والے دھبے کس کے دامن پر ہیں۔
روافض کے دامن پر یا ان لوگوں کے جو تشیع ظاہری کے بھیس میں اصول تسنن
کے سچے پیرو تھے۔

مولوی عبدالشکور صاحب کی آخری فیصلہ کن شہادت کہ قاتلان امامؑ تمامتر عقائد فرقۂ سنیہ رکھتے تھے۔

مولوی عبدالشکور اڈیٹر "النجم" و مولف رسالہ "قاتلان حسینؑ" جن کے دم قدم سے بین المسلمین غیر ضروری مذہبی مباحثات کی چہل پہل قائم ہے۔ ترجمہ اسد الغابہ میں تذکرۂ اسود کے ذیل میں لکھتے ہیں :۔

"شیعان علیؑ سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے حضرت علیؑ کا ساتھ دیا تھا اور
ان کے ساتھ ہو کر ان کے مخالفین سے لڑتے تھے۔ جو تمامتر اہلسنت کے عقائد رکھتے
تھے۔ گو یہ لفظ یعنی شیعہ اب زیادہ تر مخالفین اہلسنت پر اطلاق پاتا ہے۔ مگر
زمانہ قدیم میں اہلسنت ہی کیلئے یہ لفظ مستعمل ہوتا تھا۔ ص۱۱ منقول از رسالہ آل واصحابؓ

دوسرے مقام پر حجر ابن عدی کندی صحابی رسولؐ کے حالات کے ذیل میں لکھتے
ہیں۔ "شیعان علیؑ سے وہ لوگ مراد ہیں جو حضرت علیؑ کے ساتھ رہتے تھے۔
نہ کہ روافض۔"

مجھے یقین ہے کہ محترم ناظرین ان تحریروں کو پڑھکر غرق حیرت ہو جائیں گے

اور یہ دیکھکر اُن کے تعجب کی کوئی حد نہ رہے گی کہ وہی بزرگ جو ابھی ابھی قاتلان حسین علیہ السلام ،، کو شیعہ بتا رہے تھے۔ اور اس جرم عظیم کا ملزم شیعوں کو قرار دینے میں قوت زبان وقلم کا تمامتر قدرتی سرمایہ صرف کئے دیتے تھے قدرت خدا سے بیک جنبش دست وقلم معاملہ کو اس طرح الٹ پلٹ کر دیتے ہیں کہ سارا بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا ہے۔ اور خود اس شعر کے مصداق مجسم بنجاتے ہیں ؎

تہمتیں چند اپنے ذمہ دھر چلے　　کس لئے آئے تھے اور کیا کر چلے

دیکھئے ایک طرف تو مولوی صاحب یہ فرماتے ہیں کہ قاتلان حسینؑ شیعہ تھے دوسری جانب یہ ارشاد ہوتا ہے کہ ،، شیعیان علیؑ سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے حضرت علیؑ کا ساتھ دیا تھا جو تمامتر عقاید اہلسنت رکھتے تھے۔ یہ لفظ شیعہ زمانہ قدیم میں اہلسنت ہی کیلئے مستعمل ہوتا تھا،، محترم ناظرین ان دونوں باتوں کو نظر حق بیں کے سامنے رکھکر مولوی صاحب سے جان عدل وانصاف اور روح دین وایمان کی قسم دیکر یہ سوال ہے کہ فاضل مولانا! آپ کی ان دونوں باتوں کو یکجا کر دینے سے منطقی نتیجہ اس کے سوا اور کیا حاصل ہوتا ہے کہ قاتلان حسینؑ تمامتر عقائد اہلسنت رکھتے تھے۔ نہ کہ عقائد روافض پھر یہ کونسا انصاف ہے کہ جس فعل قبیح کو انجام دینے والے وہ لوگ ہوں جنھوں نے حضرت علیؑ کا ساتھ دیا تھا اور تمامتر عقائد اہلسنت رکھتے تھے۔ اسکا الزام شیعہ امامیہ یعنی روافض کے ذمہ لگایا جائے۔ اور ان کو ملزم ٹھہرانے کیلئے قلم، روشنائی، کاغذ اور سب سے بڑھکر عمر عزیز کو یوں مفت برباد کیا جائے۔ حیف۔ صد حیف۔

میری اس گذارش کو دوسرے الفاظ میں یوں بھی ادا کیا جاسکتا ہے کہ امام حسینؑ کے قاتل وہی بدبخت تو تھے جو عہد خلافت جناب امیرؑ میں آپ کے ساتھ بنے تھے۔

Marfat.com

اور وہ لوگ جو اُن کے ہمخیال وہمشرب تھے؟ اس حقیقت سے انکار کرنا فاضل اڈیٹر النجم کیلئے اس وجہ سے غیر ممکن ہوگیا ہے کہ آپ نے اپنے مشہور رسالہ "قاتلان حسین" میں جو الزامات بزعم خود فرقۂ شیعہ امامیہ پر عائد کئے ہیں اُن کا ہیولیٰ اسی حقیقت سے تیار کیا ہے۔ اور اسی واقعہ پر اُن تمام الزامات کی عمارت کھڑی کی ہے۔ اب اگر اوس سے انکار کر دیا جائے تو وہ عمارت از خود سرنگوں ہو جائیگی۔ اور شیعہ امامیہ کو اپنی برأت و پاکدامنی کا اظہار کرنے کیلئے جنبش دست و قلم کی احتیاج مطلق نہ رہیگی۔ اور جبکہ واقعہ کی اصلیت مولف رسالہ "قاتلان حسینؑ" کے اقرار کے بموجب یہی ٹھہری کہ جو لوگ جناب علی مرتضیٰ کے ساتھ رہتے تھے وہی بعد میں قتل امام حسینؑ کے مجرم بنے تو اس واقعہ کو مولوی صاحب موصوف کے اس بیان "شیعیان علیؑ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت علیؑ کا ساتھ دیا تھا۔ اور اُن کے ساتھ ہو کر اُن کے مخالفین سے لڑتے تھے جو تمامتر اہلسنت کے عقائد رکھتے تھے" کے ساتھ یکجا کر کے دیکھنے والے فطری طور پر اس صاف و صریح نتیجہ تک پہونچ جائینگے کہ قاتلان حسینؑ تمامتر اہلسنت کے عقائد رکھتے تھے۔ روافض کے عقائد و جذبات سے اُن کو کوئی تعلق نہیں تھا۔ مجھے یقین ہے کہ محترم ناظرین نے ارشاد باری "یخربون بیوتھم بایدیھم" کی اس سے زیادہ عبرت انگیز مثال اور کلام الٰہی کا لتی نقضت غزلھا من بعد قوۃ انکاثا" کا اس سے بڑھکر حیرت خیز نمونہ کبھی نہ دیکھا ہوگا جو آج فاضل اڈیٹر النجم کے دست و قلم کی کرشمہ سازی و عجائب نگاری سے کاغذ کے مرقع پر

سلہ اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے گھر اجاڑنے لگے۔ سلہ مثل اس عورت کے جس نے اپنا کاتا سوت مضبوط ہوجانے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

Marfat.com

جلوہ ریز ہو رہا ہے۔ محض اس سبب سے کہ دروغ گو را حافظہ نباشد۔ کاش پیر اصلی جناب مفتی محمد خلیل صاحب اس سے عبرت حاصل کر لیں۔ اور سر زانوئے تأمل پر رکھ کر غور کریں کہ اس قسم کے خود ساختہ الزامات سے شیعوں کو ملزم ٹھہرانے اور دنیا کو دھوکا دینے کی امید رکھنا اس حد تک اپنے آپ کو دھوکا دینا اور مبتلائے جہل مرکب رکھنا ہے۔ یا نہیں جس پر عقل و دانش شرمندہ اور نافہمی و بے دانشی مصروف خندہ ہوئے بغیر نہ رہے گی۔ دوستانہ مشورہ تو یہی ہو سکتا ہے اب آگے وہ جانیں اور ان کی اُفتاد طبیعت اور ان کا انداز فطرت۔

تنقیح سوم:۔ تنقیح دوم کے بعد درحقیقت یہ سوال کہ قاتلان حسین شیعہ تھے یا سُنی؟ بالکل حل ہو جاتا ہے۔ اور اس بحث میں کتابوں کی ورق گردانی چنداں ضروری نہیں رہ جاتی۔ مگر اس خیال سے کہ ستور حال ظہور کی آخری حد تک پہونچ جائے تحقیق تنقیح کے سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے ناظرین کو ان فیصلہ کن تاریخی شہادتوں کی جانب متوجہ کرنا چاہتا ہوں جن سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ اہل کوفہ کی اکثریت عقائد روافض سے دور کا تعلق بھی نہیں رکھتی تھی۔ وہاں کے سواد اعظم کے رؤسا و عمائد انھیں عقائد و اصول اور رسوم و عادات کے پابند تھے جنکو صحابہ کبار نے خلافت نبویہ اور دیگر امور شرعیہ کے متعلق عالم میں رائج کیا تھا حضرات شیخین کے فضائل و مناقب کے دل و جان سے خریدار تھے اور ان کی سیرتوں کو جزو دین و ایمان سمجھتے تھے۔ ان لوگوں نے جناب علی مرتضیٰ کی بیعت ضرور کی تھی مگر اس بیعت میں وہ تبرائی شان مطلق نہ تھی جو روافض کے ناگفتہ بہ خصوصیات میں داخل ہے۔

تاریخ کی پہلی شہادت | قال نفقام حجر۔ راوی کا بیان ہے کہ حجر بن عدی و عمرو بن الحمق و

بن عدی و عمرو بن الحمق و عبد اللہ بن
وھب الراسبی قد خلوا علی علیؑ فسألوہ
عن ابی بکر و عمر ما تقول فیھما وقالوا
بیّن لنا قولک فیھما و فی عثمان قال
علی کرم اللہ وجہہ اولتفرغتم لھذا
وھذہ مصر قد فتحت و شیعتی
فیھا قد قتلت انی مخرج الیکم کتابا
انبئکم فیہ ما سألتمونی عنہ فاقرؤہ
علی شیعتی فاخرج الیھم کتابا فیہ
.... فلما امضی
تنازع المسلمون فی الامر لبعدہ فواللہ
ما کان یلقی فی روعی ولا یخطر علی
بالی ان العرب تعدل ھذا الامر
عنی فمارعنی الا اقبال الناس علی
ابی بکر واجفالھم علیہ فامسکت
یدی ورأیت انی احق بمقام محمدؐ
فی الناس ممن تولی الامور علیّ فلبثت
بذالک ما شاء اللہ حتی رأیت راجعۃ
من الناس راجعت عن الاسلام

و عبد اللہ بن وہب راسبی جناب امیرؑ کی خدمت
میں حاضر ہوئے اور سوال کیا کہ ابوبکر و عمر کے
متعلق آپ کا کیا قول ہے؟ اُن کے نیز عثمان کے باب
میں اپنا قول ہم سے بیان کیجئے۔ حضرتؑ نے
فرمایا کہ تمھارے لئے بس یہی بات رہ گئی ہے
اور تم تمہاسی غارت ہو گئے۔ دیکھو مصر مفتوح ہو گیا
اور میرے شیعہ وہاں قتل کر دئے گئے۔ پھر ایک
نوشتہ تمھیں دیتا ہوں جو سوال تم نے کیا ہے
اس کا جواب اس نوشتہ میں ہوگا۔ تم اُسے میرے
شیعوں کو پڑھکر سنا دینا۔ پھر آپؑ نے ایک نوشتہ
اُن کے حوالہ فرمایا جس میں مندرج تھا......
.... جب آنحضرتؐ کی وفات ہوئی تو آپکے
بعد امر خلافت میں مسلمانوں کے مابین نزاع شروع
ہو گئی بخدا میرے دل میں یہ بات آتی ہی نہ تھی کہ
عرب امر خلافت کو مجھ سے ہٹا دیں گے مگر یہ دیکھکر
مجھ پر عالم حیرت طاری ہو گیا کہ لوگ بہت جلد ابوبکر
کی طرف متوجہ ہو گئے۔ یہ دیکھکر میں نے بیعت ابی بکر
سے ہاتھ روک لیا۔ اور میں یہ رائے رکھتا تھا
کہ جو شخص متولی امور ہوا ہے (یعنی ابوبکر) رسولؐ کی

Marfat.com

يدعون الى محو دين محمد وملة ابراهيم عليهما السلام فخشيت ان لم انصر الاسلام واهله ان ارى في الاسلام

جانشینی کا حق بہ نسبت اس کے مجھکو زیادہ ہے۔ پس اسی حالت میں رہا تا اینکہ میرے سامنے یہ نظر آگیا کہ مرتدین کے گروہ دین اسلام سے پھر گئے ہیں اور

لہ جناب امیرؑ کے اس ارشاد سے دو باتوں کا انکشاف ہوا۔ اول یہ کہ آپ نے ابو بکر صدیق کی بیعت اس لئے قبول نہیں فرمائی کہ آن کو خلافت کا زیادہ حقدار تصور فرماتے تھے۔ بلکہ اس کا سبب واقعی یہ تھا کہ اسلامی دنیا میں فتنہ ارتداد پیدا ہو گیا تھا۔ اگر اس موقع پر آپ ابو بکر کے خلاف علی جد وجہد فرماتے تو دین اسلام میں رخنہ پڑجاتا۔ اور بانی اسلام کی تمام کوششیں برباد ہو جاتیں۔ انصاف سے دیکھو جس بزرگ کا سینہ ہمدردی دین وملت سے بھرا ہوا ہو اور جس کی عرق ریزی جد وجہد سے دین اسلام کو نشو ونما نصیب ہوئی ہو اس سے سوا اس کے اور کیا توقع کر سکتے ہو کہ وہ کوئی ایسا طرز عمل اختیار نہ کریگا جو اسلام کی کمزوری اور مفسدین کی کامیابی کا باعث ہو سکے۔ لیکن اس کی اس مصالحانہ روش سے جو کہ محض مصلحت وقت کی بنا پر اختیار کیگئی تھی یہ نتیجہ حاصل نہیں کر سکتے کہ اس نے اپنے مقابل کو مستحق خلافت تصور کر لیا تھا۔ او بیعت واشتراک عمل کا سبب استحقاق خلافت وامامت کا بھی احساس واعتراف ہوا تھا۔ جو ہمارے دوست یہ خیال خام رکھتے ہوں کہ جناب امیرؑ خلیفہ اول کی خلافت کو حق سمجھتے تھے اسی سبب سے آپنے برضا ورغبت بیعت و اتحاد عمل کی روش اختیار فرمائی تھی۔ وہ حضرت کا یہ ارشاد عقل کی نگاہوں سے دیکھیں اور سمجھیں کہ اجماعی خلافت کے خلاف تلوار نہ کھینچنے کا واقعی سبب یہ نہ تھا کہ آپ اس کو برحق تصور فرماتے تھے۔ بلکہ اس کا سبب یہ تھا کہ اگر اس وقت خلافت کے معاملہ میں لڑائی چھیڑ دی جاتی تو ان جھگڑوں اور لڑائیوں سے ان لوگوں کو قوت پہونچتی جو فتنہ ارتداد میں مبتلا ہو کر دین اسلام کو مٹا دینا چاہتے تھے۔ آپنے اپنی بیعت کے اسی اصلی سبب کو ایک دوسرے موقع پر یوں بیان فرمایا ہے:۔

ان اللہ عز وجل لما قبض رسولہ قلنا نحن — جب حضرت رسول خدا نے دنیا سے رحلت فرمائی تو ہم نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷ پر)

Marfat.com

ثلماً وھدماً تکون المصیبة بہ علی اعظم من فوت ولایة امرکم التی انما ھی متاع ایام قلائل ثم یزول ما کان منھا کما یزول السراب فمشیت عند ذالک الی ابی بکر فبایعتہ ونھضت معہ فی تلک الاحداث حتی زھق الباطل وکانت کلمة اللہ ھی العلیا وان یرغم الکافرون فتولی ابوبکر تلک الامور وقارب واقتصد فصحبتہ مناصحا واطعتہ

دین محمدؐ و ملت ابراہیم علیہما السلام کو مٹا دینے کی طرف دعوت عام دے رہے ہیں تو مجھے خوف ہوا کہ اگر میں نے اسوقت میں اسلام اور مسلمانوں کی امداد نہ کی تو مجھے اسلام میں رخنہ پڑنے اور اس عمارت کے منہدم ہوجانے کا منظر دیکھنا پڑے گا۔ اور اسکی مصیبت میرے لئے اس عمارت و حکومت سے عظیم تر ہوگی جو کہ متاع چند روزہ اور سراب کی طرح زائل ہوجانے والی ہے۔ (یہ سوچکر) میں ابوبکر کے پاس گیا اور بیعت کرکے ان نئے فتنوں کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶) اھلہ واولیائہ لاینازعنا سلطانہ احد فابی علینا قومنا فولوا غیرنا وایم اللہ لولا مخافة الفرقة وان یعودوا الکفر ویبور الدین لغیرنا فصبرنا علی بعض الالم الخ

(استیعاب ابن عبدالبر جلد ۱ صفحہ ۱۸۲)

کہا کہ ہم آپ کے اہلبیت و اولیاء ہیں لہذا آپکی سلطنت کے معاملہ میں ہم سے کوئی نزاع نہیں کریگا۔ مگر ہماری قوم ہم سے مخالف ہوگئی اور اس نے غیر کو والی اور خلیفہ رسولؐ بنا دیا۔ خدا کی قسم اگر قوم میں تفرقہ پڑ جانے کفر کے لوٹ آنے، دین کے تباہ ہوجانے کا ڈر نہ ہوتا تو ہم ان کے منصوبوں کو الٹ پلٹ کرکے رہتے مگر اسی خوف سے ہم نے صبر اختیار کیا۔

امیرالمومنینؑ کے ان صاف اور صریح بیانات کے دیکھنے کے بعد یہ خیال کسی طرح عقلمندی کا تقاضا نہیں ہوسکتا کہ آپ نے خلیفۂ اول کی خلافت کو برحق تسلیم کرلیا تھا۔ دوم یہ کہ حادثۂ وفات رسولؐ کے واقع ہوتے ہی صحابیت کی دنیا میں فتنۂ ارتداد پیدا ہوگیا۔ مسلمان الٹے پاؤں کفر و الحاد کیطرف

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸ پر)

فیما اطاع اللہ فیہ جاھداً فلما احتضر
بعث الی عمر فولاہ فسمعنا واطعنا
وبایعنا وناصحنا فتولی تلک
الامور فکان مرضی السیرۃ و
میمون النقیبۃ ایام حیاتہ الخ
(امامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲۰)

کچھلے میں میں نے ان کا ساتھ دیا یہانتک کہ باطل
مٹ گیا اور خدا کا بول بالا کفار کے علی الرغم ہو کر
رہا۔ پس ابوبکر ہی امور خلافت کے والی و متصرف ہوئے
اور توفیق ربانی سے ان کو سہولت امور اور
سداد و استقامت نصیب ہوتی رہی اور وہ
افراط و تفریط سے بچتے اور جادۂ عدل و اقتصاد پر چلتے
رہے ہیں۔ میں نے مخلصانہ عنوان سے ان کا ساتھ دیا۔ اور ان باتوں میں ان
کا مطیع رہا جن میں انھوں نے خدا کی اطاعت کی جب ان کا وقت آخر آپہونچا تو عالت
احتضار میں عمر کو بلوایا اور والی و حاکم بنا دیا۔ ہم نے ان کی بھی بیعت اور اطاعت
کی۔ وہ زندگی بھر پسندیدہ سیرت اور نیک نفس رہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷) کی طرف واپس جانے لگے۔ اور دین اسلام کو مٹا دینے کی فکروں میں پڑ گئے۔ پس اگر اسی طرح جناب امیر کے ساتھ رہنے والوں میں سے ایک جماعت بھی آپ کے بعد نام نہاد تشیع سے منحرف ہوگئی تو وجہ تعجب کیا ہوگی۔ اور ان کی اس بدبختی کو خالص شیعیان علیؑ ابن ابیطالبؑ سے الزام لگانے کا ذریعہ قرار دینا کسطرح حق بجانب تصور کیا جاسکتا ہے۔ اگر افراط تعصب نے قوت عقل کو مغلوب نہ کرلیا ہو تو یہ سمجھنا کچھ دشوار نہیں ہوگا کہ اس قسم کے الزامات کو اختراع کرنا مخالفین اسلام کو اس کا نادر موقع دیتا ہے کہ عہد رسالت کے بعد مرتد ہو جانیوالوں کی روش سے سچے مسلمانوں کے خلاف اعتراضات والزامات کی بوچھار شروع کردیں اگر سواد اعظم کے سامنے یہ الزام پیش کیا جائے کہ تمھاری اسلامیت کی حقیقت بس اتنی ہے کہ تم نے بانی اسلام کی وفات کے بعد ہی دین و مذہب کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کردینے کی کوشش شروع کردیں۔ بانی اسلام ..... کے بعد چند روز بھی دین و ایمان پہ ثابت قدم نہ رہ سکے تو اس الزام کا کیا جواب دیا جائیگا۔ اور جو کچھ اس الزام کے جواب میں کہا جائیگا وہی جواب مخلص شیعوں کی طرف سے بھی قبول کرلینا چاہئے۔ چونکہ الزام کی نوعیت ایک ہے لہذا جواب بھی ایک ہی ہوگا۔ ۱۲۔

Marfat.com

اس تاریخی شہادت سے ظاہر ہوا کہ حجر بن عدی اور عمرو بن الحمق وعبداللہ بن وہب الراسبی جیسے صحابہ حضرات شیخین کے باب میں جناب امیرؑ سے اظہار خیال کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اس کے دو ہی سبب ہو سکتے ہیں۔ یا تو یہ لوگ خود معتقد و مرید شیخین تھے اور جناب امیرؑ کی جانب سے مطمئن نہ تھے کہ آپ کے خیالات اُن کے عقائد کے مطابق ہوں گے۔ یا حضرتؑ کے خیالات کے متعلق عامۃ الناس کو کچھ شک تھا۔ اور کوئی غلط فہمی پھیل رہی تھی۔ لہٰذا ان اصحاب کا مقصد یہ تھا کہ آپ شیخین کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار صاف طور سے کر دیں۔ تاکہ ان کی عام اشاعت کر کے عوام کی ہمدردی اور حمایت حاصل کی جائے مورخ ابن قتیبہ دینوری کے سابق بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اظہار رائے کا یہ مطالبہ اس وقت کیا گیا تھا جبکہ جناب امیر المومنینؑ جنگ خوارج سے فارغ ہو کر دوبارہ اہل شام پر فوج کشی کی تیاری کرنا چاہتے تھے۔ مقام نخیلہ میں نزول اجلال فرما کر تمام فوج کو یہ حکم عام دیا تھا کہ جنگ اہل شام کیلئے کمربستہ رہے۔ مگر فوج کی اخلاقی حالت اس درجہ خراب ہو چکی تھی کہ اس حکم عام کی طرف سے نہایت بے پروائی کی گئی۔ رفتہ رفتہ تمام سپاہی اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ پچاس افر مخلص جاں نثاروں کے سوا سب نے ساتھ چھوڑ دیا جب حضرت نے اس حالت کا مشاہدہ فرمایا تو نہایت ملول و شکستہ خاطر ہوئے۔ اور ایک دن اہل کوفہ کو جمع کر کے نہایت پر زور خطبہ ارشاد فرمایا جس میں ان لوگوں کی سخت ملامت فرمائی خطبہ ختم ہونے کے بعد ابوایوب انصاری نے لوگوں سے خطاب کیا۔ اور کہا:۔

ان امیر المومنین اکرمہ اللہ قد	بے شک امیر المومنینؑ نے کلام حق سنا دیا اس
اسمع من کانت لہ اذن واعیۃ	شخص کو جو سننے والا کان اور یاد رکھنے والا دل
وقلب حفیظ ان اللہ قد اکرمکم	رکھتا ہے۔ خدا نے ان کے وسیلہ سے تمہیں

Marfat.com

به كرامة ما قبلتموها حق قبولها
حيث نزل بين اظهركم ابن عم رسول
الله وخير المسلمين وافضلهم وسيدهم
بعده يفقهكم في الدين ويدعوكم
الى جهاد المحلين فوالله لكانكم صم
لا تسمعون وقلوبكم غلف مطبوع
عليها فلا تستجيبون عباد الله اليس
انما عهدكم بالجور والعدوان
امس وقد شمل العباد وشاع في
الاسلام فذو حق محروم ومشتوم
عرضه ومضروب ظهره وملطوم
وجهه وموطوء بطنه و
ملقى بالعراء فلما جاءكم امير المؤمنين
صدع بالحق ونشر العدل وعمل
بالكتاب فاشكروا نعمة الله عليكم
ولا تتولوا مجرمين ولا تكونوا كالذين
قالوا سمعنا وهم لا يسمعون الخ

(امامۃ وسیاست ص ۱۲۸ مطبوعہ مصر)

کرامت عطا فرمائی مگر تم نے جیسا چاہیے اس کو
قبول نہ کیا۔ تمہارے درمیان وہ شخص وارد ہوا جو
رسول کا بھائی اور تمام مسلمین میں بہتر و برتر
اور رسول کے بعد ان کا سردار ہے۔ وہ تمکو دینی
باتیں تعلیم کرتا ہے۔ اور (حرام) کو حلال کرلینے
والوں کے ساتھ جہاد کرنے کی دعوت دیتا ہے
پس خدا کی قسم گویا بہرے ہو کہ کچھ سنتے ہی نہیں
اور تمہارے دل پر پردے پڑے ہوئے
ہیں۔ مہر لگی ہوئی ہے۔ جس سے ان کی دعوت
قبول نہیں کرتے۔ بندگان خدا کیا ابھی
یہ کل کی بات نہیں کہ تم ظلم و جور میں بسر کر رہے
تھے؟ اور وہ (ظلم و جور) تمام بندگان خدا کو
شامل تھا۔ اور اسلام میں عام طور سے پھیلا
ہوا تھا۔ حقدار محروم تھا۔ اس کی آبرو برباد
کی جاتی تھی۔ اس کی پیٹھ پر مار پڑتی تھی اور اس
کے چہرے پر طمانچے لگائے جاتے تھے اور اس کا پیٹ
روندا جاتا تھا۔ اور چٹیل میدان میں پڑا رہتا
تھا۔ پس جب امیر المومنین تمہارے درمیان
تشریف لائے تو آپ نے حق کو عام کر دیا۔ عدل و انصاف کو پھیلا دیا۔ اور

کتاب خدا پر عمل کیا۔ پس خدا کی یہ نعمت جو تم کو ملی ہے اس پر شکر خدا کرو اور منہ پھیر (کفران نعمت کے) مجرم نہ ہو۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو کہتے ہیں کہ ہم نے سنا۔ مگر درحقیقت وہ سنتے ہی نہیں۔"

ان تمام پر جوش تقریروں کے باوجود کوفیوں کی بے حسی اور پست ہمتی بدستور رہی اور کوئی ایسی فوج مرتب نہ ہو سکی جو اہل شام کے مقابلہ میں لائی جا سکتی۔ یہ باتیں مذکورۂ بالا وجہوں میں سے آخری وجہ کی موید ہو سکتی ہیں۔ اور اس خیال کی صحت کیلئے قوی قرینہ بن سکتی ہیں کہ ایسے عام بدنظمی وانتشار واختلاف کے موقع پر صحابہ ذوی الاحترام کا مذکورہ بالا مطالبہ اسی غرض تھا کہ اس تدبیر سے عوام کی دلجوئی کر کے ہمدردی وحمایت حاصل کی جائے۔ اور دلدادگان اصول اجماع وشوریٰ کو ان کے واصفین کے متعلق جناب امیرؑ کے خیالات سنا کر اتحاد واجماع کی راہ پر لگا دیا جائے۔ مندرجہ بالا تحریری بیان میں حضرتؑ کا یہ حکم کہ۔ اسے لیجا کر میرے شیعوں کے مجمع میں پڑھو۔ اسی خیال کی پوری تائید کرتا ہے۔ جو کچھ بھی ہو۔ بہر صورت جناب امیرؑ کے بیان کا وہ حصہ جس میں شیخین کی شان میں اظہار خیال فرمایا ہے صاف ظاہر کر رہا ہے کہ جو لوگ اوس کے مخاطب تھے اور جنکو آپ نے "شیعتی" کا لقب عطا فرمایا تھا ہرگز وہ روافض کیطرح تبرائی مذہب کے پیرو نہ تھے۔ بلکہ بفضل خدا شیخین کے ارادتمندوں میں داخل تھے۔ اور ان کے مناقب ومدائح کے جان ودل سے خریدار تھے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے بیانات رافضی کے لئے باعث خنکی چشم ہرگز نہیں ہو سکتے تھے۔ اور اس تدبیر سے ان کے مرض کا علاج ممکن نہیں تھا۔ لہذا اگر اہل کوفہ رافضی ہوتے تو اس عام بددلی کے موقع پر ان مناقب ومدائح کی عام اشاعت روش تدبیر ومصلحت بینی کے سراسر خلاف ہوتی۔ الغرض حضرات شیخین کے

Marfat.com

متعلق اظہار خیال کا مطالبہ اور اس کی عام اشاعت کیلئے جناب امیرؑ کا یہ حکم ثابت کر رہا ہے کہ آپ ایک ایسے ماحول میں بسر فرما رہے تھے کہ جہاں مدائح و مناقب شیخین کے نشر و اشاعت کی ضرورت تھی۔ عامۃ الناس کے عقائد و جذبات اسی کا اقتضا کر رہے تھے۔ پھر کیا اس کھلی ہوئی شہادت کے بعد بھی یہ کہتے رہنا کہ اہل کوفہ رافضی مشرب تھے ایک مجنونانہ تخیل پر مبنی سمجھا جائیگا۔

دوسری شہادت:۔ جنگ جمل کے موقع پر طلحہ و زبیر کے مقابلہ میں اہل کوفہ کی تائید و حمایت حاصل کرنے کیلئے جناب امیر المومنینؑ نے امام حسن علیہ السلام اور عمار یاسر کو بھیجا تھا۔ یہ حضرات مسجد کوفہ میں آئے اور مجمع عام کے روبرو بہت سی موافق و مخالف تقریریں ہوئیں۔ ان کے تذکرہ کے ذیل میں مورخ طبری لکھتے ہیں۔ جلد پنجم ص ۱۸۹

وقام الاشتر فذکر الجاهلیة و شدتها والاسلام ورخائه وذکر عثمان فقام الیه المقطع بن الهیثم بن فجیع العامری فقال اسکت قبحك الله کلب خلی والنباح فثار الناس فاجلسوه وقام المقطع فقال انا والله لا نحتمل بعدها ان یبوء احد بذکر احد من ائمتنا۔

مالک اشتر کھڑے ہوئے اور انھوں نے زمانہ جاہلیت اور اس کی سختیوں اور اسلام اور اسکی خوشحالیوں کا تذکرہ کیا اور (اسی سلسلہ میں) حضرت عثمان کا تذکرہ (کچھ نامناسب) کیا اس پر مقطع بن الھیثم اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ یہ کتا بھونکنے کیلئے چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس کلام سے لوگوں میں شورش برپا ہوگئی اور سب نے مالک اشتر کو بٹھا دیا۔ مقطع نے پھر یہ کہا کہ اب اس وقت کے بعد ہم ہرگز یہ برداشت نہیں کرینگے کہ کوئی شخص ہمارے اماموں میں کسی کا تذکرہ یوں کرے۔

حضرت عثمان کی مخالفت میں مالک اشتر کی تقریر نے کسطرح عام شورش برپا کر دی اور مقطع

Marfat.com

بن الهیثم نے حاضرین کے نمائندہ کی حیثیت سے جو کچھ کہا اس سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اہل کوفہ کی مذہبی طبیعت کیا تھی اور وہ کس قسم کے عقائد و جذبات رکھتے تھے۔ ہر شخص بشرطیکہ دشمن عقل و فہم نہ ہو یہ باور کر سکتا ہے کہ جو لوگ حضرات شیخین تو کیا حضرت عثمان کے خلاف بھی کسی نکتہ چینی کو سننا گوارہ نہ کر سکتے ہوں وہ نہایت راسخ العقیدہ سنی رہے ہوں گے ان کے دل و دماغ کو رافضیت کی ہوا بھی نہ لگی ہوگی۔ پھر کس بنا پر یہ تخیل درست ہو سکتا ہے کہ یہی پیروان خلفائے ثلاثہ جنگ جمل وغیرہ کے مواقع میں چند روز حضرت امیرؑ کا ساتھ دینے ہوئے برسوں کے جمے ہوئے عقائد و جذبات سے دست بردار ہو کر رافضیت اور حقیقی تشیع کے دائرہ میں آ گئے ہوں گے اور اس کا امکان بھی تسلیم کر لیا جائے تو محض امکان کا تسلیم کر لینا اس مقام پر کیا فائدہ دے سکتا ہے جب تک اس ممکن کے واقع ہونے کا ثبوت بھی تاریخی بیانات سے پیش نہ کیا جائے۔ آخر اس کے ثبوت کیلئے کون سی معتبر شہادت پیش کی جا سکتی ہے کہ اہل کوفہ نے سنی مشرب کی پیروی سے استعفا دیکر وہ تشیع اختیار کر لیا تھا جو رافضیت کا دوسرا نام ہے؟ ہاں اگر یہ کہا جائے تو ایک حد تک درست ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ طلحہ و زبیر یا معاویہ کے مقابلہ میں شیعہ تھے۔ اور حضرات شیخین کے مقابلہ میں کٹر سنی۔ اور طلحہ و زبیر وغیرہما کے مقابلہ میں بھی ان کا تشیع اس قدر سے باور کیا جا سکتا ہے کہ محض حق شناسی کی بنا پر جناب امیرؑ کا ساتھ دینا ثابت ہو جائے۔ حالانکہ اس کا ثبوت نہایت دشوار ہے کیونکہ اوراق تاریخ میں ایسی شہادتیں موجود ہیں جن سے بے عذر یہ باور کر لیا جا سکتا ہے کہ امیر المومنینؑ کے گرد و پیش زیادہ تر انھیں سیم و زر کے بندوں کا مجمع تھا جو محض دنیوی فوائد کی طمع میں آپ کے ساتھ ہو گئے۔ جب یہ رنگ دیکھا کہ ایک طرف امیر شام کے مقاصد کی تائید کرنے والوں پر مال و زر کی بارش ہو رہی ہے اور دوسری جانب رسولؐ عربی کا حقیقی

Marfat.com

جانشین آپکی سیرت عدل و تقوی کی نہایت سختی سے پیروی کر رہا ہے اور مال خدا کو اپنا اقتدار جمانے کا ذریعہ قرار دینا نہیں چاہتا۔ تو رفتہ رفتہ عمائد و اشراف سے تشیع کا ظاہری و عارضی رنگ اڑنے لگا۔ اور اسی اصلی رنگ کی جھلک نظر آنے لگی جو مرور زمانہ سے اُن کے خمیر میں پیوست ہو چکا تھا۔ ظاہری حمایت و طرفداری کی روش بدلنے لگی اور بہت جلد یہ حقیقت کھل گئی کہ ہزاروں لاکھوں خود غرض و مطلب پرست اشخاص کے زمرہ میں خالص شیعہ کتنے تھے؟ میرے اس کلام کی تائید کے لئے ابن قتیبہ دینوری کا بیان کافی ہے کہ جنگ خوارج کے بعد جب اہل کوفہ کو جنگ اہل شام کیلئے آمادہ کرنے کی غرض سے پرجوش تقریریں ہو رہی تھیں اسی اثناء میں امیرالمومنینؑ کے چند اصحاب باوفا نے اٹھکر یہ کہا :-

یا امیرالمومنین اعط هولاء هذه	امیرالمومنینؑ! آپ یہ اموال ان لوگوں کو عطا
الاموال وفضل هولاء الاشراف	کر دیجئے اور عرب و قریش کے ان سرداروں کو جنکی
من العرب وقریش ممن تخوف خلافه	طرف سے مخالفت اور جدائی کا خوف ہو سکتا ہے
علی الناس وفراقه وانما قالوا له هذا	پست طبقہ کے افراد سے ممتاز و افضل قرار دیجئے۔ یہ بات
الذی کان معاویة یصنعه بمن اتاه	ان لوگوں نے کہی اس کی بنا یہ تھی کہ امیر معاویہ اپنے
وانما عامة الناس همهم الدنیا	پاس آنے والوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے تھے
ولها یسعون وفیها یکدحون فاعط	اور کھلی بات ہے کہ عوام ناس کی مراد بس دنیا
هؤلاء الاشراف فاذا استقام لك	ہوتی ہے اسی کیلئے کوششیں کرتے اور مشقتیں جھیلتے
ما ترید عدت الی احسن ما کنت	ہیں بس ان اشراف عرب کو زیادہ مال از رعطا
علیه من القسم فقال علیؑ اتامرونی	فرمائے جب آپ کو اپنے مقاصد میں کامیابی
ان اطلب النصر بالجور فیمن ولیت	ہو جائیگی تو پھر تقسیم کا وہی بہتر سے بہتر طریقہ اختیار

Marfat.com

علیہ من الاسلام فواللہ لا افعل ذالک مالاح فی السماء نجم واللہ لوکان لی مال لسویت بینہم فکیف وانما ھی اموالھم - (امامت والسیاستہ ص۱۲۹)

کر لیجئے گا جو اب تک رہا ہے - امیر المومنین نے فرمایا کیا تم مجھے یہ صلاح دیتے ہو کہ میں لوگوں کی امداد رعایا پر ظلم و جور کر کے حاصل کروں - خدا کی قسم میں تو ایسا طریقہ کبھی اختیار نہیں کر سکتا جب تک کہ آسمان پر ایک ستارہ بھی چمکتا ہے - بخدا اگر میرا ذاتی مال ہوتا تو اس کو بھی ان لوگوں کے درمیان مساوات ہی کے طریقہ پر تقسیم کرتا - پھر ان اموال میں عدل و مساوات کے خلاف کیونکر کر سکتا ہوں - جو کہ انھیں کی ملکیت ہے - "

تیسری شہادت :- عن شعیب عن سیف عن محمد وطلحۃ قال ماجاءت وفود اھل البصرۃ الی الکوفۃ ورجع القعقاع من عند ام المومنین وطلحۃ والزبیر بمثل رایھم جمع علی الناس ثم قام علی الغرائر فحمد اللہ عزوجل واثنی علیہ وصلی علی النبی صلعم وذکر الجاھلیۃ وشقاھا والاسلام والسعادۃ وانعام اللہ علی الامۃ بالجماعۃ بالخلیفۃ بعد رسول اللہ صلعم ثم الذی یلیہ ثم الذی یلیہ الخ (طبری جلد ۵ ص۱۹۴)

یعنی محمد و طلحہ کا بیان ہے کہ جب اہل بصرہ کے وفود کوفہ کی طرف آئے اور قعقاع ام المومنین عائشہ اور طلحہ و زبیر کے پاس سے واپس آئے تو علی بن ابیطالب نے لوگوں کو جمع کر کے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں خدا کی حمد و ثنا اور رسول پر درود و سلام بھیجنے کے بعد جاہلیت اور اسکی بدبختیوں اور اسلام اور اس کی سعادتوں کو بیان فرمایا اور اس انعام خداوندی کا تذکرہ کیا کہ بعد رسول ؐ اس نے خلیفہ (حضرت ابوبکر) پھر یکے بعد دیگرے دوسرے خلفاء (عمر و عثمان) کے ذریعہ سے امت کو جماعت و شیرازہ بندی عطا فرمائی۔

اس خطبہ میں جناب امیرؑ نے اپنے اصحاب انصار کے سامنے نہایت صریح الفاظ میں فرمایا کہ خلفائے ثلاثہ کے ذریعہ سے اس نے مسلمانوں کو جماعت و شیرازہ بندی کی نعمت عطا فرمائی۔ اس کلام کا خلفائے ثلاثہ کی مدح و ثنا اور ان کی خلافتوں کی عظمت و اہمیت کے تذکرہ پر شامل ہونا ظاہر ہے۔ لہٰذا باور کرنا پڑے گا کہ یہ تقریر اسی مجمع کے سامنے کی گئی ہوگی جو حضرات خلفائے ثلاثہ سے خلوص و عقیدت رکھتا تھا۔ اور یہ الفاظ اسی فضا میں دہن مبارک سے نکلے ہوں گے جو حضرات خلفاء کی انتہائی مدح و ثنا کیلئے بالکل موافق تھی۔ اس کے بعد بھی اگر اصحاب و انصار امیرالمومنینؑ کی اکثریت پر تشیع کا دھوکا ہو تو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ نظر عقل کا قصور ہے۔

چوتھی شہادت:۔ مورخ طبری کا بیان ہے کہ امیرالمومنینؑ کے مندرجہ بالا خطبہ کے بعد علیا بن الہیثم و عدی بن حاتم و مالک اشتر وغیرہم نے ایک بزم شوریٰ قائم کی جس میں وہ لوگ شریک ہوئے جنھوں نے قتل عثمان میں حصہ لیا تھا۔ ان کے قاتلوں کے افعال کو رضامندی و استحسان کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اس اجتماع کا سبب یہ تھا کہ حضرتؑ نے آخر خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا کہ "میں کل بصرہ کیجانب کوچ کروں گا تم لوگ بھی ساتھ چلنے کیلئے تیار رہو مگر قاتلان عثمان یا ان لوگوں کی امداد کرنے والے میرے ساتھ نہ چلیں" اس ارشاد سے لوگوں کے دلوں میں اپنے مستقبل کیطرف سے بے اطمینانی پیدا ہو گئی تھی اون کو یہ خوف تھا کہ اگر امیرالمومنینؑ اور طلحہ و زبیر کے درمیان صلح ٹھہری تو ان لوگوں کا انجام اچھا نہ ہوگا کیونکہ قرارداد صلح لامحالہ یہی ہوگی کہ قاتلان عثمان اپنے کیفر کردار کو پہنچا دئے جائیں۔ غرض اس بزم شوریٰ میں شرکا نے اپنے مستقبل پر غور کرنا شروع کیا۔ متعدد مقررین نے اپنی اپنی رایوں کا اظہار کیا منجملہ ان کے مالک اشتر نے اپنی رائے کا اظہار مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا:۔

Marfat.com

اما طلحة والزبیر فقد عرفنا امرهما
واما علی فلم نعرف امره حتی کان
الیوم ورأی الناس فینا واللہ واحد
وان یصلحوا وعلی فعلی دماءنا
فهلموا فلنتواثب علی علی فنلحقه
بعثمان الخ (طبری جلد ۵ ص ۱۹۵)

یعنی طلحہ و زبیر کی روش تو ہم کو معلوم ہو گئی ہے مگر
علی کا خیال آجتک ہم پر ظاہر نہ ہوا۔ بجز اتمام
لوگوں کی رائے ہماری بابت ایک ہی ہے اگر
علی و طلحہ و زبیر کے درمیان صلح ٹھہری تو ہمارے
خون ہی پر ٹھہرے گی (یعنی صلح میں یہی طے پائے
گا کہ ہم سے قتل عثمان کا انتقام لیا جائے)

اس لئے آؤ علی پر ٹوٹ پڑیں اور ان کو بھی عثمان سے ملحق کر دیں۔"

بعض اس تقریر کے الفاظ صاف ظاہر کر رہے ہیں کہ وہ کوفی سردار جو بیعت کرنے میں سب سے آگے تھے ان کے تشیع اور دین وایمان کی حقیقت بس اسی قدر تھی کہ قتل امیر المومنین کا شدید محض اس بنا پر دیر سے تھے کہ آپ نے قاتلان عثمان کو ہمراہ رکاب بصرہ جانے سے روکدیا۔ تنہا کیا اس سے یہ اصلیت ظاہر نہیں ہوتی کہ کوفی سرداروں نے رافضی عقائد و نظریات کے ماتحت حضرت علی کی خلافت تسلیم نہیں کی تھی۔ بلکہ اس نصب العین کے ماتحت تسلیم کی تھی کہ اگر کوئی فتنہ کھڑا ہو تو اس کے شعلوں سے بچنے کا ذریعہ ہاتھ آجائے۔ جب بعد میں امیر المومنین کا رویہ جنگ جمل کے موقع پر ان کی نگاہوں میں مشتبہ نظر آیا تو آپ کے قتل کے منصوبے باندھنے لگے۔ کیا یہ تاریخی شہادت باہم حضرات کے روبرو یہ باور کرنے کیلئے کافی وجوہ پیش نہیں

ہ میرا کلام اس موقع پر الزام کی حیثیت رکھتا ہے۔ یعنی چونکہ اصحاب جناب امیر کے متعلق خود اہلسنت کے بڑے بڑے مورخین اسی قسم کے واقعات بیان کر رہے ہیں تو ان کو یہ حق نہیں پہنچ سکتا کہ ایسے اشخاص کو شیعہ رافضی کہیں۔ ورنہ مالک اشتر جیسے منتخب اصحاب کی بابت شیعوں کا عقیدہ بھی ہے کہ تبرائی مذہب کے پیرو تھے۔ مگر ان کی تعداد بہت کم تھی۔ ۱۲

Marfat.com

کرلی کہ جناب امیرؑ کے گرد ایسے ہی لوگوں کا مجمع تھا جو خلافتوں کا بنانا بگاڑنا اپنے ہاتھوں کا معمولی کرشمہ تصور کرتے تھے نہ کہ قدرت کی نظر انتخاب کا وہ مخصوص کارنامہ جس میں ان کے اختیار وارادہ کو مطلق دخل نہیں ہو سکتا ؟ کیا اہلسنت کا عقیدۂ اہل کوفہ کے اس تخیل سے کچھ اختلاف رکھتا ہے۔ اور کیا ایوان سقیفہ بنی ساعدہ کی خلافت کانفرنس کے دن سے آج تک یہی نظریہ اُن کا بنیاد مذہب نہیں ہے۔ ؟

پانچویں شہادت :۔ مورخ طبری لکھتے ہیں :۔ (جلد ۶ ص ۳۱)

عن الزھری قال قال صعصعۃ بن صوحان یوم صفین حین رأی الناس یتبارون الا اسمعوا واعقلوا تعلمن واللہ لئن ظھر علیؑ لیکونن مثل ابی بکر وعمر و ان ظھر معاویۃ لایقر لقائل بقول حق ۔	خلاصہ اس کلام کا یہ ہے کہ صعصعہ بن صوحان نے بروز صفین اہل کوفہ سے خطاب کیا اور کہا کہ سنو اور سمجھو۔ اگر علیؑ ابن ابیطالبؑ کو غلبہ حاصل ہوا تو وہ مثل ونظیر ابوبکر وعمر کے ثابت ہوں گے اور اگر معاویہ غالب ہوئے تو وہ کسی حق گو کی کوئی بات نہ مانیں گے۔،،

دیکھو صعصعہ[1] بن صوحان اصحاب وانصار امیر المومنینؑ کے زمرہ میں بلند پایہ و ممتاز شخصیت رکھتے تھے۔ وہ کوفیوں سے خطاب فرما رہے ہیں کہ سن رکھو اگر علیؑ کو غلبہ حاصل ہوا تو وہ رفتار وکردار میں ابوبکر وعمر کے مثل ونظیر ثابت ہوں گے۔ ہر صاحب ہوش و حواس یہ مان لینے پر مجبور ہو گا کہ مثل ونظیر ابوبکر وعمر ہونے اور ان حضرات کی روش اور سیرت

---

[1] حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ :۔ کان مسلماً علی عہد رسول اللہ لم یلقہ ولم یرہ... کان سیداً من سادات قومہ عبد القیس وکان فصیحاً خطیباً عاقلاً لبیباً دیناً فاضلاً

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹ پر)

پر چلنے کا مژدہ ایسے ہی لوگوں کو سنایا گیا ہوگا جو اُن بزرگانِ دین سے خلوصِ عقیدت اور حسنِ ظن رکھتے اور اُن کی سیرتوں کو شرعی حیثیت دیتے ہوئے اس کی تمنا رکھتے ہوں گے کہ اُن کے آیندہ حکمراں بھی انھیں سیرتوں پر مثلِ احکامِ خدا و رسولؐ کاربند رہیں۔ اور یہ وعدہ اُن سے اسی غرض سے کیا گیا ہوگا کہ حضرات شیخین کی سیرتوں پر عمل کیے جانے کی جو ہمت افزا توجیہ بن کر اُن کی مردہ ہمتوں میں جان پڑ جائیگی۔ اور اطاعت و حمایت امیر المومنینؑ کے معاملہ میں جو عام سرد مہری و پست ہمتی ظاہر ہو رہی ہے اس کا ازالہ ہو جائیگا۔ ضرورت تھی یہ عرض کرنے پر مجبور کر رہی ہے کہ شیعۂ امامیہ کی جماعت حضرات شیخین کی نیاز مندی و عقیدت مندی تو رکھتی مگر اس کی نیاز مندی و عقیدت مندی کی نوعیت مذکورہ بالا خوش اعتقادی سے بہت کچھ مختلف ہے۔ اس کے نزدیک شیخین کی سیرت کو کوئی شرعی حیثیت اور دینی اہمیت حاصل نہیں جس پر عمل کرنے کی اپنے حکمرانوں سے تمنا رکھتی ہو اور نہ اس کی امید ہو سکتی کہ سیرۃ [illegible]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸) بلغنا یعد فی اصحاب علی رضی اللہ عنہ یعنی شہادت میں مسلمان ہو چکے تھے مگر شرفِ صحبتِ رسولؐ حاصل نہ ہو سکا ...... اپنی قوم عبد القیس کے سرداروں میں تھے فصیح خطیب عاقل چرب زبان دیندار اور اصل بلیغ تھے۔ اصحاب علیؑ میں شمار کیے جاتے تھے۔ ان فضائل و مناقب کے ساتھ لکھتے ہیں:۔

وهذا هو القائل لعمر بن الخطاب حين قسم
المال الذي بعث اليه ابو موسى وكان
الف الف درهم وفضلت منه فضلة فاختلفوا
عليه حيث يضعها فقام خطيبا فحمد الله
واثنى عليه وقال ايها الناس

یعنی ایک مرتبہ یہ اتفاق ہوا کہ ابو موسیٰ کا بھیجا ہوا مال
جس کی مقدار ایک لاکھ درہم تھی حضرت عمرؓ نے مسلمانوں
میں تقسیم کیا۔ اس میں سے کچھ بچ گیا جس کی بابت
اختلاف شروع ہو گیا کہ کہاں صرف کیا جائے تو [illegible]
خوانی شروع کر دی اور بعد حمد و ثنا ارشاد کیا
(بقیہ صفحہ ۵۰)

Marfat.com

حقیقی جانشین حکمرانی کے طریقوں میں جتنا ابوبکرؓ و عمرؓ کے مثل و نظیر ثابت ہوں بلکہ ایسے حکمراں جو سیرت شیخین کے پابند اور رفتار و کردار میں ان کے مثل و نظیر ہوں۔ اس فرقہ کے عقائد کے بموجب تشیعہ برحق تسلیم ہی نہیں کئے جا سکتے۔

مختصر یہ کہ صعصعہ بن صوحان کا کلام اس حقیقت کو واضح کر دینے کیلئے کافی ہے کہ اہل کوفہ حضرات شیخین کے مخلص پیرو تھے۔ رافضی متشدد ہرگز نہ تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ سیرت مثل و نظیر شیخین ہونے کا تذکرہ سنتے ہی چراغ پا ہو جاتے۔ اور ایسی کھری کھری سنانے لگتے کہ خدا کی پناہ۔

(بقیہ صفحہ ۴۹)

قد بقیت بکم فضلة بعد حقوق الناس فما تقولون فیہا فقام صعصعہ بن صوحان وھو غلام شباب فقال یا امیر المومنین انما تشاور الناس فیما لم ینزل اللہ فیہ قرآنا واما ما انزل اللہ بہ القرآن ووضعہ مواضعہ فضعہ فی مواضعہ التی وضعہ اللہ تعالیٰ فیہا فقال صدقت انت منی و انا منک فقسمہ بین المسلمین۔

لوگو! مسلمانوں کے حقوق کو ادا کر دینے کے بعد کچھ مال بچ گیا ہے اس کی بابت کیا کہتے ہو؟ صعصعہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ امیر المومنین مشورہ لوگوں سے فقط ان امور میں کیا کیجئے جن کا کوئی حکم قرآن میں نہ ہو۔ رہا وہ امر کہ جس کا حکم قرآن میں موجود ہے اور خدا نے اسکی جگہیں معین کر دی ہیں اسکی بابت مشورہ کیا؟ انہیں مواضع میں اس کو رکھئے جو خدا نے اس کے لئے معین کر دی ہیں۔ یہ کلام سنکر حضرت شیر نے کہا تم سچ کہتے ہو۔ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ پھر وہ مال کو بھی مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔" اس روایت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خلافت مآب کو احکام قرآنی پر کتنا عبور تھا۔ اور معمولی سی معمولی معاملہ میں بھی حکم قرآنی کے مطابق عمل کرنے میں دائرہ علم کے سمندر کتنے کی بجز سی کتنی مشکلات پیش آیا کرتی تھیں جو بجز طویل و عریض خطبہ خوانی کے حل نہ ہو سکتی تھیں۔

Marfat.com

یعنی شہادت بیعت امیر المومنینؑ کن اصول کے ماتحت واقع ہوئی

(۱) فاما اهل مصر فانهم كانوا يشتهون عليا واما اهل البصرة فانهم كانوا يشتهون طلحة واما اهل الكوفة فانهم كانوا يشتهون الزبير فخرجوا وهم على الخروج جميع وفي الناس شتى لا تشك كل فرقة الا ان الفلج معها وان امرها سيتم دون الاخريين الخ (طبری جلد ۵ صفحہ ۱۵۰)

(۲) قالوا وبقيت المدينة بعد قتل عثمان خمسة ايام واميرها الغافقي بن حرب يلتمسون من يجيبهم الى القيام بالامر فلا يجدونه يأتي المصريون عليا فيختبئ منهم ويلوذ بحيطان المدينة فاذا لقوه باعدهم وتبرأ منهم ومن مقالتهم مرة بعد مرة ويطلب الكوفيون الزبير فلا يجدونه فارسلوا اليه حيث هو رسلا فباعدهم وتبرأ من مقالتهم ويطلب البصريون طلحة فاذا لقيهم باعدهم

(۱) محصل عبارت یہ ہے کہ اہل مصر کی خواہش تھی کہ علیؑ کو خلیفہ بنائیں۔ اور اہل بصرہ طلحہ کو چاہتے تھے اور کوفیوں کا میلان خاطر زبیر کی جانب تھا۔ یہ لوگ حضرت عثمان کے خلاف خروج کرنے میں تو متفق تھے مگر اشخاص کے متعلق ایک نہ تھے۔ ہر گروہ کی خواہش جداگانہ تھی اور ہر فرقہ اس بات پر یقین کرتا تھا کہ کامیابی اسی کا حصہ ہوگی۔ اور اسی کا مقصود پورا ہوگا۔ دوسرے گروہ اپنے مقاصد میں ناکام رہ جائیں گے۔

(۲) لوگوں کا بیان ہے کہ شہر مدینہ پر قتل حضرت عثمان کے بعد پانچ دن تک غافقی بن حرب کی حکومت رہی۔ قاتلان عثمان ایسے شخص کی تلاش میں تھے جو خلافت و امارت کی ذمہ داری اپنے سر لے مگر کوئی ایسا شخص ان کو ملتا نہ تھا۔ اہل مصر علی ابن ابی طالب کی تلاش میں تھے تو وہ مدینہ کے باغوں میں روپوش ہو جاتے تھے۔ اور اگر ان سے ملاقات بھی ہوتی تو ان لوگوں سے اور ان کی باتوں سے بیزاری ظاہر کرتے تھے۔ کوفی لوگ زبیر کی تلاش میں تھے مگر ان کو نہ پاتے تھے۔ آخر ان لوگوں نے دریافت

Marfat.com

وتبرأ من مقالتهم مرة بعد مرة وكانوا مجتمعين على قتل عثمان مختلفين فيمن يهوون الخ (طبری جلد پنجم ص ۱۵۵)

اپنا پیام ان تک پہونچایا تو انہوں نے بھی ان لوگوں سے دور رہنا پسند کیا اور ان کی باتوں سے بیزاری ظاہر کی۔ اسی طرح اہل بصرہ طلحہ کی تلاش میں رہتے تھے۔ جب وہ مل جاتے تھے تو ان لوگوں سے دور رہنا ہی پسند کرتے تھے۔ اور بار بار ان کی باتوں سے بیزاری کا اظہار کرتے تھے۔ یہ تمام جماعتیں قتل عثمان کے بارے میں تو اتفاق و اتحاد خیال رکھتی تھیں۔ مگر ان کے جانشین کے معاملہ میں ہر ایک کی خواہش جداگانہ تھی۔"

جب ہر طرف سے مایوسی ہوئی تو اہل مصر و کوفہ نے خلافت قائم کرنے کی جو تدبیر اختیار کی وہ طبری کے مندرجہ ذیل بیانات سے معلوم ہوگی۔

(۱) قالا لما كان يوم الخميس على رأس خمسة ايام من مقتل عثمان جمعوا اهل المدينة فوجدوا سعدا والزبير خارجين ووجدوا طلحة في حائط له ووجدوا بني امية قد هربوا الامن لم يطق الهرب .... فلما اجتمع لهم اهل المدينة قال لهم اهل مصر انتم اهل الشورى وانتم تعقدون الامامة وامركم

(۲) ان دونوں شخصوں کا بیان ہے کہ قتل عثمان کے پانچویں دن جو کہ روز پنجشنبہ تھا۔ قاتلان عثمان نے مدینہ والوں کو جمع کیا۔ سعد اور زبیر مجمع سے خارج رہے اور طلحہ بھی اپنے باغ ہی میں رہے اور بنی امیہ بھی بھاگ گئے تھے۔ سوا ان لوگوں کے جو بھاگنے سے مجبور تھے .... جب اہل مدینہ مجتمع ہوئے ان سے اہل مصر نے کہا کہ تم صاحبان شوریٰ ہو امامت کا منعقد کرنا تمہارا ہی کام ہے۔ اور تمہارا امر

Marfat.com

بر على الامة فانظروا اجلا تنصبونه
في حكم نتبع فقال الجمهور علي بن ابيطالب
نحن به راضون - (طبری جلد ۵ ص ۱۵۶)

اُمّت پر نافذ ہو۔ پس کسی شخص کا انتخاب کرلو اور اسے امیر و خلیفہ بنادو۔ ہم اس بارے میں تمہارے تابع رہیں گے جمہور اہل مدینہ نے بالاتفاق کہا کہ ہم علی ابن ابی طالب کو پسند کرتے ہیں اور ان کی خلافت پر راضی ہیں۔"

ان قالوا فقالوا لهم دونكم يا اهل
المدينة فقد اجلناكم يومين فوالله
لئن لم تفرغوا لنقتلن غدا عليا
وطلحة والزبير واناسا كثيرا
فغشي الناس عليا فقالوا نبايعك فقد
ترى ما نزل بالاسلام وما ابتلينا
به من ذوي القربى فقال علي دعوني
والتمسوا غيري (طبری ص ۱۵۶)

(۲) قاتلانِ عثمان نے اہل مدینہ سے خطاب کیا کہ ہم تم لوگوں کو دو دن کی مہلت دیتے ہیں اور قسم کہتے ہیں کہ اگر تم نے خلیفہ کا مرحلہ طے نہ کیا تو ہم کل علیؓ و طلحہ و زبیر اور بہت سے دوسرے اشخاص کو قتل کر دیں گے۔ یہ سنکر اہل مدینہ علیؓ کے پاس آئے اور کہا کہ ہم لوگ آپ کے ہاتھوں پر بیعت کریں گے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ اسلام پر کون سی آفت آئی ہے اور ہم اپنے ذوی القربیٰ کے ہاتھوں کس مصیبت میں مبتلا ہو گئے ہیں علی بن ابی طالب نے جواب دیا کہ مجھے چھوڑ دو۔ کسی دوسرے شخص کو تلاش کر لو۔"

(۳) ابن قتیبہ نے کتاب الامامت والسیاست میں لکھا ہے:-

فقام الناس فاتوا عليا في داره فقالوا
نبايعك فمد يدك لا بد من
امير فانت احق بها فقال ليس ذلك

یعنی قاتلانِ عثمان حضرت علیؓ کی خدمت میں آئے اور عرض کی کہ ہم آپ کی بیعت کریں گے ہاتھ بڑھائیے۔ ایک امیر کا ہونا ضروری ہے

اليكم انما هو لاهل الشورى واهل البدر
فمن رضى به اهل الشورى واهل البدر
فهو الخليفة فنجتمع وننظر فى هذا
الامر فابى ان يبايعهم وانصرفوا
عنه وكلم بعضهم بعضا فقالوا يمضى
قتل عثمان فى الآفاق والبلاد فيسمعون
قتله ولا يسمعون انه بويع لاحد بعده
فيثور كل رجل منهم فى ناحية فلا نامنا
من ان يكون فى ذلك الفساد فارجعوا
الى على ولا تتركوه حتى يبايع فيسير
مع قتل عثمان بيعة على فيطمئن الناس
ويسكنون فرجعوا الى على وتردد
الاشتر النخعى فقال لعلى ابسط يدك
نبايعك فقال له ... قال لهم فقال
الاشتر والله لتمدن يدك
نبايعك او لنعصرن عليك عينيها
ثالثة ولم يزل به يكلمه ويخوفه
الفتنة ويذكر انه ليس احد يليه
فبسط يده فبايعه الاشتر ومن معه الخ
(تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ...)

آپ سب سے زیادہ اس منصب کے حقدار ہیں
حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ تمہارا کام نہیں ہے
اہل شوریٰ و اہل بدر کا کام ہے جس شخص پر
لوگ راضی ہو جائیں وہی خلیفہ ہوگا۔ لہذا
سب کو جمع ہو کے اس معاملہ میں غور کرنا چاہیے
یہ فرما کر آپ نے بیعت لینے سے انکار کر دیا۔
لوگ واپس ہوئے۔ اور آپس میں یہ گفتگو
کرنے لگے کہ قتل عثمان کی خبر بلاد و امصار میں پہونچے گی
لوگ اس خبر کو سنیں گے اور یہ نہ سنیں گے کہ بعد
عثمان کسی شخص کی بیعت کر لی گئی تو اس صورت
میں اطراف و جوانب کے لوگوں میں شورش
ہو جانے کا خطرہ ہے۔ ہر طرف سے ایک شخص اٹھ کھڑا
ہوگا۔ لہذا ہم اس صورت میں فتنہ و فساد برپا
ہو جانے کی طرف سے مطمئن نہیں ہیں۔ پس علیؑ
کے پاس واپس چلو۔ اور ان کو بیعت لینے پر
رضامند کئے بغیر نہ چھوڑو۔ اس سے یہ فائدہ
ہوگا کہ خبر قتل عثمان کے ساتھ ساتھ یہ خبر بھی پہنچ
جائیگی کہ علیؑ کے ہاتھوں پر بیعت واقع ہو گئی
لہذا لوگ مطمئن و ساکن رہیں گے۔ کوئی خلفشار

نہ پھیلے گا) پس وہ لوگ علیؑ بن ابیطالب کے پاس پھر آئے اور اشتر نخعی نے آپ سے کہا کہ اپنا ہاتھ بڑھائیے کہ ہم بیعت کریں۔ آپ نے اشتر سے بھی وہی باتیں کیں جو اس سے پہلے دوسروں سے فرما چکے تھے۔ اشتر نے جواب دیا کہ اس وقت بیعت قبول کر لیجئے ورنہ ابد میں یہ غنیمت وقت ہاتھ سے نکل جائیگا) اور اس تیسری دفعہ بھی آپ فشار میں مبتلا رہے۔ غرض اشتر کی تقریر جاری رہی۔ بیعت نہ ہو جانیکی حالت میں جس سے فتنہ و فساد کے اٹھ کھڑے ہونے کا خطرہ تھا۔ اس سے حضرتؑ کو ڈراتے رہے اور یہ کہتے رہے کہ آپ جیسا مستحق خلافت کوئی دوسرا موجود نہیں ہے۔ تا اینکہ حضرتؑ نے دست مبارک بڑھایا اور اشتر نے مع اپنے رفقاء کے بیعت کر لی۔"

ان بیانات سے مندرجہ ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں:۔

(۱) اہل کوفہ کا رجحان بجز زبیر کیطرف تھا اور یہ سوچکر گھروں سے نکلے تھے کہ حضرت عثمان کو قتل کرکے زبیر کو خلیفہ بنائیں گے۔ ان کو یقین تھا کہ اپنے اس منصوبے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

(۲) اہل کوفہ و مصر وغیرہم کو یہ خوف تھا کہ اگر بعد قتل عثمان خلافت کا فیصلہ نہ کیا گیا تو اس سے فتنہ و فساد برپا ہو جائیگا۔ طوائف الملوکی شروع ہو جائیگی۔ لہذا یہ سوچ رہے تھے کہ اگر خبر قتل عثمان کے ساتھ ساتھ یہ خبر بھی لوگوں تک پہونچیگی کہ کسی شخص کے ہاتھوں پر بیعت کر لی گئی تو مطمئن ہو جائیں گے کوئی خلفشار نہ پھیلیگا۔ لہذا ان لوگوں نے امیرالمومنینؑ پر قبول بیعت و خلافت کے لئے بہت زور دیا۔ اور ترغیب و ترہیب

کے مختلف ذرائع اختیار کئے۔

(۳) اہل مدینہ سے یہ کہنا کہ "تم اہل شوریٰ ہو۔ تمھیں امامت کا بندوبست کرتے رہے ہو۔ تمھارا امر امت پر نافذ ہے۔ لہذا کسی شخص پر نظر انتخاب ڈالو اور اس کو امام بناؤ ہم اس معاملہ میں تمھارے تابع رہیں گے" صاف ظاہر کر رہا ہے کہ نصب امام کے مسئلہ میں قاتلان عثمانؓ جن میں اہل کوفہ سب سے آگے تھے کس قسم کے عقائد و خیالات رکھتے تھے۔ ان کا نظریہ یہی تھا کہ امامت کا بندوبست مدینہ کے اہل حل و عقد کے ہاتھوں میں رہتا ہے۔ ان کو یہ حق حاصل ہے کہ جس کو چاہیں منتخب کر کے خلیفہ و امام بنا دیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ انھوں نے بالاتفاق حضرت علیؓ کی امامت پر اپنی رضامندی ظاہر کی اور اہل کوفہ وغیرہ نے ان کی پیروی کرتے ہوئے حضرتؓ کو امام و خلیفہ تسلیم کر لیا۔

(۴) اہل مدینہ کو نصب امام کے لئے یہ دھمکی دے کر رضامند کیا گیا کہ اگر تم نے دو دن کے اندر کسی کا انتخاب و تقرر نہ کر دیا تو ہم علیؓ و طلحہ و زبیر اور ان کے ساتھ بہت سے اشخاص کا خاتمہ کر دینگے۔

اگر عقل میں فتور نہ ہو تو ان تاریخی بیانات میں یہ باور کر لینے کے کافی وجوہ موجود ہیں کہ اہل کوفہ نے انھیں عقائد و نظریات کی روشنی میں امیرالمومنینؑ کی بیعت قبول کی تھی جو فرقہ اہل سنت سے خصوصیت رکھتے ہیں۔ نہ رافض کے مسلمہ عقائد ان کے سراسر خلاف ہیں۔ پھر کوئی اب شخص جو عقل و فہم سے واسطہ رکھتا ہو یہ کہنے کی جرأت کیونکر کر سکتا ہے کہ مدینہ کے اہل حل و عقد کو نصب امام کا مختار کل سمجھنے والے اور ان کی پیروی کرتے ہوئے اسی نظریہ کی روشنی میں امیرالمومنینؑ کی بیعت کرنے والے

Marfat.com

آپ کے چار سالہ دورِ حکومت و خلافت میں رافضی متعرب ہو گئے تھے اور ساری قوم نے تولّا و تبرّا کے مسئلہ میں وہی رنگ اختیار کر لیا تھا جو رافضیوں کی فطرت میں داخل ہو چکا ہے؟ ہاں یہ کہنا بالکل درست ہوگا کہ وہ لوگ اس قسم کا تشیّع ضرور رکھتے تھے جو نفسِ تسنّن کا مرادف ہے اور اکابر علماء اہلسنت بھی اس کا اعتراف کر چکے ہیں جیسا کہ اوپر گزرا۔

ساتویں فیصلہ کن شہادت سہم ذوی القربیٰ کے معاملہ میں اہلِ عراق سے جناب امیر علیہ السلام کا تقیہ

روی الطحاوی عن محمد بن خزیمۃ عن یوسف عن عدی عن عبد اللہ بن المبارک عن محمد بن اسحاق قال سألت ابا جعفر یعنی محمد بن علیؑ قال ارأیت علیؑ بن ابی طالب حیث ولی العراق کیف صنع فی سہم ذوی القربیٰ قال سلک ابی واللہ سبیل ابی بکر و عمر فقلت وکیف انتم تقولون ما تقولون قال اما واللہ ما کان اہلہ یصدرون الا عن رأیہ قلت فما منعہ قال کرہ واللہ ان یدعی علیہ بخلاف سیرۃ ابی بکر و عمر۔

طحاوی نے روایت کی ہے محمد بن خزیمہ یوسف بن عدی سے وہ عبد اللہ بن المبارک سے اور وہ محمد بن اسحاق سے راوی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو جعفر یعنی محمد بن علی علیہما السلام سے پوچھا کہ جب علیؑ بن ابی طالب عراق کے والی ہوئے تو انھوں نے سہم ذوی القربیٰ (جس پر خلاف نص قرآنی شیخین نے ذوی القربیٰ کو محروم کر دیا تھا) کے معاملہ میں کیا روش اختیار کی؟ ابو جعفرؑ نے فرمایا کہ آپ ابوبکر و عمر کی راہ پر چلتے رہے۔ میں نے کہا کہ پھر آپ لوگ جو شیخین کے متعلق کہا کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا کہ اہلبیت امیر المومنینؑ آپ کی رائے کے خلاف نہیں چلتے (یعنی ہم سہم ذوی القربیٰ کے متعلق شیخین کے عمل کو جس نظر سے دیکھتے ہیں اور اس کے بارے میں جو رائے رکھتے ہیں وہ حضرت امیر المومنینؑ ہی کی رائے

کے موافق ہے۔ آپ کی رائے یہی تھی) میں نے کہا کہ کون سی بات مانع ہوئی جو حضرت امیرالمومنینؑ نے اپنی رائے کے مطابق عمل نہ کیا؟ فرمایا کہ حضرتؑ نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ آپ کے اوپر مخالفت ابی بکر و عمر کا الزام لگایا جائے۔

یہ روایت ثابت کرتی ہے کہ اہل عراق کی اکثریت سیرت ابو بکر و عمر کی اس حد تک دلدادہ تھی کہ اور اس کو اس درجہ کی شرعی حیثیت اور دینی اہمیت دیرہی تھی کہ جناب امیر علیہ السلام مخالفت سیرت شیخین کے الزام سے بچنے کیلئے ایک ایسے امر میں تبدیلی و تغیر نہ کر سکے جو آپ کی رائے میں نصوص قرآنی اور احکام شریعت کے خلاف جاری کیا گیا تھا۔ اگر آپ کی رعایا میں رافضیوں کے عقائد و خیالات پھیلے ہوتے تو حضرات شیخین کا طریقۂ کار ان کے نزدیک اس قدر محبوب و مقبول کیوں ہوتا۔ جناب امیرؑ الزام مخالفت شیخین سے کیوں نہ جھجکتے۔ اور لوگوں کی شورش پسندی اور ناراضی کے خوف نے آپ کو اپنے ضمیر اور اپنی رائے کے خلاف کسی سیرت ابو بکر و عمر کو باقی رکھنے کی ضرورت کیوں پیش آتی؟

آٹھویں شہادت اہل عراق خارجی ہوجانے کے بعد بھی ولایت شیخین پر فریفتہ تھے

قال فدعانا المستورد بن علفة فقال اکتب یا ابن اخی قلت نعم فدعا لی برق و دواۃ وقال اکتب من عبد اللہ المستورد امیر المومنین الی سماک بن عبید اما بعد فقد نقمنا

مورخ طبری لکھتے ہیں۔ جلد ششم ص ۱۰۹ مطبوعہ مصر۔ راوی کہتا ہے کہ مجھے رئیس خوارج مستورد بن علفہ نے طلب کیا اور کہا کہ اے فرزند برادر! تم لکھنا جانتے ہو؟ میں نے کہا ہاں جانتا ہوں۔ تب اس نے ایک جھلی اور دوات منگوائی اور کہا کہ لکھو یہ خط بندۂ خدا مستورد امیرالمومنین کی جانب سے سماک بن عبید کی طرف ہے۔ اما بعد ہم نے اپنی قوم پر فیصلوں میں ظلم کرنے

Marifat.com

على تومنا الجور في الاحكام وتعطيل الحدود والاستيثار بالفيء وانا ندعو الى كتاب الله عز وجل وسنة نبيه صلعم وولاية ابي بكر وعمر رضوان الله عليهما والبراءة من عثمان وعلي لاحداثهما في الدين وتركهما حكم الكتاب۔

حدود شرعیہ کو معطل کر دینے اور مال غنیمت کو اپنے لئے مخصوص کر لینے کا الزام لگایا ہے اور ہم تم کو بلاتے ہیں کتاب خدا و سنت رسولؐ اور ولایت ابوبکرؓ و عمرؓ کیجانب اور عثمانؓ و علیؓ سے نفرت و بیزاری کیطرف اس لئے کہ ان دونوں نے دین میں بدعتیں کیں اور حکم کتاب خدا کو چھوڑ دیا"

دیکھو اور آنکھیں کھول کر دیکھو! فرقہ خوارج کا ایک رئیس جس کے ہاتھوں پر اس فرقہ کے افراد بیعت کر چکے ہیں اور جو اپنے آپ کو امیر المومنین سمجھتا ہے۔ ایک دعوت نامہ میں کتاب خدا و سنت نبی کے ساتھ ساتھ ولایت ابوبکر و عمر کیطرف بھی لوگوں کو علانیہ دعوت دیتا ہو۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اہل عراق کے دلوں میں رگ رگ میں محبت و ولایت شیخین اس درجہ پیوست ہو چکی تھی کہ مذہب تسنن سے باہر ہو کر مسلک خوارج قبول کر لینے کے بعد بھی اس کا سکہ اسی طرح جما رہا جیسے پہلے تھا۔ خانہ بربادی دین و ایمان کے مرتکب ہوئے حضرت عثمانؓ و حضرت علی ابن ابی طالب سے بیزار ہو گئے۔ مگر ولایت شیخین کو دین و ایمان سمجھنے میں فرق نہ آیا۔ پھر کیا تم اس کے بعد بھی یہ باور نہ کرو گے کہ زمان سابق میں امیر المومنینؑ کا ساتھ دینے والے جو شیعہ کے لقب سے مشہور ہوئے دراصل اہلسنت کے عقائد رکھتے تھے۔ اور خارجیت نے تو اسی اصل شریعت سے بآسانی پھوٹ نکلی تھی۔ ان کے تشیع میں فرقہ امامیہ کے تشیع کا رنگ مطلق نہ تھا۔ ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ ارباب ملت سنیہ خوارج کی روایتوں کو نہایت صحیح و ثقہ ٹھہراتے ہوئے بسر و چشم قبول کر لیتے مگر شیعہ امامیہ کی شہادت محمود امور میں بھی قبول کرنے پر رضامند نہ ہوتے۔ تم اس سے پہلے دیکھ چکے کہ امام ابو داؤد کو روایات خوارج کی صحت

میں کوئی شبہ نہیں ہوتا۔ مگر امام شافعی روافض کی گواہی پر کان دھرنا نہیں چاہتے پھر شاید کہ اگر فرقۂ خوارج کو اہلسنت سے کوئی سابقہ رشتہ نہ رہا ہوتا بلکہ خارجی مذہب ہو جانے سے پہلے ان کے حدا اندر روافض کی طرح پلتے رہے ہوتے تو اُن کے ساتھ علماء اہلسنت کی جانب سے اس قدر رواداری کیوں برتی جاتی۔؟ اور اُن کو سچائی اور راست گفتاری کی سند کیوں عطا کی جاتی جس سے روافض کو نہایت تنگ نظری کے ساتھ محروم رکھا گیا ہے۔ مذہب اہلسنت کی طرف سے فرقۂ خوارج کے ساتھ انتہائی رواداری کا برتاؤ اس کے سوا اور کس بنا پر کیا گیا ہے کہ خارجیت قبول کر لینے کے بعد بھی رنگ تسنن اُن سے اُتر نہیں پایا تھا۔ بلکہ روایت تیغین کے معاملہ میں یہ دو فرقے ایک دوسرے سے بغلگیر نظر آتے ہیں۔ اور یہ چیز اُن دونوں کے درمیان مابہ الاشتراک کی حیثیت رکھتی تھی۔ اور خارجیت درحقیقت تسنن ہی کی ایک بگڑی ہوئی تصویر تھی۔

تنقیح چہارم: امر چہارم کی تنقیح اس مقام پر اس غرض سے ضروری ہے کہ محترم ناظرین بآسانی یہ باور کر سکیں کہ جس فرقہ اور ملت کے افراد واقعات کربلا کے قبل و بعد ایسے ہولناک جرائم کی عادت رکھتے ہوں گے اُنھیں کے ہاتھوں سے کربلا کے حوادث بھی واقع ہوئے ہوں گے۔ کیونکہ جرم کی ہی توقع جرم کی عادت رکھنے والے افراد ہی سے کیجا سکتی ہے نہ کہ کسی امن پسند و خوش کردار جماعت سے۔ لہذا ایسے تاریخی شواہد یہاں پیش کئے جاتے ہیں جن کے دیکھنے سے اس امر میں شبہہ کی گنجائش باقی نہیں رہ سکتی کہ حضرت عثمان کے مقدس خون کو مباح قرار دینے والے اور اس کو حد سے سوا بدعت و کم وزن تصور کرنے والے بفضلہ تعالیٰ مہاجرین و انصار اور ان کے وہ تابعین ہی تھے جو مذہب تسنن کا سنگ بنیاد رکھنے والے تھے جنکی ذہنی و عملی قوتوں نے اصول تسنن کو عالم میں فروغ دیا اور جن کے

Marfat.com

کسی قول و فعل کے خلاف نکتہ چینی کرنا عقائد اہلسنت کے رو سے کفر و الحاد کا مترادف قرار پاتا ہے۔ اور فرقہ سنیہ کا مذہبی نظریہ جن کے بارے میں یہ ہے کہ کسی قول و فعل سے خواہ اس کی نوعیت کچھ بھی ہو ان کی عدالت میں خلل نہیں پڑ سکتا۔ ان کے افعال و حرکات کا شریعت مصطفویہ کے کسی قانون کی گرفت میں آنا تو درکنار۔ بارگاہ خداوندی سے اجر جزیل کا استحقاق حاصل کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ وہ عادل تھے اور بہر حال عادل تھے۔ اگر میرے اس کلام کی تصدیق میں کسی بندہ خدا کو شک ہو تو اسے شیخ عبدالوہاب شعرانی کا یہ صاف ستھرا بیان بغور پڑھ لینا چاہئے۔

اہلسنت کے نزدیک تمام صحابہ عادل و ماجور ہیں خواہ مبتلائے فتن ہوئے ہوں یا نہیں

المبحث الرابع والاربعون فی بیان وجوب الکف عما شجر بین الصحابة ووجوب اعتقاد انھم ماجورون وذلک لانھم کلھم عدول باتفاق اھل السنة سواء من لابس الفتن او لم یلابسھا کفتنة عثمان وصفین ووقعة الجمل انتھی۔

(کتاب الیواقیت والجواھر)

چوالیسویں بحث اس بیان میں ہے کہ صحابہ کے مابین جو اختلاف کی صورتیں پیدا ہوئیں ان کے متعلق زبان بند رکھنا واجب ہے۔ اور یہ اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے کہ وہ حضرات اجر ضرور پائیں گے۔ اور یہ اس لئے کہ سب کے سب باتفاق اہلسنت عادل تھے خواہ مبتلائے فتن ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں۔ مثلاً فتنہ عثمان اور فتنہ صفین اور واقعہ جمل۔

نیز ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

مذھب جمھور العلماء ان الصحابة

جمہور علمائے اہلسنت کا مذہب یہ ہے

Marfat.com

كلهم عدول قبل فتنة عثمان وعلىٍّ وكذا بعدها۔ — کل صحابہ عادل تھے۔ فتنۂ عثمان وعلیؓ سے پہلے بھی اور بعد بھی۔

دیکھو قلعہ عدالت صحابہ کی بنیاد کتنی مخصوص اور مستحکم واقع ہوئی ہے کہ سیناں فتن کی قوتیں اس میں رخنہ اندازی سے عاجز نظر آتی ہیں۔ اور اس عدالت کی بارگاہ خداوندی میں اتنی عزت و وقعت ہے کہ فتنوں میں مبتلا ہونا اس کے نزدیک استحقاق اجر و ثواب میں کمی و خسارہ کا سبب نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر فتنہ ایک ثواب جدید کا حق پیدا کر دیتا ہے۔ اور ہر بے اعتدالی میں عدالت قرار پا کر حسنات میں معتد بہ اضافہ کر لیتی ہے۔ حق تو یہ ہے کہ بزرگان دین سے خوش اعتقادی حضرات اہلسنت ہی کا حق ہے۔ بہر حال ناظرین ہمارے معروضات پر سرسری نظر کرتے ہوئے واقعات ذیل کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اُم المومنین حفصہ کی گہرفشانی صحابہ نے نصرت عثمان سے منہ موڑ لیا لہٰذا اس آیت کے مصداق ٹھہرے جو کفار مکہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی

علامہ جلال الدین سیوطی رسالہ "رفع الاسی فی ضرب المثنی" میں لکھتے ہیں۔ منقول از تشیید المطاعن جلد دوم صفحہ ۱۹۲۔

عن ام المومنين حفصة بنت عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا قالت فی المدینة واھلھا لما قتل عثمان رضی اللّٰہ عنہ وتخلفوا عن نصرته — یعنی ام المومنین حفصہ نے مدینہ واہل مدینہ کے متعلق اس وقت جبکہ عثمان قتل ہو چکے۔۔۔۔ اور ان لوگوں نے اُن کی کچھ امداد نہ کی۔ اور اس بیوفائی کے صلہ میں) جو مصیبتیں اُن پر آنے والی

وجرى عليهم في وقعة الجمل ما جرى ضرب الله مثلا قرية كانت آمنة مطمئنة يأتيها رزقها رغدا من كل مكان فكفرت بأنعم الله فأذاقها الله لباس الجوع والخوف بما كانوا يصنعون أخرجه ابن أبي حاتم في تفسيره فتمثلت أم المؤمنين لأهل المدينة بهذه الآية وأكثرهم صحابة والآية نازلة في كفار مكة بلا شك بدليل قوله عقيبها ولقد جاءهم رسول منهم فكذبوا - الآية انتهى

بیتیاں واقعہ جمل میں گذر چکیں - یہ آیت پڑھی - ضرب اللہ مثلا الخ - جس کا مضمون یہ ہے کہ خدا نے یہ مثال بیان فرمائی کہ ایک بستی تھی جو امن و اطمینان کی حالت میں بسر کرتی تھی - ہر جگہ سے اس کی روزی با فراغت اس کے پاس آجاتی تھی - پھر اس نے نعمات الہیہ کی ناشکرگذاری اختیار کرلی - لہٰذا خدا نے بھوک اور ڈر کا اس کو مزہ چکھا دیا - بدلہ میں ان اعمال کے جو وہ کیا کرتے تھے - ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں اس روایت کو وارد کیا ہے - ام المومنین نے اس آیت سے اہل مدینہ کی مثال بیان کی حالانکہ اکثر ان میں صحابہ تھے - اور آیت کفار مکہ کی بابت نازل ہوئی ہے - اس میں کوئی شک و شبہ نہیں - خداوند عالم کا یہ ارشاد جو آیت مذکورہ کے بعد واقع ہے - ولقد جاءهم رسول منهم فكذبوا الخ اسکی دلیل ہے کہ وہ آیت کفار مکہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے - "

ام المومنین کے اس تعبیر اور کلام سے ظاہر ہو گیا کہ اہل مدینہ جن میں اکثر صحابہ ہی تھے حضرت عثمان کی امداد سے دست بردار رہے - اور اس بیوفائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس آیہ مبارکہ کے مصداق ٹھہرے جو کہ صرف کفار مکہ کی شان میں نازل ہوئی تھی - سبحان اللہ! کوئی بتائے کہ ام المومنین نے مینا لاریب وہ نکالا یہ

رافضیت کا سایہ کیونکر پڑ گیا۔ جو کفارِ مکہ کی شان میں نازل شدہ آیت کو صحابہ کرام کے حسب خیال تھوپ نے لگیں۔

سفاکانِ مصر و کوفہ کی یورش میں صحابہ کا اشارہ۔ اپنے امام کے عیوب کا پروپگنڈا اور خوبیوں کا اخفا

عن اسماعیل بن ابی خالد قال لما نزل اھل مصر الجحفۃ یعاتبون عثمان۔ صعد عثمان المنبر فقال جزاکم اللہ یا اصحاب محمد عنی شرا اذعتم السیئۃ وکتمتم الحسنۃ واغریتم بی غوغاء الناس ایکم یاتی ھولاء القوم فیسالھم ما الذی نقموا علی وما الذی یریدون ثلاث مرات فلم یجبہ احد فقام علی فقال انا۔ الخ

کنز العمال ملا متقی میں مروی ہے۔ (کتاب الفضائل۔ باب فضائل عثمان)

"اسماعیل بن خالد راوی ہے کہ جب اہل مصر مقام جحفہ پر آپہونچے۔ اور عثمان کے خلاف ناراضی و عتاب کا مظاہرہ کرنے لگے تو حضرت عثمان نے منبر پر جا کر فرمایا۔ اے صحابۂ رسول! اللہ تمھیں بری جزا دے تم نے میری برائیوں کا پروپگنڈا کیا۔ اور خوبیاں چھپائیں۔ اور میرے خلاف تمرّد کو بھڑکایا۔ اب تم میں کون ہے جو ان سے جا کر پوچھے کہ میرے خلاف کون سے الزامات لگائے گئے ہیں۔ اور کیا چاہتے ہیں۔ حضرت عثمان نے یہ ارشاد تین بار دہرایا۔ مگر کسی نے جواب نہ دیا۔ تب علی بن ابی طالب اٹھے۔ اور فرمایا کہ میں جاؤں گا۔" الخ

صحابہ پر حضرت عثمان کی بددعا واقعۂ حرّہ میں اس بددعا کا اثر ظاہر ہوا۔

اسی کتاب کنز العمال میں ہے۔

Marfat.com

عن مجاهد قال اشرف عثمان علی الذین حصروہ فقال یا ایھا الناس لا تقتلونی فانی وال واخ مسلم فواللہ ان اردت الاصلاح ما استطعت اصبت او اخطأت وانکم ان تقتلونی لا تصلون جمیعا ابدا ولا تغزون جمیعا ابدا ولا یقسم فیئکم بینکم فلما ابوا قال اللھم احصھم عددا واقتلھم بددا ولا تبق منھم احدا قال مجاھد فقتل اللہ منھم من قتل فی الفتنۃ و بعث یزید الی اھل المدینۃ عشرین الفا واباح المدینۃ ثلاثا یصنعون ما شاء والمدینۃ انتھی (ابن سعد)

‌‌‌‌''یعنی مجاہد راوی ہے کہ حضرت عثمان نے اپنے مکان کی چھت سے محاصرہ کرنے والوں کو خطاب کیا اور فرمایا! مجھے قتل نہ کرو۔ کیونکہ میں تمہارا والی اور حاکم، اور ایک مسلمان بھائی ہوں مجھے قتل کرکے کچھ نہ پاؤ گے۔ پھر تمھیں یکجا ہوکے نماز ادا کرنا اور قرآن پڑھنا کبھی نصیب نہ ہوگا۔ اور نہ کبھی تمہارا مال غنیمت تمہارے درمیان تقسیم ہو سکے گا۔ (بھلا ان خونخواروں کے دل میں اتنا درد کہاں؟ بھلا اسلامی حمیت کب تھی جو حضرت عثمان کی عاجزانہ منت و سماجت اور ہمدردانہ نصیحت کچھ بھی اثر ڈال سکتی) جب انھوں نے حضرت عثمان کی باتیں نہ سنیں تو آپ نے فرمایا کہ پروردگار! ان لوگوں کو ایک ایک کرکے چن لینا اور جدا جدا ہلاک کر دینا۔ اور ایک شخص کو بھی باقی نہ چھوڑنا۔ مجاہد کا بیان ہے کہ (اس بد دعا کا یہ اثر ہوا کہ) ان میں سے فتنوں میں جو قتل ہوئے وہ ہوئے (ربانی کی ہلاکت سے ... ان ہوا کہ) یزید نے اہل مدینہ کی طرف بیس ہزار جوانوں پر مشتمل ایک ٹڈی دل فوج بھیجی جس نے تین دن تک قتل و غارت کے لئے مدینہ کو مباح کر دیا۔ سپاہی جو چاہتے تھے وہ کرتے تھے۔ یہ سب مصیبتیں اہل مدینہ کی مکاری و نفاق کا نتیجہ تھیں۔''

حضرت عثمان کا جواب حضرت ابن مسعود کے جواب میں جو [illegible] لیکن تم نے [illegible] آپ سے [illegible] مگر تم ان کے [illegible]

کتاب الامامۃ والسیاست ابن قتیبہ و تاریخ طبری [illegible]

لما تكلم الناس في عثمان بن عفان
صعد المنبر فحمد الله واثنى عليه
ثم قال اما بعد فان لكل شيء آفة
ولكل نعمة عاهة هذه الملة عيابون
طعانون يرونكم ما تحبون ويسرون ما تكرهون
اما والله يا معشر المهاجرين والانصار
لقد عبتم علي اشياء ونقمتم امورا قد
اقررتم لابن الخطاب مثلها ولكنه وقمكم
وقمعكم ولم يجترئ احد يملأ بصره
منه ولا يشير بطرفه اليه

[illegible] روایۃ هذه [illegible] الطبری و [illegible]

جب لوگوں نے حضرت عثمان بن عفان پر [illegible]
تو آپ منبر پر چڑھ گئے حمد و ثنا کے بعد
کہا ہر شے کی آفت ہوا کرتی ہے اور
ہر نعمت کی [illegible] اور اس ملت کی مصیبت یہ
[illegible] عیب جوئی کی عادت رکھنے والی قوم
جو تمہاری خوب باتوں کو تمہارے سامنے
[illegible] ہے اور بری باتوں کو تم پسند نہیں
[illegible] یہ ہے [illegible] ہے اے گروہ مہاجرین
والانصار تم نے مجھ پر ایسی چیزوں اور
امور کے متعلق الزامات لگائے

جیسے عمر بن الخطاب کے زمانہ میں بھی واقع ہوا کرتے تھے اور تم ان کے بارے میں عمر کے سامنے سر تسلیم خم رکھتے رہے ہو۔ اس کا سبب بس یہی تھا کہ انھوں نے تمہاری سرکوبی خوب کر دی تھی اس لئے کسی میں دم نہ تھا کہ ان کی طرف آنکھ بھر کر دیکھتا۔ یا ان کی جانب آنکھوں سے اشارہ بھی کر سکتا۔

Marfat.com

مہاجرین پر حضرت عثمان کی زندگی دوبھر ہو رہی تھی۔

قال لحاج ابن عباس فقال عثمان لمعاویة ما تری فان هولاء المهاجرین قد استعجلوا القدر ولابد لهم مما فی انفسهم (امامت وسیاست ص۲۹)

"ابن عباس کے چلے جانے کے بعد حضرت عثمان نے معاویہ سے کہا کہ آخر تیری کیا رائے ہے۔ مہاجرین تو یہ چاہتے ہیں کہ میری قضا و قدر کہیں جلد جاری ہو جائے اور جو کچھ ان کے دلوں میں ہے وہ ضرور کر کے رہیں گے۔"

جناب عثمان کے خلاف صحابہ کا شکایت نامہ یا ایک مفصل فرد جرم

قال وذکروا انه اجتمع ناس من اصحاب رسول الله صلعم کتبوا کتابا ذکروا فیه ما خالف فیه عثمان من سنة رسول الله وسنة صاحبیه وما کان من هبة خمس افریقیة لمروان وفیه حق الله ورسوله ومنهم ذوالقربیٰ والیتامیٰ والمساکین وما کان تطاوله فی البنیان حتی عد واسبع دور بناها بالمدینة دار النائلة ودارا

"خلاصہ عبارت یہ ہے کہ اصحاب رسولؐ کی ایک جماعت نے جمع ہو کر ایک شکایت نامہ تحریر کیا اور اس میں وہ تمام امور قلمبند کئے جن میں عثمان نے سنت رسولؐ اور سنت ابوبکرؓ و عمرؓ کے خلاف عمل کیا تھا۔ اور اس شکایت نامہ میں مندرجہ ذیل الزامات بھی مندرج تھے۔ (۱) افریقہ کا مال خمس مروان کو عطا کر دیا۔ حالانکہ اس میں خدا اور رسولؐ اور دیگر مستحقین کے حقوق شامل تھے۔ (۲) تعمیر عمارت کا حد سے بڑھا ہوا شوق۔ (۱) لوگوں نے مدینہ میں سات مکانات

لعائشة وغيرها من اهله وبناته وبنيان مروان القصور بذی خشب وعمارة الاموال بها من الخمس الواجب لله ورسوله وما کان من افتنانه العمل والولایات فی اهله وبنی عمه من بنی امیة احداث وغلمة لا صحبة لهم من الرسول ولا تجربة لهم بالامور (امامت وسیاست ص۳۰)

شمار کرائے تھے۔ کوئی نائلہ کے لئے مخصوص تعمیر کرایا گیا تھا۔ اور کوئی عائشہ کیلئے اسیطرح دوسری بیویوں اور بیٹیوں کیلئے عمارتیں علیحدہ علیحدہ تھیں۔ (۳) مروان نے مقام ذی خشب میں قصور و محلات تعمیر کرائے اور اُن کو ایسے اموال خمس سے بھر دیا جن میں خدا ور رسول کا حق واجب شامل تھا۔ (۴) حکومت کے عہدے اپنے رشتہ داروں اور کنبے والوں پر تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اور پھر وہ ایسے نو عمر لوگوں پر جن کو نہ صحبت رسول نصیب ہوئی اور نہ انتظام امور حکومت کا کوئی تجربہ رکھتے ہیں۔"

طلحہ کی سرگرمی۔ حضرت عثمان پر پانی بند کر دیا

فاقام اهل الکوفة واهل مصر بباب عثمان لیلاً ونهاراً وطلحة یحرض الفریقین جمیعاً علی عثمان ثم ان طلحة قال لهم ان عثمان لا یبالی ما حصرتموه وهو یدخل علیه الطعام والشراب فامنعوه الماء ان

"اہل کوفہ و اہل مصر عثمان کے دروازہ پر رات دن پہرہ بٹھائے ہوئے تھے اور طلحہ دونوں فریقوں کو عثمان کے خلاف بھڑکا رہے تھے پھر طلحہ نے اُن سے کہا کہ عثمان کو تمہارے محاصرہ کی کچھ پروا نہیں ہے۔ کیونکہ کھانا اور پانی اُن تک برابر پہنچ رہا ہے۔ لہٰذا منع کر دو کہ پانی اُن تک

يدخل عليه۔ (الامامة والسياسة ص۳۵)

پہونچنے ہی نہ پائے۔"

پانی بند کرانے پر طلحہ کے روبرو حضرت عثمان کا احتجاج اور اس کا جواب باصواب

وذكروا ان عثمان لما منع الماء اصعد
على القصر واستوىٰ فى اعلاه ثم
نادىٰ ابن طلحة فاتاه فقال يا طلحة
اما تعلم ان بئر رومة كانت لفلان
اليهودى لايسقى احدا من الناس
منها قطرةً الا بثمن فاشتريتها
باربعين الفا فجعلت رشائى فيها
كرشاء رجل من المسلمين لم استأثر
عليهم قال نعم قال فهل تعلم ان
احدا يمنع ان يشرب منها اليوم
غيرى لم ذالك قال انك بدلت
وغيرت قال فهل تعلم ان رسول الله
قال من اشترى هذا البيت وزاد
فى المسجد فله به الجنة فاشتريت
بعشرين الفا وادخلته فى المسجد
قال طلحة نعم قال فهل تعلم اليوم

"راویوں کا بیان ہے کہ عثمان پر جب پانی بند کردیا
گیا تو وہ اپنے قصر کے بالائی حصہ پر جلوہ افروز
ہوئے اور طلحہ کو پکارا۔ جب وہ سامنے آگئے
تو فرمایا کہ اے طلحہ! کیا تمھیں نہیں معلوم کہ چاہ رومہ
فلاں یہودی کی ملکیت تھا۔ وہ بغیر قیمت وصول
کئے کسی کو پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں دیتا تھا
میں نے اس کنوئیں کو چالیس ہزار پر خرید کرلیا
اور اس پر اپنا کوئی مخصوص حق مالکانہ قائم نہیں
کیا بلکہ اس سے پانی لینے میں اپنی حیثیت دوسرے
مسلمانوں کے برابر ہی رکھی جس طرح سب سیراب
ہوتے تھے میں بھی ہوتا تھا۔ طلحہ نے جواب دیا
ہاں مجھے اس کا علم ہے۔ تب عثمان نے کہا کہ
آخر میرے سوا کوئی اور بھی ہے جس پر اس
کنوئیں کا پانی بند کردیا گیا ہو اس ظلم صریح کا
سبب کیا ہے؟ طلحہ نے جواب دیا اس لئے کہ تم نے دین بدلا
اور بگاڑا (آہ کیسی غلط بات ہے کہ خود حضرت عثمان کے خرید کردہ

Marfat.com

احداً یمنع فیه من الصلوٰة غیری
قال لا قال انما قال لانک غیرت وبدلت
ثم انصرف عثمان وبعث الی علیؑ یخبرہ
انه منع من الماء ویستغیث به فبعث
الیه علیؑ ثلاث قرب مملوءة ماء
فما کادت تصل الیه فقال طلحة
ما انت وهذا وکان بینهما فی ذلک
کلام شدید (امامة وسیاسة ص۳۶)

کنوئیں سے پانی کے جام نوش کیے جاتے ہیں اور اصل مالک ایک ایک قطرہ کیلئے محروم کر دیا گیا ہے۔ ناظرین کو یہ دیکھ کر تعجب ہونا چاہیے کہ بیدردی وسفاکی کا نام عدالت رکھ لیا گیا ہے کیونکہ یہ اس دنیا کی لغت سے تعلق رکھتا ہے جہاں ظالم ومظلوم قاتل ومقتول دونوں پیارے ہوتے ہیں) پھر حضرت عثمان نے فرمایا کہ تمھیں رسولؐ کا یہ ارشاد معلوم ہے کہ جو اس گھر کو خرید کر مسجد نبوی میں شامل کر دے گا اس کو جنت حاصل ہوگی۔ میں نے اسی ارشاد نبوی کے بموجب اس گھر کو بیس ہزار قیمت دیکر خرید لیا اور داخل مسجد کر دیا۔؟ طلحہ نے کہا ہاں جانتا ہوں۔ عثمان نے کہا! پھر یہ بتا سکتے ہو کہ میرے سوا کوئی اور بھی ایسا ہے جس کو اس مسجد میں نماز پڑھنے سے روک دیا گیا ہو؟ طلحہ نے کہا نہیں۔ تب عثمان نے کہا کہ آخر مجھ پر یہ ستم کیوں کیا جا رہا ہے؟ طلحہ نے جواب دیا اس لئے کہ تم نے دین میں تبدل وتغیر واقع کیا۔ (جب اس احتجاج کا کوئی اثر نہ ہوا تو) جناب عثمان واپس ہوئے اور حضرت علیؑ کے پاس پیغام بھیجا اور فریاد کی کہ مجھ پر پانی بند ہے۔ (امداد کیجئے) حضرت علیؑ نے تین مشکیں پانی کی بھجوائیں جس کے پہونچنے میں روک ٹوک کی گئی۔ طلحہ نے حضرت علیؑ سے کہا کہ آپ کو اس شخص (عثمان سے) کیا سروکار ہے۔ اس بارے میں دونوں شخصوں (طلحہ و حضرت علیؑ) کے درمیان سخت گفتگو ہو گئی۔"

Marfat.com

سعد بن ابی وقاص کا خط عمرو بن عاص کے نام۔ قاتلان عثمان کون تھے؟

ل ثم کتب عمرو بن العاص الی سعد
ن ابی وقاص یسأله عن قتل عثمان و
ن قتله ومن تولی کبره فکتب الیه سعد
نك سألتنی من قتل عثمان وانی اخبر
نه قتل بسیف سلته عائشة وصقله
لحة وسمه ابن ابی طالب وسکت
الزبیر واشار بیده وامسکنا نحن
ولو شئنا دفعناه عنه ولکن عثمان
غیر وتغیر واحسن واساء فان
کنا احسنا فقد احسنا وان کنا
اسأنا فنستغفر الله۔

۔ عمرو عاص نے سعد بن ابی وقاص کو خط لکھا
اور اس میں قتل عثمان اور قاتلوں کی بابت
سوالات کئے۔ سعد ابن ابی وقاص نے جواب میں
لکھا کہ تم نے مجھ سے قتل عثمان کی بابت سوال
کیا ہے لہذا میں تمھیں بتاتا ہوں کہ عثمان اس
تلوار سے قتل کئے گئے جسکو عائشہ نے نیام سے
کھینچا تھا۔ اور طلحہ نے اس پر صیقل کی تھی۔ علیؑ
ابن طالب نے اس کو زہر میں بجھایا تھا۔ زبیر
خاموش تو رہے مگر ہاتھ سے اشارہ کر دیا
ہم نے بھی امداد عثمان سے ہاتھ کھینچ لیا تھا۔
اگر چاہتے تو اس آفت کو ان سے ٹالدیتے مگر ہم
نے اس لئے مدافعت گوارہ نہ کی کہ) انھوں نے دین میں رد و بدل واقع کی تھی۔
خود بھی متغیر ہو گئے تھے۔ (یعنی ان کی نفسانی کیفیت بہ نسبت
پہلے کے بدل گئی تھی) انھوں نے اچھے کام بھی کئے اور برے بھی۔
پس اگر ہم نے اچھا کام کیا تو خوب کیا۔ اور اگر برا کیا تو خدا سے
توبہ و استغفار کرتے ہیں۔ (جب جرم و گناہ کا یقین ہی نہیں
توبہ کیسی؟ مترجم)

Marfat.com

اقرار جرم اور ندامت و پشیمانی

واتاھما عبداللہ بن خلف فقال لھما انہ لیس احد من اھل الحجاز کان منہ فی عثمان شیٔ الا وقد بلغ اھل العراق وقد کان منکما الی عثمان من التخلیب والتالیف ما لاید فعہ جحود ولا ینفعکما فیہ عذر واحسن الناس فیکما قولا من ازال عنکما القتل والزمکما الخذل ....فقال طلحۃ ننکر القتل ونقر بالخذل ولا ینفع الاقرار بالذنب الامع الندم علیہ ولقد ندمنا علی ما کان منا۔ (امامۃ وسیاسۃ ص ۵۶)

"عبداللہ بن خلف طلحہ و زبیر کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اہل حجاز میں سے کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس نے عثمان کے معاملہ میں کوئی بات کی ہو اور اہل عراق تک اس کی خبر نہ پہونچی ہو۔ تم دونوں شخصوں نے تو وہ فریب کی باتیں کیں۔ اور عوام کو عثمان کے خلاف جمع کر دینے میں وہ کام کیا جو کسی انکار سے دفع نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ اس کے متعلق تمہارے لئے کوئی عذر نافع ہو سکتا ہے (لوگوں کی زبانوں پر تمہارے کارنامے آچکے ہیں) تمہاری بابت سب سے بہتر قول رکھنے والا وہ شخص ہے جو تم سے جرم قتل کو دفع کرتا ہو۔ اور فقط امداد نہ کرنے ہی کا الزام لگاتا ہو (ورنہ لوگ تو یہی کہتے ہیں کہ عثمان کے قاتل تم ہو) طلحہ نے جواب دیا کہ ہم قتل سے تو انکار کرتے ہیں۔ مگر اس کے معترف ہیں کہ امداد نہیں کی اور کسی گناہ کا اقرار جب تک اس کے ساتھ ندامت بھی نہ ہو فائدہ مند نہیں ہو سکتا۔ ہم اپنے گذشتہ افعال پر نادم ہو چکے ہیں۔"

طلحہ کا بیٹا اپنے فرزند دلبند پر۔ صاحبزادے اپنے باپ کو قاتل عثمان کہتے تھے۔

واقبل غلام من جھینۃ الی محمد بن طلحۃ

قبیلہ جہینہ میں سے ایک نوجوان نے محمد بن طلحہ

Marfat.com

فقال حدثنی عن قتلة عثمان فقال نعم دم عثمان
ثلث علی ثلاث اثلاث ثلث علی صاحب الهودج و
ثلث علی صاحب الجمل الاحمر ثلث علی علی بن ابی طالب
فضحك الجهنی ولحق بعلی بن ابی طالب و
بلغ طلحة قول ابنه محمد وكان محمد من عباد
الناس فقال يا محمد اتزعم علی انی
قاتل عثمان كذلك تشهد علی ابيك
كن كعبد الله بن الزبير فوالله ما
انت بخير منه ولا ابوك بدون
ابيه كف عن قولك والا فارجع فان
نصرتك نصرة رجل واحد وفسادك
فساد عامة فقال محمد ما قلت الا
حقا ولن اعود۔

(امامت وسیاست ص۵۹)

کے پاس آکر پوچھا کہ قاتلان عثمان کون ہیں۔
محمد نے جواب دیا خون عثمان کے تین حصے ہیں ایک
تہائی صاحب ہودج (یعنی ام المومنین عائشہ) کی گردن
پر ہے۔ اور ایک تہائی اس شخص پر ہے جو سرخ
اونٹ پر سوار ہے۔ اور ایک تہائی علی بن ابی طالب
پر ہے۔ اس جواب پر وہ جہنی نوجوان ہنس پڑا
اور حضرت علی سے جا کر مل گیا جب طلحہ کو اس کی اطلاع
ہوئی تو محمد سے کہا کہ تم یہ کہتے ہو کہ میں عثمان کا
قاتل ہوں۔ باپ کے خلاف اس قسم کی گواہی دیتے
رہو گے۔؟ عبداللہ بن زبیر کی چلن سیکھو۔ (وہ نوایا
ناخلف نہیں ہے) بخدا نہ تم عبداللہ سے بڑھ چڑھ کر ہو
اور نہ تمہارا باپ عبداللہ کے باپ سے رتبہ میں کم ہے
(پھر تمہارا یہ رویہ کیوں ہے؟) یا تو اپنی زبان بند
کر دیا ہمارے پاس سے چلے جاؤ۔ کیونکہ تمہاری
امداد فقط ایک شخص کی امداد ہوگی۔ اور تمہارا فساد عامۃ الناس کا فساد ہوگا (یعنی تمہاری
نالائقی عامۃ الناس کے خیالات کو ہماری طرف سے خراب کر دے گی) محمد نے کہا میں نے
حق کے سوا اور تو کچھ کہا نہیں۔ اچھا آئندہ ہرگز نہ کہوں گا۔"

صحابہ کے باہمی خفیہ مراسلات، اگر شوق جہاد ہے تو مدینہ آکر جہاد کرو

مورخ طبری نے واقدی سے نقل کیا ہے۔ جلد پنجم ص ۹۶

Marfat.com

لما كانت سنة ۳۴ كتب اصحاب رسول الله صلعم بعضهم الى بعض ان اقدموا فان كنتم تريدون الجهاد فعندنا الجهاد وكثر الناس على عثمان ونالوا منه اقبح ما نيل من احد اصحاب رسول الله يرون ويسمعون ليس فيهم احد ينهى ولا يذب الا نفير الخ

یعنی ۳۴ھ میں اصحاب رسولؐ نے آپس میں خط وکتابت کی کہ اگر تم جہاد کا ارادہ رکھتے ہو تو یہاں آؤ جہاد ہمارے پاس ہی موجود ہے۔ (جہاد اسلام وملین میں بدین ولامذہب لوگوں سے لڑنے کا نام ہے) عثمان کے خلاف لوگوں کی یورش بہت ہوگئی اور وہ آپ کی شان میں ایسی بری بری باتیں کہنے لگے جو کسی کے متعلق کہی جا سکتی تھیں ان تمام حرکات کو اصحاب رسولؐ (ٹھنڈے دل سے) دیکھتے اور سنتے رہے۔ اور ان میں چند نفر کے سوا کوئی ایسا نہ تھا جو کسی کو ٹوکتا اور اس طوفان بے تمیزی کو دفع کرتا۔"

اصحاب نبیؐ کا عتاب نامہ حضرت عثمان کے نام۔ اگر تم نے توبہ نہ کی تو ہم قسم کھاتے ہیں کہ تمہارا خاتمہ بخیر کرکے رہیں گے۔

كتب اهل المدينة الى عثمان يدعونه الى التوبة ويحتجون ويقسمون بالله لا يمسكون عنه ابدا حتى يقتلوه او يعطيهم ما يلزمه من حق الله الخ

طبری جلد پنجم صـ ۱۱۶

"یعنی اہل مدینہ نے حضرت عثمان کے پاس ایک عتاب نامہ بھیجا جس میں اُن کے افعال کے خلاف احتجاج کیا اور لکھا کہ تم توبہ کر لو ورنہ ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم تمہاری مخالفت نہ چھوڑیں گے قتل کرکے دم لیں گے۔ یا حق خدا جو تمہارے ذمہ ہے اس کو ہمارے حوالہ کر دو۔ (سبحان اللہ گو یا حقوق خدا کے ٹھیکہ دار یہی لوگ تھے)"

Marfat.com

عمرو بن بدیل صحابی قاتلان عثمانؓ کے سپہ سالار تھے۔

عدالت صحابہ کا شاندار مظاہرہ

وکان اھل مصر الذین ساروا الی عثمان ستمائة رجل علی اربعة الویة لھا رؤس اربعة مع کل رجل منھم لواء وکان جماع امرھم جمیعا .... عمرو بن بدیل بن ورقاء الخزاعی وکان من اصحاب النبی صلعم۔

(طبری جلد پنجم ص ۱۱۶)

"اہل مصر کی فوج جس نے حضرت عثمان پر چڑھائی کی تھی چھ سو سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ اس کے ساتھ چار جھنڈے تھے اور چار افسر ہر افسر ایک جھنڈا لئے ہوئے تھا۔ اور سب کے امیر الامراء (کمانڈر ان چیف) عمرو بن بدیل بن ورقاء الخزاعی تھے۔ آپ آنحضرت کے صحابی تھے۔"

ان صحابی جلیل کی جلالت وعظمت معلوم کرنے کیلئے محدث ابن عبد البر کا یہ بیان کافی ہے۔ بر حاشیہ اصابہ ص ۲۶۸۔

عبد اللہ بن بدیل بن ورقاء بن عبد العزی ابو ربیعة الخزاعی اسلم مع ابیہ قبل الفتح وشھد حنینا والطائف وکان سید خزاعہ وخزاعة عیبة رسول اللہ ..... وکان لہ قدر وجلالة قتل ھو واخوہ عبد الرحمان بن بدیل

"یعنی عبداللہ بن بدیل خزاعی نے فتح مکہ سے پہلے اپنے والد کے ساتھ اسلام قبول کیا اور غزوۂ حنین وطائف میں شریک ہوئے یہ قبیلہ خزاعہ کے سردار تھے۔ اور اس قبیلہ کے لوگ آنحضرت کے خواص مقربین میں سے تھے۔...... قوم میں آپ کی قدر وجلالت مسلم تھی۔ یہ اور آپکے بھائی عبدالرحمٰن بن بدیل جنگ صفین میں

Marfat.com

بصفین وکان یومئذٍ علی رجالۃ علیٌ وکان من وجوہ الصحابۃ و ھوالذی صالح اصبھان مع عبداللّٰہ بن عامر وکان علی مقدمۃ وذلک فی زمن عثمان فی سنۃ تسع و عشرین من الھجرۃ۔

امیرالمومنین کی پیدل فوج کے افسر تھے اور اسی لڑائی میں شہید ہوئے۔ عبداللہ بن بدیل معزز وذی اثر صحابیوں میں سے تھے۔ عہد خلافت عثمان ۲۹ھ میں عبداللہ بن عامر کی فوج میں مقدمۃ الجیش کے افسر تھے۔ اور صلح اصبہان میں انھوں نے حصہ لیا تھا۔"

جبلہ بن عمرو الساعدی صحابی اپنے امام کو جواب سلام کے قابل بھی نہ جانتے تھے حضرت خلیفہ ثالث سے بدکلامی کی ابتدا کرنے والے آپ ہی تھے۔

ابوجعفر طبری لکھتے ہیں:۔ جلد پنجم صہ ۱۱۴

کان اول من اجترأ علی عثمان بالمنطق السیٔ جبلۃ بن عمرو الساعدی مر بہ عثمان وھو جالس فی ندی قومہ وفی ید جبلۃ جامعۃ فلما مر عثمان سلّم فرد القوم فقال جبلۃ لم تردون علی رجل فعل کذا وکذا ثم اقبل علی عثمان فقال واللّٰہ لاطرحن ھذہ الجامعۃ فی عنقک اولتترکن بطانتک ھذہ قال عثمان ای بطانۃ فواللّٰہ انی

سب سے پہلے جس نے حضرت عثمان سے بدکلامی کی جرأت کی وہ جبلہ بن عمرو الساعدی تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عثمان ان کے پاس سے گذرے وہ قوم کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ اور اُن کے ہاتھ میں ایک حلقہ آہنی تھا۔ عثمان نے سلام کیا تو قوم نے اون کے سلام کا جواب دیا۔ جبلہ بن عمرو نے قوم سے خطاب کیا کہ تم لوگ ایسے شخص کو جواب سلام کیوں دیتے ہو جس کے ایسے کرتوت ہیں۔ پھر عثمان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ تم اپنے خصوصی دوستوں کا ساتھ چھوڑ دو

Marfat.com

لؤا تخير الناس نقال مروان تخيرته
ومعاوية تخيرته وعبد الله بن عامر
بن كريز تخيرته وعبد الله بن سعد
تخيرته منهم من نزل القرآن بذمه
واباح رسول الله دمه۔

ورنہ یہ حلقہ آہنی تمہاری گردن میں ڈالدونگا
عثمان نے کہا کون کون دوست مراد ہیں پس تو اپنا
مخصوص دوست کسی کو نہیں بناتا۔ جبابن عمرو نے
تم مروان پر خاص نظر عنایت رکھتے ہو۔ معاویہ کو دوست
بنالیا ہے۔ عبداللہ بن عامر اور عبداللہ بن سعد
بھی تمہارے مخصوص احباب ہیں۔ ان میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں جن کی مذمت
میں کلام الہٰی نازل ہوا۔ اور رسولؐ نے ان کا خون مباح کردیا تھا۔"

جہجاہ غفاری کا ظالمانہ یا عادلانہ سلوک

قال انا انظر الى عثمان يخطب على
عصا النبيؐ التي كان يخطب عليها
ابوبكر وعمر فقال له جهجاه الغفاري
قم يا نعثل فانزل عن هذا المنبر واخذ
العصا فكسرها على ركبته اليمنى فدخلت
شظية منها فيها فبقي الجرح حتى
اصابته الاكلة فرأيتها تدود فنزل
عثمان وحملوه وامر بالعصا فشدوها
فكانت لضبة فما خرج بعد ذلك
اليوم الا خرجة او خرجتين

"راوی کا بیان ہے کہ میری آنکھوں کے سامنے یہ واقعہ
پیش آیا حضرت عثمان اسی عصا پہ تکیہ کرکے خطبہ
پڑھ رہے تھے جسے ٹیک کر آنحضرت اور ابوبکر و
عمر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ اسی دوران
میں جہجاہ غفاری نے ان سے کہا کہ اے نعثل!
اٹھ اور منبر سے نیچے آ۔ یہ کہکر وہ عصا ہاتھ سے
پکڑ لیا اور حضرت عثمان کے داہنے زانو پر اس
زور سے مارا کہ ٹوٹ گیا۔ اور اس کا ایک ٹکڑا زانو
کے گوشت میں داخل ہوگیا جس کا گھاؤ باقی رہ
گیا یہانتک کہ زخم میں خرابی پیدا ہوگئی۔ اور میں نے

Marfat.com

حتیٰ حصر فقتل ۔ (طبری جلد ۵ صا۱۱) دیکھا کہ کپڑے پڑ گئے تھے ۔ حضرت عثمان منبر سے اتر آئے اور دولت سرا میں لائے گئے ۔ اس دن کے بعد ایک یا دو بار کے سوا آپ کو گھر سے باہر نکلنا نصیب نہ ہوا تا اینکہ محصور ہوئے اور قتل کر دیئے گئے ۔"

قصر خلافت میں آگ لگا دی گئی ۔ عبد اللہ بن بدیل خزاعی ، رفاعہ بن رافع انصاری ، عمر بن حزم انصاری کی مساعی جمیلہ

فلما رأو ذالک ناروا الی بابہ فاحرقوہ وخرج علیھم مروان بن الحکم من دار عثمان فی عصابۃ وخرج سعید بن العاص فی عصابۃ وخرج مغیرۃ بن الاخنس بن شریق الثقفی حلیف بنی زھرۃ فی عصابۃ فاقتتلوا قتالاً شدیداً ... فحمل المغیرۃ بن الاخنس الثقفی علی القوم وھو یقول مرتجزاً قد علمت جاریۃ عطبول لھا وشاح ولھا حجول انی بنصل السیف خنشلیل فحمل علیہ عبد اللہ بن بدیل بن ورقاء

جب لوگوں نے یہ ماجرا دیکھا تو عثمان کے دروازہ کیجانب ٹوٹ پڑے اور اس میں آگ لگا دی ۔ تب مروان بن حکم سعید بن العاص مغیرہ بن الاخنس ایک ایک جتھا اپنے ہمراہ لئے عثمان کے گھر سے باہر نکل پڑے اور سخت لڑائی ہونے لگی ۔ مغیرہ بن الاخنس رجز خوانی کرتے ہوئے بلوائیوں کی جماعت پر حملہ آور ہوئے عبد اللہ بن بدیل بن ورقا الخزاعی نے رجز کا جواب دیتے ہوئے ان پر حملہ کیا اور قتل کر دیا ۔ رفاعہ بن رافع انصاری نے مروان پر حملہ کیا اور پچھاڑ دیا ۔ اور یہ سمجھ کر اس سے ہٹ گئے کہ مار گیا ۔ (مگر جسکی رسی دراز ہو اسے کون مارے)

Marfat.com

الخزاعی وهو یقول

ان تنکث بالسیف کما تقول فاثبت لقرن ماجد یصول

بمشرفی حده مصقول

فضربه عبد الله فقتله وحمل رفاعه بن رافع الانصاری ثم الزرقی علی مروان بن الحکم فضربه فصرعه فنزع عنه وهو یری انه قد قتله . . . . . . فلم یزل

. . . . جنگ برابر جاری رہی۔ تا اینکہ عمرو بن حزم انصاری نے یہ تدبیر کی کہ اپنے مکان کا وہ دروازہ جو عثمان کے گھر کے پہلو میں واقع تھا محاصرہ کرنے والوں کے لئے کھول دیا اور ان کو پکارا۔ وہ لوگ خانہ عثمان میں گھس گئے۔ اور گھر کے اندر جنگ ہونے لگی۔"

الناس یقتتلون حتی فتح عمرو بن حزم الانصاری باب داره وهو الی جنب دار عثمان بن عفان ثم نادی الناس فاقبلوا علیهم من داره فقاتلوهم فی جوف الدار۔ (طبری جلد پنجم ص۱۲۵)

طبری کے اس بیان سے ظاہر ہوا کہ مسلمانوں کی جو فوج حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کئے ہوئے تھی اور جس نے بالآخر آپ کے بیت الشرف میں آگ لگا دی اس میں تین مقدس و عادل صحابہ عبداللہ بن بدیل خزاعی[1]، رفاعہ بن رافع انصاری۔ عمرو بن حزم انصاری شاندار جنگی خدمات انجام دے رہے تھے۔ اور بالخصوص موخر الذکر بزرگ نے

---

[1] عبداللہ بن بدیل کے فضائل و مناقب کا تذکرہ پہلے گزرا۔ اب دو صحابیوں کے بلند مراتب کا اندازہ کرنے کے لئے علمائے اسلام کی تحریریں یہاں پیش کی جاتی ہیں۔

رفاعہ بن رافع (۱) اخرج له البخاری وغیره وهو من اهل بدر کما ثبت فی البخاری وشهد هو وابوه العقبة وبقیة المشاهد وروی عن النبیؐ وعن ابی بکر الصدیق

ان سے بخاری وغیرہ نے روایت کی ہے۔ یہ ان صحابیوں میں ہیں جو جنگ بدر میں شریک تھے۔ یہ اور ان کے والد عقبہ اور باقی غزوات میں بھی شریک ہوتے رہے۔ آنحضرتؐ اور ابوبکر صدیق (بقیہ حاشیہ ص۸۰ پر)

Marfat.com

خلیفہ زماں کے ہمسایہ کی حیثیت سے یہ حق جوار ادا کیا کہ اپنے مکان کا دروازہ جو قصر عثمانی کے پہلو میں واقع تھا بلوائیوں کے لئے کھولدیا اور اُن کو آواز دی کہ اسی دروازہ سے گذر کر قصر خلافت میں داخل ہو جائیں۔ ایسا ہی ہوا کہ حملہ آور فوج اسی دروازہ سے حضرت عثمان اور اُن کے اصحاب و رشتہ داروں پر ٹوٹ پڑی۔ اگر اس واقعہ پر نظر کیجائے تو معلوم ہو جائے گا کہ خون خلیفہ مظلوم بہت کچھ اسی صحابی مقدس کی گردن پر ہے۔ مگر کچھ اس درجہ مضبوط وجیرہ زور واقع ہوئی ہے کہ نہ بار عدالت اسے جھکا سکتا ہے اور نہ خلیفہ زماں کا خون ناحق۔ بڑے خوش نصیب تھے وہ اہل اسلام جنھیں ایسے ایسے عدالت پیشہ اور حق شناس ہمسایہ صحابہ کبار کی پیروی کا شرف حاصل ہے۔

وعن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ ابناه عبید ومعاذ وابن اخیه یحیی بن خلاد وابنه علی بن یحیی وزعم ضرار بن صرد باسناد الی عبد اللہ بن ابی رافع انه شهد صفین اخرجه الطبرانی و روی ابو عمر قصة فیها انه شهد الجمل وقال ابن قانع مات سنة احدی او اثنتین واربعین۔ (اصابہ جلد اول ص۵)

(۲) یکنی ابا معاذ شهد بدرا واحدا وسائر المشاهد مع رسول اللہ ؐ وشهد معه اخواه خلاد ومالك ابنا رافع

اور عبادہ بن صامت سے روایت کرتے ہیں ان کے دونوں بیٹے عبید و معاذ نیز ان کے بھتیجے یحیی ابن خلاد اور یحیی کے فرزند علی بن یحیی نے روایت کی ہے۔ ضرار بن صرد عبد اللہ بن ابی رافع سے راوی ہے کہ یہ صفین میں حضرت امیر المومنین کے ساتھ تھے۔ طبرانی نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ اور ابو عمر نے ایک قصہ نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنگ جمل میں حضرت علیؑ کے ساتھ تھے ۴۱ھ یا ۴۲ھ میں وفات پائی۔

(۲) ابو معاذ ان کی کنیت تھی۔ بدر و احد اور تمام غزوات میں آنحضرت کے ساتھ تھے۔ اُن کے ساتھ اُن کے دونوں بھائی (بقیہ ص۸۱ پر ملاحظہ ہو)

Marfat.com

اور خوش اعتقادی کا اظہار کرتے ہوئے سب کو ماجور و مغفور بھی سمجھتے ہیں۔ ظالم و مظلوم، قاتل و مقتول ان کی نگاہوں میں سب جنتی ہیں۔ اور اس نظریہ نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ ماجرا کچھ بھی عجیب نہیں کہ " وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۰) شہد واقاتی تہم بدرا ...... شہد رفاعہ بن رافع معہ الی علی صفین۔ (استیعاب برحاشیہ اصابہ جلد ۱ صفحہ ۵۰)

غزاوہ ماکا بھی شریک جنگ بدر تھے۔ انھوں نے حضرت علیؑ کے ساتھ صفین وجمل کی لڑائیوں میں حصہ لیا۔

عمرو بن حزم الانصاری | یکنی اباالضحاک

لم یشہد بدراً فیما یقولون اول مشاهده الخندق واستعمله رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اھل نجران ...... وھو ابن سبع عشر سنۃ لیفقھھم فی الدین ویعلم القرآن ویاخذ صدقاتھم ...... وکتب لہ کتابا فیہ الفرائض والسنن و الصدقات والدیات ومات بالمدینۃ سنۃ احدی وخمسین۔ (استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۲۵)

ان کی کنیت ابوالضحاک تھی۔ جنگ بدر میں شریک نہ تھے۔ سب سے پہلے انھوں نے جنگ خندق میں شرکت کی حضرت رسول خدا نے اُن کو اہل نجران پر عامل وحاکم مقرر فرمایا تھا۔ تاکہ اُن کو دین کے اصول وفروع اور قرآن کی تعلیم دیں اور اُن سے اموال صدقات وصول کرتے رہیں۔ حضرت نے اُن کو ایک تحریر دی تھی جس میں تمام فرائض وسنن اور صدقات ودیات کے احکام شرعیہ درج فرمائے تھے۔ ان کو یہ شرف عظیم فقط سترہ برس کی عمر میں حاصل ہوا تھا۔ ۵۱ھ میں مدینہ میں فوت ہوئے۔

ناظرین ان صحابی کی جلالت قدر کا اندازہ اسی سے فرما سکتے ہیں کہ فقط سترہ سال کی عمر میں ان کا علم وفضل اس حد تک پہونچ چکا تھا، اور اخلاقی حالت اس درجہ قابل اعتماد خیر وصلاح کا ثبوت دے چکی تھی کہ آنحضرت نے اُن کو اہل نجران پر عامل مقرر فرمایا۔ اور تعلیم احکام شرعیہ وتعلیم قرآن اور اموال خمس وزکوٰۃ کی تحصیل کے ایسے عظیم الشان فرائض کو ان سے متعلق فرمایا۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۲)

عمرو بن الحمق صحابی کا عمل خیر

واما عمرو بن الحمق فوثب علی عثمان فجلس علی صدرہ وبہ رمق فطعنہ تسع طعنات قال عمرو فاما ثلاث منھن فانی طعنتھن ایاہ للہ واما ست فانی طعنتھن ایاہ لما کان فی صدری علیہ (طبری جلد ۵ ص ۱۳۲)

عمرو بن حمق حضرت عثمان کیطرف جھپٹے اور سینہ پر جا بیٹھے اس وقت ان بزرگوار میں ایک رمق باقی تھی۔ اس حالت میں بھی عمرو بن حمق نے نو ضربیں لگائیں۔ اور بعد میں انھوں نے کہا کہ میں نے تین ضربیں تو خدا کی خوشنودی کیلئے لگائی تھیں اور باقی چھ اپنے دل کا بخار نکالنے کے لیئے۔"

صحابہ کا اجماع امام وقت کے خون ناحق پر۔ خلافت مآب کا خط معاویہ کے نام اور اہل مدینہ پر کفر کا فتویٰ۔ معاویہ نے بھی دلی تمنا سے وفا نہ کی

فلما رأی عثمان ما قد نزل بہ وما قد انبعث علیہ من الناس کتب الی معاویۃ بن ابی سفیان وھو بالشام بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اما بعد

یعنی جب جناب عثمان نے ان باتوں کو دیکھا جو لوگوں کے ہاتھوں سے ان پر نازل ہو رہی تھیں۔ تو معاویہ بن ابی سفیان کو لکھا " بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔۔ اما

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۱) میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اس شرف میں کوئی صحابی ان کا مقابل نہیں ہے ... سترہ سال کی عمر میں ان کے علم و فضل و دیانت و امانت پر آنحضرت نے جس قدر اعتماد فرمایا اور عہدہ تعلیم سپرد کر دیا۔ اوس سے وہ ہستیاں بھی محروم نظر آئینگی جو کم سے کم پچاس سال تک بل دور ختم آنکھوں سے مشاہدہ کر چکی تھیں۔ کہاں وہ مرد کہن سال جو نہ سورہ البقر یاد کر سکے اور نہ مسائل کبھی امور دین کی تولیت اون سے متعلق کیگئی۔ اور کہاں یہ سترہ سال کا نوجوان۔۔

وان اهل المدینة قد کفروا واخلفوا الطاعة ونکثوا البیعة فابعث الی من قبلک من مقاتلة اهل الشام علی کل صعب وذلول فلما جاء معاویة الکتاب تربص به وکره اظهار مخالفة اصحاب رسول اللہ صلعم وقد علم اجتماعہم
(طبری جلد پنجم ص ۱۱۵)

اہل مدینہ نے کفر اختیار کرلیا ہے میری اطاعت سے منحرف ہوگئے ہیں ۔ بیعت توڑ دی ہے لہذا شامی بہادروں کو میری امداد کیلئے جلد روانہ کرو ۔ جب یہ خط معاویہ کے پاس پہونچا تو اس نے امداد کیلئے فوج بھیجنے میں توقف کیا ۔ (اور خاموشی اختیار کرلی ۔ جواب خط بھی نہ دیا) کیونکہ اس کو معلوم ہوچکا تھا کہ حضرت عثمان کے خلاف بغاوت پر اصحاب رسول کا اتفاق و اجماع ہوچکا ہے لہذا اصحاب رسول سے مخالفت کرنا پسند نہیں کیا ۔"

معاویہ اور دیگر امرائے دولت عثمانیہ کی بیوفائی

ملل ونحل میں بذیل حالات حضرت عثمان مذکور ہے :

وکان امراء جنوده معاویہ بن ابی سفیان عامل الشام وسعید بن العاص عامل الکوفة وبعده الولید بن عقبة وعبد اللہ بن عامر عامل البصرة وعبد اللہ بن ابی سرح عامل مصر کلهم خذلوه ورفضوه حتی تدرعلیه وقتل مظلوما فی داره

" یعنی دولت عثمانیہ کے تمام امراء نے خلیفہ وقت کا ساتھ چھوڑ دیا تھا ۔ اور امداد سے منہ موڑ لیا تھا ۔ یہانتک کہ مظلومیت کے عالم میں اپنے محل کے اندر قتل کر دئے گئے ۔"

Marfat.com

حضرت عثمان کے خلاف عمرو بن عاص کی ریشہ دوانی

ابن عبد البر نے کتاب استیعاب میں لکھا ہے:

کان عمرو بن العاص منذ عزله عن مصر یعمل حیلة بالتالیب والطعن فی عثمان۔ (جلد اول صفحہ ۲۴۰)

حضرت عثمان نے جب سے عمرو عاص کو حکومت مصر سے معزول کر دیا تھا۔ لوگوں کو بغاوت پر آمادہ کرنے کی تدبیریں کر رہے تھے۔ اور حضرت پر طعن و تشنیع کیا کرتے تھے۔"

نیز تذکرہ عبد اللہ بن سرح کے ذیل میں لکھتے ہیں:۔

فلما ولاہ ایاھا عثمان وعزل عنها عمرو بن العاص جعل عمرو بن العاص یطعن علی عثمان ویولب علیه و یسعی فی فساد امرہ فلما بلغه قتل عثمان وکان معتزلاً فلسطین قال انی اذا نکات قرحة ادمیتها۔ انتهی۔

جب عثمان نے عبد اللہ ابن ابی سرح کو مصر کا گورنر مقرر کیا اور عمرو عاص کو معزول کر دیا تو یہ شخص اُن بزرگ پر طعن و تشنیع کرنے لگا اور لوگوں کو اُن کے خلاف بھڑکانے اور فتنہ و فساد برپا کرنے میں کوشش کرنے لگا۔ جب اس کو خبر قتل عثمان معلوم ہوئی .... اس وقت وہ فلسطین میں عزلت گزین تھا۔ یہ خبر سنکر بولا (تھا کہ میں جب لگاؤ لگاتا ہوں اُس سے خون بہا کے چھوڑتا ہوں۔ (یہ زبان عرب کی مثل ہے۔ مطلب اسکا یہ ہے کہ میں جب اُس کی کسی کے پیچھے پڑتا ہوں تو انجام کو پہونچا کے دم لیتا ہوں۔)

محمد بن حذیفہ صحابی کی حضرت عثمان کیخلاف شدید فتنہ پردازی آغوش تربیت میں برسوں پرورش پانیکا حق خوب ادا کیا

حافظ ابن عبد البر کتاب استیعاب میں لکھتے ہیں:۔

كان محمد بن ابی حذیفة اشد الناس تالیبا علی عثمان ..... وكان عثمان تكفل محمد بن ابی حذیفة بعد موت ابیه ابی حذیفة ولم یزل فی كفالته ونفقته سنین فلما قاموا علیه كان محمد بن ابی حذیفة احد من اعان علیه والب وحرض اهل مصر فلما قتل عثمان هرب الی الشام فوجده رشدین مولی معاویة فقتله - (جلد اول ص...)

محمد بن حذیفہ عثمان کے خلاف لوگوں کو ابھارنے اور جمع کرنے میں سب سے زیادہ سخت تھے حضرت عثمان نے ان کے باپ ابو حذیفہ کے مرجانے کے بعد برسوں اُن کی کفالت کی تھی - اور انھیں کی روٹیوں پر زندگی بسر کرتے تھے - (لیکن یہ انقلاب زمانہ دیکھئے کہ) جب حضرت عثمان کے خلاف لوگوں نے سر اٹھایا تو اُنھوں نے (حق نمک خواری یوں ادا کیا کہ) ان کے خلاف باغیوں کی امداد کی اور اہل مصر کو ابھارا اور ورغلایا - (یہ باغباں نجیب ہیں آشیانی کی جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے) جب وہ قتل ہو چکے تو یہ شام کی جانب بھاگ گئے - وہاں رشدین غلام معاویہ نے اُن کو پالیا اور قتل کر دیا -"

حذیفہ یمانی کی مخالفانہ روش مگر ایک خاص انداز سے جسے تقیہ کہتے ہیں

علامہ ذہبی تہذیب التہذیب میں رقمطراز ہیں : (منقول از تشیید المطاعن جلد دوم ص۱۱۹)

قال كنا مع حذیفة فقال له عثمان یا ابا عبد الله ما هذا الذی یبلغنی عنك قال ما قلته فقال عثمان انت اصدقهم وابرهم فلما خرج قلت یا ابا عبد الله الم تقل ما قلته قال بلی ولكن اشتری

راوی کہتا ہے کہ ہم ایک مرتبہ حذیفہ کے ساتھ تھے کہ حضرت عثمان (بھی آگئے) اور ان سے کہنے لگے اے ابو عبداللہ! یہ کیا باتیں تمہاری طرف سے میرے کانوں تک پہنچ رہی ہیں - تو حذیفہ نے جواب دیا کہ میں نے وہ باتیں نہیں کہی ہیں - عثمان بولے

Marfat.com

دینی بدو ضیعہ مخافۃ ان یذھب کلہ — کہ تم سب میں نہایت سچے اور پاکباز انسان ہو جب حضرت عثمان چلے گئے تو میں نے حذیفہ سے پوچھا "کیا تم نے یہ باتیں نہیں کہی تھیں؟" کہنے لگے کہ ہاں کہیں تھیں مگر (کیا کروں) میں تو اپنا دین اس کے بعض حصے کے عوض خریدتا ہوں۔ اس خوف سے کہ کہیں سب نہ چلا جائے (آنکھیں کھول کر دیکھو رافضی اسی کو تقیہ کہتے ہیں۔ اب تمہیں اختیار ہے کہ یا تم بھی جواز تقیہ کے قائل ہو جاؤ۔ یا اس کا نام نفاق رکھو اور حذیفہ جیسے صحابی کو منافق ٹھہراؤ۔" مترجم)

عبداللہ ابن مسعود مخالفین عثمان کی صف میں

عبداللہ ابن مسعود جیسے جلیل القدر صحابی کا شمار بھی انھیں لوگوں میں ہے جو امام وقت کے خلاف نکتہ چینی میں مصروف رہتے تھے جس کا انجام یہ ہوا کہ مستحق تعزیر ٹھہرائے گئے علمائے اسلام نے بھی ان کے خلاف اور حضرت عثمان کے حق میں اپنا فیصلہ سنایا۔ بہرحال یہ ظاہر ہے کہ جب ایسے ایسے طبقۂ اعلیٰ کے صحابی حکومت کے خلاف ہونگے اور عام طور پر نکتہ چینی میں منہمک نظر آئیں گے۔ تو عام خلفشار کیوں نہ پھیلیگا۔ اور حکومت کا تختہ کیوں نہ الٹ دیا جائیگا۔ بالآخر جو کچھ واقع ہوا اس کی ذمہ داری صحابۂ کبار ہی پر عائد ہوتی ہے۔ اور خلیفۂ مظلوم کا خون ناحق انھیں کی گردنوں پر ہے۔ جو کچھ بھی ہو مجھے تو اتنا ہی دکھانا ہے کہ عبداللہ بن مسعود امام وقت کے خلاف اعتراضات والزامات کی بھرمار کئے ہوئے تھے۔ اور اس غرض کے حصول کے لئے علامہ ابن حجر مکی کا یہ ارشاد کافی ہے:-

(۱) ان حبسہ عطاء ابن مسعود وھجرہ لہ فلما بلغہ عنہ ما یوجب ذالک القاء لا تھمۃ الولایۃ۔

(۱) حضرت عثمان نے عبداللہ ابن مسعود کا وظیفہ جو بند کر دیا تو اس کا سبب یہ ہوا تھا کہ ابن مسعود کیطرف سے کچھ باتیں عثمان کے کانوں تک پہنچی تھیں

Marfat.com

جو اسی کی متقاضی تھیں تاکہ حکومت و ولایت کا رعب وداب دل پر بٹھا دیا جائے۔"

۲۔ اما ابن مسعود فکان ینقم علی عثمان کثیرا فظہرت لہ المصلحۃ فی عزلہ ۔ (صواعق محرقہ)

(۲) ابن مسعود کی بدگوئی و عیب جوئی میں بہت زیادہ منہمک رہتے تھے ۔ لہذا مصلحت اسی میں ظاہر ہوئی کہ اون کو معزول کر دیا جائے۔

نصرت امام سے ابوحسن مازنی کا صاف انکار

استیعاب ابن عبدالبر میں ہے جلد دوم ص۶۵۷ ۔

والوحسن ھذا ھو القائل لزید بن ثابت حین قال یوم الدار یا معشر الانصار کونوا انصار اللہ عز و جل مرتین فقال لہ ابوحسن لا واللہ لانطیعک فنکون کما قال اللہ تعالی اطعنا سادتنا وکبرائنا فاضلونا السبیلا۔

یہ ابوحسن وہی بزرگ ہیں کہ جب زید بن ثابت نے بروز دار یہ کہا کہ اے گروہ انصار! تم لوگ دو مرتبہ انصار اللہ بنجاؤ (یعنی حضرت عثمان کی امداد کرو ۔ ان کی امداد خدا کی نصرت ہے لہذا اگر ان کی امداد کروگے تو دوبارہ خدا کی نصرت کرنے والے ٹھہروگے) تو انھوں نے جواب دیا کہ بخدا ہم تمھاری اطاعت نہ کرینگے ۔ ورنہ یہ آیت ہم پر صادق آئیگی (جسکا ترجمہ یہ ہے) ہم نے اپنے سرداروں اور بزرگوں کی اطاعت کی پس انھوں نے ہم کو راستہ سے بھٹکا دیا ۔ (معلوم ہوا کہ ابوحسن کے نزدیک نصرت عثمان ضلالت و گمراہی ہے)

عبدالرحمن بن عوف بھی مخالف ہوگئے تھے اور ترک سلام و کلام کی قسم کھالی تھی ۔ ایسے روٹھے کہ تا دم مرگ راضی نہ ہوئے

خلیفہ ثانی نے اپنے بعد انعقاد خلافت و انتخاب خلیفہ کی غرض سے جو مجلس شوریٰ قائم

Marfat.com

کردی تھی اس کے صدر آپ ہی تھے۔ اور حضرت عثمان کی خلافت آپ ہی کی تدبیر وں سے عالم وجود میں آئی تھی۔ مگر یہ انقلاب طبع دیکھنے کے قابل ہے کہ ندرو قسم کی سخت پابندی عائد کر کے حضرت عثمان سے سلام وکلام ترک کر دیا گیا ہے۔ آخری وقت میں بھی جب کہ مرض الموت میں مبتلا تھے۔ حضرت عثمان سے اُخوت اسلامی کا برتاؤ کرنا گوارا نہ کیا۔ اگر اس امر کا لحاظ کر لیا جائے کہ آپ مہاجرین اولین کی ممتاز ترین فرد اور عشرہ مبشرہ کی کونسل کے سربرآوردہ ممبر تھے۔ آپ کی شان میں حدیث "انت امین فی السماء وامین فی الارض" وارد ہوئی تھی۔ آپ کے پیچھے خود آنحضرتؐ نے نماز میں اقتدا کی تھی تو سمجھ لیجیے کہ ان بزرگ کا روٹھنا اور ناراض دنیا سے جانا بس قیامت تھا۔ اس سے زیادہ اور کیا کہا جائے۔ پاس صحبت سرور انبیاء زیادہ کہنے کی اجازت نہیں دیتا۔

(۱) روی انه قیل لعبد الرحمن بن عوف هذا فعلك فقال لم اظن هذا به ولكن لله علی ان لا اکلمه ابداً ومات عبد الرحمن وهو مهاجر لعثمان ودخل علیه عثمان عائداً فی مرضه فتحول الی الحائط ولم یکلمه۔

(کتاب المختصر فی اخبار البشر)

(۱) (یعنی جب حضرت عثمان کی اقارب نوازی سے خفا ہو کر عبد الرحمن بن عوف نے سلام وکلام ترک کر دیا تو) لوگوں نے اُن سے کہا کہ تم اور حضرت عثمان کے ساتھ یہ برتاؤ؟ کہا میں نے کبھی یہ گمان نہ کیا تھا کہ عثمان کے اعمال ایسے ہوں گے۔ میں خدا سے اس بات کا عہد کرتا ہوں کہ عثمان سے کبھی بات چیت نہ کروں گا۔ عبد الرحمن بن عوف مرتے دم تک اس عہد پر قائم تھے۔ اور روٹھے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے حضرت عثمان مرض الموت کی حالت میں عیادت کی غرض سے ان کے پاس آئے تو انھوں نے دیوار کی جانب منھ پھیر لیا اور بات بھی نہ کی۔ (یہ ہیں اسلامی اخلاق جن کو

یہ بزرگان دین دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔)

(۲) کان ای عبدالرحمٰن ھجر عثمان لما
امر اقاربہ فقال الناس لابن عوف
ھذا فعلك فدخل علیہ والامہ
وقال انما ولیتك لتسیر
سیرة الشیخین فقال کان
عمر یقطع اقاربہ فی الله وانا اصلھم
فی الله فنذر ان لا یکلمہ
ابدا۔
(شرح قصیدہ ہمزیہ لابن حجر المکی)

(۲) جب یہ دیکھا کہ حضرت عثمان نے اپنے رشتہ داروں کو حکومت و امارت کے عہدے عطا کر دیئے ہیں تو عبدالرحمٰن بن عوف نے ان تمام روابط و تعلقات منقطع کر لئے اس پر لوگوں نے ابن عوف کو کہا تم اور حضرت عثمان سے ایسا سلوک؟ (نہایت تعجب ہے) تب عبدالرحمٰن حضرت عثمان کے پاس آئے اور انھیں اس روش قرابت پرستی پر ملامت کی اور کہا کہ میں نے تمہیں فقط اس لئے امیر و والی بنایا تھا کہ شیخین ابوبکر و عمر کی سیرت پر چلو گے (مگر تمہارا چلن اس کے خلاف ظاہر ہو رہا ہے) عثمان نے جواب دیا کہ عمر خوشنودی خدا کے لئے قطع رحم کرتے تھے۔ اور میں اسی کی رضا حاصل کرنے کی نیت سے رحم کرتا ہوں (دونوں کے افعال گو مختلف ہوں مگر نیت دونوں کی ایک ہے پھر ملامت کیسی؟) یہ جواب سن کر عبدالرحمٰن نے نذر کر لی کہ آئندہ کبھی عثمان سے ہم کلام نہ ہوں گے۔"

یہ بات ملحوظ خاطر رکھی جائے کہ عبدالرحمٰن حضرت عثمان کے قریبی رشتہ دار تھے اور اخوت اسلامی کے روابط اس رشتہ داری پر مستزاد تھے۔ اور شریعت نے قرابت داروں اور دینی بھائیوں سے قطع تعلقات کا طریقہ ناروا قرار دیا ہے۔ اور جو امر شرعی احکام کے بموجب ناروا ہو اس کے متعلق نذر و عہد نہ صحیح ہو سکتا ہے۔ اور نہ خوشنودی خدا کا باعث۔ مگر عبدالرحمٰن

Marfat.com

سے لبشارتی شرعی عذر د عہد کر کے ترک سلام و کلام کر دیا جس سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ عبدالرحمٰن کے خیال و عقیدہ کے بموجب حضرت عثمان اپنے اعمال کی وجہ سے اس حیثیت میں آ گئے تھے کہ ان سے قرابت داری اور اسلامی برادری کے تمام شرعی تعلقات کا قطع کر لینا ہی خدا کی رضا و خوشنودی کا باعث ہو گیا تھا - اب خدا ہی جانے حق کس کی طرف تھا جس کی طرف بھی ہو - یہ یقینی ہے کہ قاتلان عثمان کی جرأت انھیں بزرگوں کی حرکات سے حاصل ہوئی - اور خلافت ثالثہ کی بیخکنی انھیں حضرات کی مرہون منت تھی کیا عبدالرحمٰن بن عوف اور اُن کے مقلدین تجربہ کر لینے اور اس پر پچتا لینے کے بعد بھی روافض کے اس عقیدہ پر صاد نہ کریں گے کہ امام و خلیفہ نبیؐ کو معصوم اور خدا کی جانب سے منصوص ہونا چاہیئے - غیر معصوم اور پنچایتی خلافتوں سے اس کا یقین نہیں کیا جا سکتا کہ ظاہر حال کو دیکھ کر جو لمبی چوڑی توقعات قائم کی جائینگی وہ پوری ہو کر بھی رہیں گی جس طرح کہ حضرت عثمان کی ذات سے عبدالرحمٰن کی یہ توقع کہ سیرت شیخین پر چلیں گے پوری نہ ہو سکی -

عبداللہ بن عکیم الجہنی پہلے حضرت عثمان کے مرید و شیفتہ تھے - پھر آپ کے خون ناحق میں ہاتھ رنگ لیے

یہ نہایت بلند مرتبہ صحابی ہیں - دیکھو اصابہ جلد دوم ص ۲۴۶ - طبقات ابن سعد میں ہے - جلد ۶ ص ۸۰

عبداللہ بن عکیم الجھنی ویکنی ابا سعید روی عن عمرو عثمان و علیؓ | عبداللہ بن عکیم الجہنی کنیت ان کی ابو سعید تھی - حضرات عمر و عثمان و علی و عبداللہ بن مسعود

عبد الله وكان كبيرا قد ادرك الجاهلية -

سے روایت کرتے تھے۔ یہ ایک بڑی شخصیت رکھتے تھے زمانۂ جاہلیت کی بھی ہوا کھائی تھی -

ان بزرگوار کا محب و شیدۂ عثمان ہونا مسلم ہے۔ تصدیق کے لئے فقط ایک روایت پیش کی جاتی ہے جو آپ کی صاحبزادی سے مروی ہے :-

قالت كان عبد الله بن حكيم يحب عثمان وكان ابن ابى ليلى يحب عليا وكانا متواخيين قالت فما سمعتهما يذكران شيئا قط الا انى سمعت ابى يقول لابن ابى ليلى لو ان صاحبك صبر اتاه الناس

عبد اللہ بن حکیم عثمان کا دوست دار تھا۔ اور ابن ابی لیلی محب علیؑ تھے۔ اور یہ دونوں باہم برادرانہ تعلقات رکھتے تھے۔ میں نے کبھی ان دونوں میں سے کسی کو کسی کا تذکرہ کرتے ہوئے نہیں سنا۔ مگر یہ کہ میں نے عبد الرحمن بن ابی لیلی سے اپنے باپ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر تمہارا دوست صبر کرتا تو لوگ اس کے پاس آتے -

اب یہ طبیعت کا انقلاب دیکھئے کہ محبت عداوت سے بدل گئی اور اپنے امام و پیشوا حضرت عثمان کے خون کے پیاسے ہو گئے۔ طبقات ابن سعد میں مروی ہے۔ جلد ششم ص۸۳ -

قال سمعت عبد الله بن حكيم يقول لا اعين على دم خليفة ابدا بعد عثمان فيقال له يا ابا معبد اواعنت على دمه فيقول انى اعد ذكر مساويه عونا على دمه -

راوی کہتا ہے کہ میں نے سنا کہ عبد اللہ بن حکیم کہا کرتے تھے کہ میں اب عثمان کے بعد کسی خلیفہ کی خون ریزی میں امداد نہ کروں گا۔ اس کلام پر ان کو لوگ پوچھتے تھے کہ اے ابو معبد کیا تم نے عثمان کے خون ناحق میں امداد دی تھی؟ وہ کہتے

Marfat.com

تھے ! ہاں میں ان کی برائیوں کی اشاعت کر کے خوں ریزی میں اعانت کیا کرتا تھا۔

بغور دیکھو عبداللہ بن حکیم جو عمائد و روسائے کوفہ میں سے ہیں اور اسلامیت و دین کی دنیا میں ایک نمایاں وجاہت رکھتے تھے اپنی افتاد فطرت کیونکر ظاہر کر رہے ہیں۔ یہ حضرت عثمان کے مخلص دوستوں اور طرفداروں میں رہے۔ پھر طبیعت میں انقلاب جو ہوا تو ان کے جانی دشمن بن گئے۔ جب اس مقصد کو حاصل کر چکے تو آئندہ کیلئے عہد کر رہے ہیں کہ کسی خلیفہ کی خونریزی میں کبھی شریک نہ ہوں گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ بیوفائی وغداری اہل کوفہ کے خمیر میں شامل تھی خواہ وہ کسی طبقہ اور کسی حیثیت کے افراد ہوں سب کی افتاد طبیعت بوئے وفا سے خالی تھی۔ نہ شیعۂ عثمان ہو کر کبھی وفا کی نہ شیعۂ علیؓ بنکر پہلے غداری و بیوفائی کرنا اور پھر پچھتانا ان کی فطرت میں داخل تھا۔ اگر صحابی رسول سلیمان بن صرد، مسیب بن نجبہ وغیرہما نے امام حسینؓ کی نصرت نہ کی اور بعد میں پچھتاتے رہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ کوفی صحابہ و تابعین کا انداز فطرت ہی یہی تھا۔

صحابہ حضرت عثمان کی تجہیز و تکفین سے کنارہ کش تھے

قال دفن عثمان بین المغرب والعشاء ولم یشہد جنازتہ الا مروان بن الحکم وثلاثۃ من موالیہ وابنتہ الخامسۃ فناحت ابنتہ ورفعت صوتھا تندبہ واخذ

راوی کا بیان ہے کہ حضرت عثمان مغرب و عشاء کے درمیان دفن کیے گئے۔ اور ان کے جنازہ میں مروان بن حکم اور ان کے تین موالی اور ایک صاحبزادی کے سوا کوئی شخص شریک نہیں ہوا۔ آپ کی صاحبزادی نے نوحہ و بکا کی

Marfat.com

الناس الحجارة وقالوا نعثل نعثل وکادت
ترجمہ۔ طبری جلد ۵ صفحہ ۱۴۳
آواز بلند کی اس پر لوگ پتھر برسانے لگے اور نعثل نعثل کا شور مچانا شروع کر دیا۔ قریب تھا کہ وہ یتیم لڑکی سنگسار ہو جائے۔

صحابہ کے عدم شرکت کی تاویل و توجیہہ علمائے فرقہ سنیہ کے قلم سے مقولۂ عذر گناہ بدتر از گناہ کا دلچسپ اور فائدہ مند ثبوت

عقلمند ناظرین نے عبدالوہاب شعرانی وغیرہ علمائے فرقہ سنیہ کی منقولہ بالا تحریروں سے پہلے ہی یہ سمجھ لیا ہوگا کہ دنیائے صحابیت کے حالات عام انسانی دنیا سے بہت کچھ مختلف ہیں۔ اس دنیا میں قاتل و مقتول، ظالم و مظلوم، رند و زاہد سب کے اعمال ایک ہی ترازو میں تولے جاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ضعیف الاعتقاد لوگوں کو ہماری یہ خوش اعتقادی سوفسطائیہ یونان کے خیالات کی بگڑی ہوئی تصویر نظر آئے۔ مگر کیا کیا جائے کہ اس دنیا کی آب و ہوا کچھ ایسی ہی موافق طبائع واقع ہوئی ہے کہ وہاں قدم رکھتے ہی ہر گناہ خیر عمل بن جاتا ہے۔ کوئی ہو قاتل یا مقتول نامہ اعمال میں دونوں کے بدن لفرقہ دا امتیاز لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ لوگ ماجور ہیں، مغفور عادل ہیں مجتہد ہیں جنتی ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بہرحال "رضی اللہ تعالیٰ عنھم" ہیں۔ اگر ذرا بھی اس خوش اعتقادی میں فرق آئے تو ملا علی قاری جیسے علمائے دین غضب آلود آنکھیں دکھا کر ٹوک دیتے ہیں کہ "لایقاس الملوک بالحدادین[1]" بادشاہوں کو آہنگروں پر قیاس کرنا کیا؟
غرض خواہ مخواہ یہ ماننا ہی پڑتا ہے کہ جس کو بھی سفر یا حضر میں ایک مرتبہ بھی سرورِ عالم

---

[1] شرح مشکوٰۃ در ذیل شرح حدیث النجوم ۱۲

Marfat.com

کے گردوئے پرنور کی زیارت کا اتفاق ہو گیا ہو۔ ہوس دنیوی اس کے دل کی گہرائیوں
کافور ہو گئی۔ اب اس کا ہر عمل بہر نوع دینی مقاصد سے باہر ہو نہیں سکتا۔ کوئی نہ کوئی
تاویل صحیح اس کی ضرور ہو گی۔ اسی نظریہ کے مطابق علمائے اعلام نے صحابہ کرام کی
دفن حضرت عثمان سے دست برداری کی بھی معقول تاویلیں پیش کر کے کسی نکتہ چینی کا
باقی نہیں رکھا ہے۔ چنانچہ ملا نصر اللہ کابلی اپنی مشہور کتاب صواقع میں رقمطراز ہیں:

اما ترک الدفن فقد ذکرہ القرطبی
وغیرہ انہ القی علی مزبلۃ فاقام
بہا ثلاثۃ ایام ولم یقدم احد
علی دفنہ حتی جاءت جماعۃ باللیل
فحملوہ ودفنوہ بالبقیع فترکہ انما
کان للخوف عن الاوباش
ومنعہم عن ذالک۔

"حضرت عثمان کے دفن نہ ہونے کا سبب
یہ بتاتے ہیں کہ ان کی لاش تین روز تک
پڑی رہی۔ اور کوئی ان کے دفن کرنے پر
نہ ہوا۔ یہاں تک کہ ایک جماعت رات کو
اور اس نے اٹھا کر بقیع میں لیجا کر دفن
اور یہ دفن نہ کرنا تین روز تک بد
کے خوف کی وجہ سے تھا۔"

سبحان اللہ عجیب اندھیر ہے کہ سعد ابن ابی وقاص جیسا جنتی صحابی تو مکتوب
کے جواب میں صاف صاف لکھ رہا ہے کہ حضرت عثمان کے افعال و اعمال کی وجہ سے
مصلحت آمیز خاموشی اور دست برداری اختیار کر لی تھی۔ ورنہ ہم ان کے قاتلوں کی
پر قادر تھے۔ اور ملا نصر اللہ کابلی "مدعی سست گواہ چست" یہ عمل کرتے
فرما رہے ہیں کہ صحابہ بدمعاشوں کے ڈر سے دفن و کفن کا فریضہ انجام دینے پر قادر
آخر وہ کون سی عقل یہ باور کر سکتی ہے کہ مٹھی بھر مصریوں اور کوفیوں کے ڈر سے شہر
کے ہزار ہا ہزار جواں مردوں میں اتنا دم باقی نہیں رہ گیا تھا کہ ایک شرعی

Marfat.com

کو انجام دے سکتے لہذا گھروں میں چھپے بیٹھے رہے اور سارا ماجرا دیکھا کئے۔ اور اگر درا صل ان پر غلبۂ خوف دہراس کا یہی عالم تھا تو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ لاریب اسیرت شیخین کے نہایت سچے پیرو تھے۔

یہ تاویل بجائے خود اس لئے بھی لائق تسلیم نہیں ہو سکتی کہ اگر اس کو صحیح مان لیا جائے تو صحابہ کبار سے کسی الزام ناروا کا دفع ہونا تو درکنار اون پر عائد ہونے والے الزامات کی فہرست میں ایک قوی الزام کا اضافہ ہو جائیگا۔ اور وہ اس لئے کہ اس تاویل سے تو یہی ظاہر ہوا کہ صحابۂ کرام نے حضرت عثمان کے آخری مراسم تجہیز و تکفین کے بارے میں رافضیت کا مخصوص شیوہ یعنی "تقیہ" اختیار فرمایا تھا۔ چونکہ انھیں اوباش کی طرف سے اپنی جان و آبرو کے تلف ہو جانے کا خوف تھا۔ لہذا ایک دینی فریضہ کو چھوڑ کر گھروں میں چھپے بیٹھے رہے۔ مجھے ہرگز یہ امید نہیں کہ دور اندیش علماء صحابۂ کرام کے دامان عدالت و تقوی پر اختیار شیوۂ روافض کا بدنما دھبہ دیکھنا گوارا کرلیں گے۔ یقین اسی کا ہے کہ صحابہ کی اس بے اعتنائی و دست برداری کی روش کا اصل سبب انھیں بھڑکے ہوئے جذبات کو قرار دینگے جن کی مختصر فہرست مذکورہ بالا تاریخی شہادتوں سے واضح ہو چکی۔ اور اگر خدانخواستہ علماء نے صحابہ کے اس رویہ کو فریضہ کے ناروا اصول تقیہ ہی پر محمول کرنا پسند کر لیا تو انصاف پسند طبائع یہ باور کر لینے پر مجبور ہو جائیں گی کہ آجتک مسئلہ تقیہ میں شیعوں کے خلاف نکتہ چینی کی غرض سے دست و زبان کو جتنی بھی زحمت بیجا دی گئی ہے اس کا معتد بہ ثمرہ اس کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا کہ جہالت کا نام دنیا میں روشن ہو گیا۔

Marfat.com

ایک نیا اندھیر۔ کیا صحابہ کو "اوباش" کہنا بیدینی نہیں ہے۔ ؟

اس مقام پر یہ بات بھی کسی طرح نظر انداز کر دینے کے لائق نہیں ہے کہ ملا ظفر اللہ کابلی نے قاتلان و مخالفان خلیفۂ ثالث کو اوباش" کا لقب دیا ہے۔ حالانکہ میری تحریر سابق سے ناظرین نے معلوم کر لیا ہے کہ ان بزرگوار کے مخالف مخاصمت کا مظاہرہ کرنے والے یا تو بڑے بڑے صحابہ تھے یا ان کے سعادت مند تابعین۔ اور آیندہ بھی ظاہر ہوگا کہ تجہیز و تکفین کے آخری احترامات کے خلاف انصار کی جماعت نے کس قدر سخت مزاحمت کا رویہ اختیار کیا لہذا ایسے ایسے بزرگوں کو "اوباش" کا لقب دینا خرمن دین و ایمان میں آگ لگا دینا نہیں تو اور کیا ہے۔ ؟ شیخ عبدالوہاب شعرانی و ملا علی قاری جو ہم پر یہ اعتقاد رکھنا واجب قرار دیتے تھے کہ "صحابہ بہر حال مستحق اجر و ثواب ہیں۔ مبتلائے فتنہ و فساد ہونے سے ان کی عدالت میں خلل نہیں پڑتا" اب دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ لیکن مولانا عبدالشکور صاحب لفضلہ تعالیٰ ابتک بقید حیات ہیں۔ جن کا مقولہ یہ ہے کہ "بعض بعض صحابہ مبتلائے فتن ہوئے۔ ان کے فضائل کے ہم معتقد نہیں ہیں۔ مگر صرف بپاس ادب سرور انبیاءؐ ان کا سب و شتم جائز نہیں سمجھتے۔ (ترجمہ اسد الغابہ منقول از رسالۂ الآل والاصحاب)

یہ بزرگوار انصاف سے فرمائیں کہ یہ کون سا پاس ادب صحبت سرور انبیاءؐ ہے کہ صحابۂ کرام "اوباش" کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ اگر اسی کا نام پاس ادب صحبت سرور انبیاءؐ ہے تو ایسا پاس ادب رافضی بھی کبھی کبھی کر لیا کرتے ہیں۔ پھر ان کیطرف سے برہمی مزاج کی شکایت مز منہ آخر کیوں لاحق رہا کرتی ہے اور آئے دن

Marfat.com

اون کے خلاف ہنگامہ مکابرہ ومباحثہ کیوں گرم رکھا جاتا ہے؟ طرفہ تماشا یہ ہے کہ ہر زبان سے نئی بات اور ہر تانت سے نیا راگ سنائی دیتا ہے شیخ عبدالوہاب شعرانی جیسے لوگ تو صحابہ کو مبتلائے فتن ہونے کے باوجود فضیلت عدالت سے آراستہ وپیراستہ ثابت کرتے رہیں۔ اُن کے نظریہ کے بموجب فضائل صحابہ کا اعتقاد رکھنا ہر مسلمان پر واجب ٹھہرتا ہے۔ اور مولانا عبدالشکور خوش اعتقادی کے انتہائی مرتبہ سے ذرا نیچے اتر کر دنیا کو یہ سمجھاتے ہیں کہ جو صحابہ مبتلائے فتن ہوئے اُن کے فضائل کا اعتقاد رکھنا ضروری نہیں ہے۔ اگرچہ پاس ادب صحبت انبیاءؑ سب وشتم نہ کرنا چاہئے۔ مگر ملا نصر اللہ کابلی اُن بزرگان ملت کی شان میں پاس ادب صحبت سرور انبیاءؐ کو پس پشت ڈال کر "اوباش" کے الفاظ استعمال کرنے میں کچھ تامل نہیں کرتے۔ جو سب وشتم کی بدترین صورت ہے۔ لہٰذا عقل حیران رہجاتی ہے کہ آخر یہ حضرات کون سے مذہبی اصول کے پابند ہیں۔ اور کوئی مسلم اصول ہے بھی یا محض اپنی اپنی مصلحتوں اور رایوں پر عمل ہو رہا ہے جب خوش اعتقادی کا زور ہوا تو صحابہ کو بہرحال عادل ماجور اور مجمع فضائل تانے لگے۔ اور جب مخالفین کے مطاعن والزامات سے سابقہ پڑا تو ساری خوش اعتقادی رخصت ہوگئی۔ پاس ادب صحبت سرور انبیاءؐ کافور ہوگیا۔ آنکھیں بند کرکے ایسے ایسے القاب خطابات دینے لگے جو رافضیوں کے حاشیہ خیال میں بھی کبھی نہ آئے ہوں۔

شاید ناظرین کو یہ خیال ہو کہ نصر اللہ کابلی کے الفاظ سے مولانا عبدالشکور کو بیزار ندامت کرنے کی کوشش کیوں ہے؟ جس کے اعمال اس کے ساتھ۔ لہٰذا یہ گذارش ضروری ہے کہ خود مولانا ممدوح نے بھی قاتلان ومخالفان عثمان کی شان میں پاس ادب صحبت سرور انبیاءؐ، ملا نصر اللہ کابلی سے بڑھکر فرمایا ہے۔ موخرالذکر نے تو فقط اوباش

Marfat.com

کا لقب دینا یہ عقلمندی ہے ۔ ابن حیدت نے تو اندھیر کیا ہے کہ اس مقدس جماعت کو صاف صاف ۔ منافقوں کا گروہ ۔ فرمانے لگے ۔ اگر باور نہ ہو تو آپ کی تحریر مندرجہ ذیل ملاحظہ کیجئے ۔

" منافقوں کا ایک گروہ تھا جسے آپ کو شیعہ علی کہا جاتا تھا ۔ یہ انھیں باغیوں کا گروہ تھا جنھوں نے حضرت عثمان کو قتل کیا اور طرح طرح کے فتنے برپا کئے ۔"

(حاشیہ ترجمہ اسد الغابہ منقول از رسالہ [illegible])

تاریخ کی اس شہادت کا انکار کوئی عقلمند نہیں کر سکتا کہ طلحہ ۔ عبداللہ بن بدیل خزاعی ۔ رفاعہ بن رافع ، عمرو بن حزم ۔ عمرو بن حمق ۔ عمار یاسر ۔ محمد بن ابی بکر وغیرہم جیسے صحابہ کبار حضرت عثمان کے قاتل تھے ۔ اس زمانہ میں یہ لوگ اور ان کے ساتھ دیگر اصحاب کرام طرح طرح کے فتنے برپا کرتے رہے ۔ پھر کیا پاس ادب محبت سرور انبیاء کا یہی طریقہ ہے کہ اس مقدس گروہ کو علانیہ " منافقوں اور باغیوں کا گروہ " کہا جائے ؟ اگر آپ کا پاس ادب انھیں القاب و خطاب کا متقاضی ہے تو آپ بھی اس قسم کے پاس ادب میں روافض سے کچھ کم سعادت مند ثابت نہ ہوں گے ۔ انا اللہ المستعان ۔

انصار رسول کو یہ بھی گوارا نہ تھا کہ حضرت عثمان کی لاش پر نماز جنازہ پڑھی جائے اور وہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے

ناظرین اس عجیب واقعہ پر مطلع ہو کر نہایت حیرت زدہ ہو جائیں گے کہ صحابہ کرام مشتعل جذبات میں بعد شہادت حضرت عثمان بھی کیفیت سکون پیدا نہ ہوئی تھی یہاں تک کہ جماعت [illegible] با حمیت بزرگوں نے یہ بھی گوارا نہ فرمایا کہ اس قتیل جفا

Marfat.com

کی محترم لاش بعد نماز جنازہ مسلمانوں کے قبرستان میں سپرد خاک نہ ہونے پاتا آغوش لحد بنا دی جائے۔ چنانچہ مورخ طبری کا بیان ہے (جلد ۵ صفحہ ۱۴۳)

فلما وضع ليصلي عليه جاء نفر من الانصار يمنعوهم الصلوة عليه فيهم اسلم بن اوس بن بجرة الساعدي وابو حسن المازني في عدة ومنعوهم ان يدفن بالبقيع فقال ابو جهم ادفنوه فقد صلى الله عليه وملائكته فقالوا لا والله لا يدفن في مقابر المسلمين ابدا فدفنوه في حش كوكب فلما ملكت بنو امية ادخلوا ذلك الحش في البقيع

یعنی جب لاش نماز جنازہ کیلئے رکھی گئی تو گروہ انصار میں سے کچھ لوگ آئے اور مانع نماز ہوئے ان میں اسلم بن اوس بن بجرہ الساعدی اور ابو حسن مازنی بھی تھے۔ ان لوگوں نے قبرستان بقیع میں دفن کئے جانے سے مزاحمت کی (مولوی عبدالشکور صاحب نے بجا ہی کہتے ہیں کہ منافقوں کے گروہ نے حضرت عثمان کو قتل کیا۔ اور طرح طرح کے فتنے برپا کئے۔ کیا یہ صحابہ کرام منافق تھے؟ اور کیا مہاجر و انصار کو منافق کہنا سنی مذہب کے اصول کے مطابق ہے۔ اور کیا پاس ادب صحبت سرور انبیاء یہی ہے؟ کہ صحابہ کو منافق بنایا جائے) ابو جہم نے (اپنے رفقا سے) کہا کہ دفن کر دو۔ (اگر یہ لوگ نماز جنازہ نہ پڑھنے دینگے نہ سہی) خدا کی رحمت ان پر ہو چکی ہے۔ اور ملائکہ ان کے حق میں دعائے رحمت کر چکے ہیں۔ انصار نے کہا! بخدا یہ کبھی نہ ہوگا کہ یہ لاش مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کی جائے۔ جب انصار کا یہ رنگ دیکھا تو ناچار لوگ لاش کو مقام حش کوکب میں لے گئے اور دفن کر دیا۔ جب بنی امیہ کا زمانہ ہوا تو انھوں نے حش کوکب کو جو نہایت ذلیل

Marfat.com

مقام تھا) بقیع میں شامل کر دیا۔"

یہ دونوں بزرگ جس پایہ کے صحابی ہیں وہ علمائے محققین کے مندرجہ ذیل ارشادات سے معلوم ہو سکتا ہے:۔

عبدالرحمان بن ازہر صحابی کا اپنے امام کی تجہیز و تکفین سے صاف انکار اور جبلہ بن عمرو الساعدی کی طرف سے نماز جنازہ کی سخت مزاحمت

(۱) قال البخاری له صحبة واخرج حدیثه فی تاریخه وكذا اخرجه ابوداؤد والنسائی وفیه انه شهد حنیناً۔

(۱) امام بخاری نے فرمایا کہ عبدالرحمن بن ازہر صحابی ہے بخاری نے اپنی تاریخ میں ان سے حدیث لی ہے اسی طرح ابو داؤد اور امام نسائی نے بھی ان سے روایت احادیث کی ہے۔ یہ صحابی جنگ حنین میں شریک ہوئے تھے"۔

(۲) عبدالرحمان بن ازهر بن عوف بن عبد عوف بن عبد بن الحرث بن زهرة القرشی الزهری ابن اخ عبدالرحمن بن عوف شهد مع رسول الله حنیناً یکنی اباجبیر روی عنه ابوسلمة بن عبدالرحمن و محمد بن ابراهیم بن الحرث التیمی وابنه عبدالحمید بن عبدالرحمن بن ازهر وابن شهاب الزهری[۱] وروی الناس عن الزهری

(۲) یہ صحابی عبدالرحمن بن عوف کے بھتیجے ہیں جنگ حنین میں شریک تھے۔ کنیت ان کی ابوجبیر تھی ان سے ابوسلمہ، عبدالرحمن، محمد بن ابراہیم التیمی اور خود ان کے بیٹے عبدالحمید اور ابن شہاب الزہری نے روایت کی ہے۔ سب سے زیادہ زہری نے ان سے روایت کی ہے ۔۔۔۔

[۱] استیعاب ابن عبدالبر برحاشیہ اصابہ جلد ۲ صفحہ ۴۰۶ – ۱۲

Marfat.com

(۳) جبلۃ بن عمرو الانصاری الساعدی
یعد فی اہل المدینۃ روی عنہ سلیمان
بن یسار کان جبلۃ بن عمرو فاضلاً
من فقہاء الصحابۃ رحمہ اللہ و
شہد جبلۃ بن عمرو صفین مع علیؓ
وسکن مصر۔

(۳) جبلہ بن عمرو الانصاری الساعدی
کا شمار اہل مدینہ میں ہے۔ ان سے سلیمان بن یسار نے روایت
کی ہے۔ یہ صحابی مرد فاضل اور فقہائے صحابہ میں سے
تھے۔ خدا ان پر رحمت نازل کرے۔ جنگ
صفین میں علیؓ ابن ابی طالب کے ساتھ تھے اور
مصر میں سکونت اختیار کرلی تھی۔"

استیعاب برحاشیہ اصابہ جلد اول ص۲۳۹۔

ناظرین نے جب یہ دیکھ لیا کہ زمرہ صحابہ میں ان دونوں صحابیوں کی شخصیتیں کتنی بلند اور ممتاز تھیں تو اب حضرت عثمان کی تجہیز و تکفین کے معاملہ میں ان حضرات کا رویہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ بہرگز شرط یہ ہے کہ بعد ملاحظہ مولانا عبدالشکور سے یہ سوال ہرگز نہ فرمائیں کہ جناب والا یہ دونوں ممتاز صحابی اسی گروہ کی دو فرد میں نہ تھے جن کو آپ نے منافقوں اور باغیوں کا فتنہ پرداز گروہ بتایا ہے۔؟

جبلہ بن عمرو الانصاری جیسا فاضل صحابی جس کا شمار فقہائے صحابہ میں تھا۔ اور جس کے حق میں محدث ابن عبدالبر جیسا عالم دین "رحمۃ اللہ" کا جملہ لکھ رہا ہے۔ آپ کے نزدیک منافق تھا۔ اور کیا ایسے ایسے صحابہ کبار کو عاقبت کے خطرے سے آنکھیں بند کرکے منافق، باغی، فتنہ پرداز کہنا وہ ایمان سوز شیوہ نہیں ہے جس پر رافضیت بھی شرما جائے۔

حیف صد حیف۔!

مورخ ابن قتیبہ کتاب الامامت و سیاست میں لکھتے ہیں ص۴۲ اس روایت کا آخری حصہ ابن حجر عسقلانی نے بھی کتاب اصابہ میں نقل کیا ہے۔ دیکھو تذکرہ جبلہ بن عمرو الانصاری۔

Marfat.com

الساعدی ص۲۲۳ جلد اول ۔
قال وذکروا ان عبد الرحمٰن
بن ازهر قال لم اکن دخلت
فی شیء من امر عثمان لا علیه
ولا له فانی جالس بفنای داری
لیلا بعد ما قتل عثمان بلیلة اذ جاءنی
المنذر بن الزبیر فقال ان اخی یدعوک
فقمت الیه فقال لی انا اردنا ان ندفن
عثمان فهل لک قلت واللہ ما
دخلت فی شیء من شانه وما ارید
ذالک فانصرفت عنه ثم اتبعته فاذا
وهو فی نفر فیهم جبیر بن مطعم وابو
الجهم بن حذیفة والمسور بن مخرمة
وعبد الرحمن بن ابی بکر وعبد اللہ
بن الزبیر فاحتملوه علی باب وان
راسه لیقول طق طق فوضعوه فی
موضع الجنائز فقام الیهم رجال
من الانصار فقالوا لهم لا واللہ
لا تصلون علیه فقال ابو الجهم

"خلاصہ روایت یہ ہے کہ عبد الرحمٰن بن ازہر نے
بیان کیا کہ میں نے عثمان کے معاملہ میں کسی قسم کی
مداخلت نہیں کی تھی - نہ ان کے موافق نہ ان کے
مخالف (یہ غیر جانبداری باعث فخر نہیں ہو سکتی
کیونکہ نصرت امام وقت وخلیفہ ہی لازم تھی تیر
یہی غنیمت ہوا کہ آپ نے مخالفانہ سرگرمی نہیں اختیار
کی - مترجم) بعد قتل عثمان ایک رات میں صحن خانہ
میں بیٹھا ہوا تھا کہ منذر بن الزبیر نے آکر مجھ سے کہا
کہ تمھیں میرے بھائی بلاتے ہیں - میں ان کے
(یعنی عبد الزبیر کے) پاس پہنچا تو وہ کہنے لگے کہ ہم عثمان
کے دفن وکفن کا ارادہ رکھتے ہیں - کیا تم بھی اس
(کار خیر) میں حصہ لوگے ؟ میں نے کہا کہ خدا میں نے
عثمان کے متعلق کسی امر میں بھی دخل نہیں دیا ہے -
اور نہ اب اس امر میں شریک ہونا چاہتا ہوں -
(میت کے دفن وکفن کا انتظام تو ایک شرعی فرض تھا
اس میں غیر جانبداری کو کیا دخل ؟ مترجم) یہ کہکر
میں ان کے پاس سے واپس آیا مگر پھر ان کے پیچھے ہو لیا
(کہ دیکھوں ہوتا کیا ہے) پس میں نے دیکھا کہ یہ چند
اشخاص جبیر بن مطعم ، ابو الجہم بن حذیفہ

Marfat.com

لهم
الا تدعون نصلي عليه فقد صلى الله
عليه وملائكته فقال له رجل منهم
ان كنت فادخلك الله مدخله
فقال له حشرني الله معه فقال
له ان الله حاشرك مع الشياطين
والله ان تركنا لكم به لعجز منا فقال
القوم لابي الجهم اسكت عنهم وكف
فسكت فاحتملوه ثم انطلقوا مسرعين
كاني اسمع وقع راسه على
اللوح حتى وضعوه في ادنى
البقيع فاتاهم جبلة بن عمرو الساعدي
من الانصار فقال لا والله لا
تدفنوه في بقيع رسول الله ولا
نترككم تصلون عليه فقال ابو الجهم
انطلقوا بنا ان لم نصل عليه فقد
صلى الله عليه فخرجوا ومعهم
عائشة بنت عثمان معها مصباح
حتى اذا اتوا به حش كوكب
حفروا له شقا ثم قاموا

مسور بن مخرمہ و عبدالرحمن بن ابی بکر
و عبداللہ بن زبیر حضرت عثمان کی میت
ایک تختہ پر اٹھا کر لئے جا رہے ہیں اور
(تختہ سے ٹکرانے کی وجہ سے) میت کے
سر سے "طق طق" کی آواز آرہی ہے۔ ان لوگوں
نے اس جنازہ کو لے جا کر موضع جنائز (جہاں
نماز کیلئے جنازے عموماً رکھے جاتے تھے)
میں رکھدیا۔ اتنے میں جماعت انصار کے
چند اشخاص آگئے اور کہنے لگے کہ خدا کی قسم
تم لوگ نماز جنازہ نہ پڑھنے پاؤ گے۔ ابوالجہم
نے ان انصاریوں سے کہا کہ کیا تم ہمیں نماز نہ
پڑھنے دو گے۔ حالانکہ اس میت پر خدا اور
ملائکہ نے رحمت بھیجی ہے۔ اس کلام کا جواب
ان انصاریوں میں سے ایک شخص نے یہ دیا کہ
اگر تمہارا خیال یہ ہے تو خدا تمہیں بھی اسی جگہ
داخل کرے جہاں عثمان کا مقام ہے۔ ابوالجہم
نے کہا کہ خدا ایسا ہی کرے کہ میرا حشر عثمان کے
ساتھ ہو۔ اس مرد انصاری نے جواب دیا کہ
خدا تمہارا حشر شیاطین کے ساتھ کرے گا۔ واللہ

Marfat.com

يصلون عليه وامنهم جبير بن مطعم — اگر ہم تمھیں چھوڑ دیں تو یہ ہماری عاجزی ہوگی۔
ثم خذوه فى حفرتهم — (جب بات بڑھنے لگی تو) ابو الجہم کے ساتھ والوں

نے خاموش کرادیا۔ اور سب نے جنازہ اٹھا لیا۔ اور جلد جلد قدم بڑھاتے ہوئے روانہ ہوگئے۔ میں (عبدالرحمٰن بن ازہر) میت کے سر سے وہ آواز سن رہا تھا جو تختہ سے ٹکرانے کی وجہ سے بلند ہو رہی تھی۔ ان لوگوں نے لے جا کر آخر بقیع میں ایک جگہ رکھ دیا وہاں اُن کے پاس جبلہ بن عمرو الساعدی آپہونچے اور کہنے لگے کہ "خدا کی قسم تم بقیع رسول میں یہ لاش ہرگز دفن نہ کرنے پاؤ گے۔ اور ہم تمھیں اس کا موقع نہ دیں گے کہ نماز جنازہ پڑھو (یہ سنکر) ابو الجہم نے اپنے رفقا سے کہا کہ آگے بڑھو اگر ہم اس میت نماز نہ پڑھ سکے (تو کیا ہوا) خدا نے تو اس پر اپنی رحمت نازل کی ہے۔
آخر یہ لوگ وہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔ حضرت عثمان کی صاحبزادی عائشہ ایک چراغ اپنے ساتھ لئے ہوئے تھیں۔ تا اینکہ یہ لوگ میت کو مقام حش کوکب میں لائے۔ وہاں ایک گڈھا کھودا۔ اور جبیر بن مطعم کی امامت میں نماز جنازہ پڑھی اور لاش کو سپرد لحد کر دیا۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن)

نماز جنازہ میں انصار کی طرف سے مزاحمت اور میت پر آخری بیداد کا ہولناک منظر

تاریخ طبری میں مذکور ہے۔ جلد پنجم ص ۱۴۴۔
فاخرج عثمان ولم يغسل الى البقيع — حضرت عثمان کی میت بے غسل بقیع کی جانب

Marfat.com

واراد وان يصلوا عليه في موضع الجنائز فابت الانصار واقبل عمير[1] بن ضابي وعثمان موضوع على باب فنزا نكسر ضلعًا من اضلاعه ۔

لائی گئی۔ اور لانے والوں نے چاہا کہ موضع جنائز میں نماز جنازہ ادا کریں۔ مگر انصار اس پر راضی نہ ہوئے۔ اسی اثنا میں عمیر بن ضابی نے جھپٹ کر میت کی پسلی کی ایک ہڈی توڑ دی۔ (یہ ہیں سواد اعظم کے کارنامے، اور اس پر شیعوں کے خلاف الزام لگانے کی ہوس۔ جب حیا نہ ہو تو انسان سب کچھ کر سکتا ہے مترجم)

قاتلان حسینؑ کو شیعہ سمجھنے والوں کی خدمت میں گذارش احوال واقعی

محترم مخاطب مفتی خلیل صاحب اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں " اہل سنت یہ تمام کرتوتیں ان لوگوں کی بتلاتے ہیں جو کہ امام حسینؑ اور ان کے پدر بزرگوار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پکے شیعہ، محب صادق، سچے خیر خواہ ہونے کے مدعی تھے۔ اہلبیت سے تنخواہیں لیتے تھے۔ حضرت علیؑ کی خلافت میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے الخ " اب کون آپ کی خدمت میں یہ گذارش کرے کہ جناب والا! آپکو حضرت ذوالنورین قتیل دار کی عزت و جلال کی قسم یہ ارشاد ہو کہ خلافت مآب کے خون سے مدینہ طیبہ کی سرزمین کو لالہ زار بنانے والے اور ان کی امداد اور حمایت سے نہایت

---

[1] یہ بزرگ ضابی بن حارث صحابی کے بیٹے تھے۔ حافظ ابن حجر اصابہ میں لکھتے ہیں " لما قتل عثمان وثب عمير بن ضابي فكسر ضلعا من اضلاعه " یعنی حضرت عثمان کے مقتول ہو جانے کے بعد حضرت عمیر بن ضابی نے لاش کی دو پسلیاں توڑ دیں۔ ایک مرتبہ قتل عثمان کا ارادہ بھی کیا تھا مگر نہ کر سکے۔ انہیں ہو سبب عداوت یہ تھا کہ ان کے پدر عالی مقدار نے ایک مرتبہ کسی قوم کی ہجو کہی تھی جس جرم میں حضرت عثمان نے ان کو قید کر دیا۔ (دیکھو اصابہ جلد اول صفحہ ۲۱۵) بہر حال یہ ہیں وہ نورانی صحابہ جنکی اقتداء پر علمائے سنیہ کو فخر و ناز ہے۔

Marfat.com

نازک وقت میں منہ موڑ لینے والے آخر کون تھے؟ کس فرقہ سے تعلق رکھتے تھے؟ کیا وہی باحمیت وباوفا لوگ نہ تھے جو چند سال پہلے آپ کی بیعت واطاعت کا طوق پہن لینا عین دین وایمان تصور کر چکے تھے۔ دربار خلافت میں محبت واخلاص کا دم بھرتے اور جذبہ عقیدتمندی وجاں نثاری کا بہ جوش مظاہرہ کیا کرتے تھے۔ بارگاہ خلافت سے بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز کئے جاتے تھے۔ لمبی چوڑی تنخواہیں اور پنشنیں وصول کرکے داد عیش و عشرت دیا کرتے تھے۔ مگر واہ رے طبائع کا انقلاب کہ دفعۃً تمام احسانات کو طاق نسیاں پر رکھکر فقط اتنی سی بات پر بگڑ بیٹھے کہ ابر کرم کا رخ بنی امیہ کی طرف کچھ زیادہ تھا۔ بارگاہ خلافت میں خاندان شاہی کے ممبروں کی آؤ بھگت حد استحقاق سے متجاوز ہو رہی تھی۔ اقارب نواز حکومت وخلافت کے اس رویہ پر جام صبر چھلک اٹھا۔ خیالات وجذبات کی دنیا میں حسد وعناد کا وہ طوفان اٹھا جس نے محبت ووفا کا نام بھی باقی نہ چھوڑا۔ خلیفۂ رسولؐ بدعتی واجب القتل ٹھہرائے گئے۔ بالآخر وہ فتنے برپا ہو کر رہے جن کا عبرت انگیز افسانہ تاریخ کی خاموش زبانوں پر رہ گیا۔ مہربان شیعوں پر امام کے ساتھ غداری وبیوفائی کرنے کا الزام لگانے کی کوشش سے زیادہ مناسب یہی ہے کہ اوراق تاریخ کے آئینوں میں اپنی تصویر کے ابھرے ہوئے خط وخال دیکھئے۔ اپنے نامۂ اعمال کا جائزہ لینے سے پیشتر دوسروں کے دامن اخلاق واعمال کو داغدار دیکھنے کی ہوس کرنا اسی بوالہوس کے لئے زیبا ہو سکتا ہے جسکا دیدۂ دل نور بصیرت سے محروم اور جسکی طینت اصلی فطری شرم وحیا کی چاشنی سے پاک وصاف ہو۔ بہر حال آپ میرے اس دوستانہ مشورے کو قبول کریں یا نہیں مجھے اسکا یقین تو ضرور ہے

کہ انصاف پسند ناظرین مندرجہ بالا تاریخی بیانات کو بہ نظر عبرت ملاحظہ فرما کر خود اس کا فیصلہ کرلیں گے کہ جن ہولناک واقعات کی داستان کو سیر و تواریخ کی زبانیں آجتک دہراہی ہیں اون کے ذمہ دار شیعہ تھے یا وہ بزرگان ملت اہلسنت جنھوں نے اجماع وشوریٰ کی خلافتوں کو مستحکم کیا۔ اور اسلامی دنیا کو اس خود ساختہ نظام حکومت کا حلقہ بگوش بنانا ان کی تعدیٰ زندگی کا ایسا کارنامہ تھا جس کی مناسب ثناخوانی کے مقابلہ میں علمائے اہلسنت کی زبانیں اپنی فطری قوتوں کو تمام تر صرف کر دینے کے بعد بھی اعتراف عجز وتقصیر کرتی نظر آتی ہیں جبکہ ثابت ہوگیا کہ اس مبارک عہد میں جس میں رافضیت اور حقیقی تشیع کا رنگ محسوس ہونے کے قابل بھی نہ ہوا تھا اور اس ملت کے خیالات وجذبات سے عام طور سے اسلامی دنیا کو آشنا ہونے کا موقع ملا ہی نہ تھا۔ مذہب اجماع وشوریٰ کے بانیوں اور علمبرداروں نے مدینہ طیبہ کو دارالحرب و دارالجہاد قرار دینے کا بیڑا اٹھایا۔ اور ریحان رسالت و خلیفۂ زماں کا پاک خون بہانے اور ان کی لاش کی انتہائی بے حرمتی کے کارناموں کو جہاد فی سبیل اللہ اور ذریعہ رضائے خالق تصور کرتے ہوئے نہایت جوش وخروش کے ساتھ حد انصرام تک پہونچایا۔ تو کیا انصاف پسند دل و دماغ رکھنے والے ان کے ان اعمال وجذبات کو بہ نظر عبرت مشاہدہ کرنے کے بعد اس یقینی نتیجہ تک نہیں پہونچ سکتے کہ اسی فرقہ و جماعت کے باقی ماندہ افراد اور ان کے ہم خیال لوگوں نے مذکورہ بالا عقائد وخیالات کی روشنی میں بربادی خاندان رسالت کی ایمان سوز مہم کو شہادت میں انصرام کی حد تک پہونچایا ہوگا ملا علی قاری کا ارشاد عمر بن سعد کے متعلق پہلے نقل کیا جا چکا ہے جس میں آپ نے اس عقیدہ کا بہ زور الفاظ میں اظہار فرمایا ہے کہ یہ صحابی زادہ مجتہد تھا۔ اور قتل سبط رسول کی مہم میں قوت اجتہاد صرف کرنے کے بعد شریک ہوا ہوگا۔ اور بالآخر اس کا انجام

بخیر ہو گیا ہو گا۔

اب علامہ ذہبی کی مشہور و مستند کتاب میزان الاعتدال سے ایک ایسی روایت نقل کیجاتی ہے جس سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ شمر بن ذی الجوشن نے بھی قتل فرزند رسولؐ جیسے جرم عظیم کا ارتکاب صحابۂ کرام اور اُن کے تابعین اہلسنت و جماعت کے اسی نظریہ و عقیدہ کے ماتحت کیا تھا کہ اولو الامر کے اوصاف و اعمال خواہ کیسے ہی ہوں جب اتفاق مسلمین سے بیعت کا انعقاد ہو گیا تو اُن کی اطاعت بہر صورت واجب اور مخالفت بہر نوع جرم و معصیت ہوگی۔ وہ روایت یہ ہے۔ دیکھو میزان جلد ا ص ۴۴۹۔

شمر راسخ العقیدہ سنّی تھا

روی ابوبکر بن عیاش عن ابی اسحاق قال کان شمر یصلی معنا ثم یقول اللّٰھم انک تعلم انی شریف فاغفرلی قلت کیف یغفر لک وانت اعنت علی قتل ابن رسول اللہ قال ویحک فکیف نصنع ان امرائنا ھولاء امرونا بامر فلم نخالفھم ولو خالفنا کنا شرا من ھذہ الحمر السقاۃ قلت ان ھذا لعذر قبیح فانما الطاعۃ فی المعروف۔

ابوبکر عیاش ابو اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ شمر ہم لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتا تھا اور کہتا تھا کہ خدایا میں شریف ہوں مجھے بخش دے۔ میں نے اُس سے کہا خدا تجھے کیونکر بخشے گا حالانکہ تو نے فرزند رسولؐ کے قتل پر اعانت کی۔ اُس نے کہا کہ ہم کیا کرتے ہمارے ان امیروں نے اس کا حکم دیا تھا اگر ہم اُن کی مخالفت کرتے تو ان گدھوں سے بدتر ہوتے میں نے کہا یہ عذر تو بہت بُرا ہے کیونکہ اطاعت اچھے کام میں ہوتی ہے (نہ کہ ایسے ظلم و معصیت میں)

یہ روایت صاف ظاہر کر رہی ہے کہ شمر بن ذی الجوشن نے قتل فرزند رسولؐ کی مہم میں اسی طرح ایک دینی فریضہ اور اسلامی خدمت تصور کرتے ہوئے شرکت کی تھی جسطرح صحابہ کرام و تابعین عظام نے خانہ برانداز ی خلافت ثالثہ کی شرمناک و تباہ کن مہم کو جہاد فی سبیل اللہ اور وسیلۂ فلاح دنیا و دین سمجھکر انجام و انصرام کی حد تک پہونچایا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ صحابہ کرام و تابعین عظام نے پہلے برضا و رغبت اطاعت خلافت ثالثہ کا طوق پہنا اور بعد میں دلی مرادوں کے حاصل نہ ہونے کی صورت میں اُتار پھینکا۔ برخلاف اس کے شمر کے مقاصد اپنے امراء سے پورے ہوتے رہے اس لئے اُن کی اطاعت سے کبھی انحراف نہیں کیا۔ صحابہ کرام نے اطاعت حضرت عثمان جس دل سے اور جن اغراض و مقاصد کو پیش نظر رکھکر قبول کی تھی اور بعد میں مخالفانہ رویہ اختیار کرنے کے جو اسباب و دواعی پیدا ہوئے وہ خود جناب عثمان کے اس ارشاد سے معلوم ہو سکتے ہیں جو آپ کے ایک خط میں مندرج ہے۔ اس خط میں خطاب عامۂ مسلمین کیطرف تھا۔ اس کے چند جملے یہ ہیں :۔

حضرت عثمان کا خط عام مسلمانوں کے نام۔ اہل مدینہ کی بیعت کا اصلی راز کیا تھا؟

واهل المدينة فيتبرأون من طاعتي فلست عليهم بوكيل ولم اكن استكرهتهم من قبل على السمع والطاعة ولكن اتوها طائعين۔	یعنی اہل مدینہ میری اطاعت سے بیزار ہو رہے ہیں۔ تو میں ان پر وکیل تو مقرر نہیں ہوا ہوں اور نہ میں نے پہلے اون کو اپنی اطاعت و فرمانبرداری پر مجبور کیا تھا۔ وہ تو خود فرمانبرداری کے لئے بڑھکر آ

Marfat.com

يبتغون مرضات الله عزوجل واصلاح
ذات البين ومن يكن منكم انما يبتغي
الدنيا فليس بنائل منها الا ما كتب
الله عزوجل له ومن يكن انما
يريد وجه الله والدار الآخرة
وصلاح الامة وابتغاء مرضات
الله عزوجل والسنة الحسنة التي
استن بها رسول الله والخليفتان
من بعده رضي الله عنهما فانما يجزي
بذلكم الله وليس بيدي جزاؤكم
ولو اعطيتكم الدنيا كلها لم يكن في
ذلك ثمن لدينكم ولم يغن عنكم شيئا
فاتقوا الله واحتسبوا ما عند الله ومن
يرض بالنكث منكم فاني لا ارضاه
له ولا يرضى الله سبحانه ان تنكثوا
عهده - (طبری جلد پنجم ص ۱۴۲)

تھے تاکہ رضائے الٰہی حاصل کریں اور باہمی تعلقات
کی اصلاح کریں۔ جو شخص تم لوگوں میں سے طالب دنیا
ہے وہ اس دنیا میں سے اسی قدر پائے گا
جتنا خدا نے اس کے لئے لکھ دیا ہے۔ اور جو شخص
خدا کی خوشنودی اور آخرت کی بھلائی اور اصلاح امت
و رضائے باری کا خواہاں ہے اور اسی سنت پر
چلنا چاہتا ہے جسکو آنحضرتؐ نے اور آپ کے
بعد دونوں جانشینوں نے جاری کیا تھا تو اسکی *
(* جزا اللہ ہی عطا فرمائے گا میرے اختیار میں نہیں)
جزا تو ہے نہیں اور اگر میں تمہیں ساری دنیا
عطا کر دوں تب بھی وہ تمہارے دین کی
قیمت نہ قرار پاسکے گی اور نہ تمہارے
لئے کچھ نفع بخش ہو سکتی۔ لہذا خدا سے ڈرو
اور جو کچھ اس کے پاس ہے اسی پر اکتفا کرو
جو شخص تم لوگوں میں سے بیعت شکنی کرے گا
تو میں اس فعل کو پسند نہ کروں گا۔ اور خدا
بھی یہ پسند نہ فرمائیگا کہ تم اس کا عہد توڑ دو۔"

اس تحریر میں حضرت عثمان کا یہ ارشاد کہ "میں اگر تمھیں تمام دنیا عطا کر دوں تب بھی وہ دین کی قیمت نہ بن سکے گی"۔ لہذا جو کچھ خدا کے پاس ہے اسی پر اکتفا کرو۔ صحابہ کرام اور دیگر اہل مدینہ کی

Marfat.com

خفیہ مرادوں کا پردہ فاش کر دینے کے لئے کافی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ لوگ اپنے دین کی بیش قرار قیمت متاع دنیا ہی کی صورت میں نقد وصول کر لینا چاہتے تھے۔ چونکہ حضرت عثمان کسی وجہ سے اُن کے منہ مانگے داموں کو نہ دے سکے۔ لہذا جہاد فی سبیل اللہ پر نہایت سرگرمی کیساتھ عمل شروع کر دیا گیا۔ اگرچہ حضرت عثمان نے نہایت مہذب عنوان کو پیش نظر رکھتے ہوئے بظاہر اس کا اقرار فرمایا ہے کہ ابتدا میں ان لوگوں کے ارادات خیر کیطرف مائل تھے مگر آخری فقرہ میں فی الجملہ صفائی سے کہہ گئے کہ ان کا مقصد دنیا طلبی اور نقد داموں پر دین فروشی تھا۔ جب اس میں خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی تو اس پر مہر و وفا بھی نہ رکھ سکے۔ چونکہ عہد معاویہ سے پوری پوری قیمت ملنے کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ لہذا خلافت کے جاں نثار و پشت پناہ بنے رہے۔ اور اطاعت امراء و خلفاء کو عین دین و ایمان تصور کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔

صحابہ و تابعین نے حضرت عثمان کے خلاف جن اغراض سے شورش برپا کی تھی اور ان کے عمائد و اشراف جو خفیہ مقاصد دل کی گہرائیوں میں لئے ہوئے تھے۔ ان کا جائزہ لینے میں طول کلام کا خوف ہے۔ ناظرین اوراق تاریخ پر محققانہ نظر فرما کر خود معلوم کر سکتے ہیں۔ مجھے اس مقام پر علامہ ذہبی کی منقولہ بالا روایت کو پیش کرنے سے فقط اتنا ہی دکھانا مدنظر تھا کہ شمر بن ذی الجوشن تمام عقائد اور رفتار و کردار میں صحابہ کرام کا سچا پیرو تھا۔ اور غیر معصوم و خطاکار امراء و خلفاء کی اطاعت و پیروی کے مسئلہ میں انھیں اصول و عقائد پر کاربند تھا۔ جن کی تبلیغ صحابہ کرام نے اپنے اقوال و اعمال سے عامہ مسلمین میں فرمائی تھی۔ اور جو آج تک اہلسنت

Marfat.com

کی عمارت دین و مذہب کے لئے سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لہٰذا اس کے سنّی مذہب ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ہو تو بے عقلی کا نتیجہ ہوگا۔ الحمدللہ کہ پہلے ملّا علی قاری کے ارشاد سے سردار فوج کوفہ عمر بن سعد کا مجتہد مذہب اہلسنّت ہونا ثابت ہوا تھا۔ اب قاتل امام شمر بن ذی الجوشن کا سنّی شریف ہونا بھی اسی طرح ثابت ہوگیا کہ دم مارنے کی جگہ باقی نہ رہی۔

پیروان اجماع وشوریٰ کے مزید اسلام نواز کارنامے شیعوں پر مظالم کربلا کا الزام عائد کرنے والے اس مرقع کی بھی سیر کریں

پیروان اجماع وشوریٰ کے اسلامی خدمات کا سلسلہ مذکورہ بالا واقعات پر ہی ختم نہیں ہو جاتا بلکہ ان کی کڑیوں کے شمار کرنے کے لئے ایک دفتر عظیم کی ضرورت ہوگی۔ اور ناظرین کا وقت عزیز بہت کچھ ضایع ہوگا۔ لہٰذا سب سے قطع نظر کر کے دو ایسے ایمانی کارناموں کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔ جو واقعات کربلا کے بعد انجام دئے گئے۔ تاکہ ناظرین کو مزید اندازہ ہو سکے کہ خالص تسنّن کے رحجان طبع کا اصلی رنگ درج کیا جا رہا ہے۔ اور زمانہ حاضرہ میں اس ملّت کے ارباب علم شیعہ امامیہ پر قتل امامؑ کی تہمت لگانے میں کس غیر معمولی خود فراموشی اور حیاداری سے کام لے رہے ہیں۔

واقعہ حرّہ کی ابتدا کیوں کر ہوئی؟

واقعات ۶۳ھ کے ذیل میں مورخ ابن اثیر لکھتے ہیں:۔

Marfat.com

فلما كانت هذه السنة اخرج
اهل المدينة عثمان بن محمد بن ابي
سفيان عامل يزيد وحصروا
بني امية بعد بيعتهم عبد الله
بن حنظلة فاجتمع بنو امية و
مواليهم ومن يرى رايهم في
الف رجل حتى نزلوا دار مروان
بن الحكم فكتبوا الى يزيد يستغيثون
به فقدم الرسول اليه وهو جالس
على كرسي وقد وضع قدميه في
طشت فيه ماء لنقرس كان بها
فلما قرأ الكتاب تمثل ـه

لقد بدلوا الحلم الذي في سجيتي
فبدلت قومي غلظة بليان

ثم قال اما يكون بنو امية الف
رجل فقال الرسول بلى والله اكثر
قال فما استطاعوا ان يقاتلوا ساعة
من النهار فبعث الى عمرو بن سعيد
فاقرأه الكتاب وامره ان يسير اليهم

" یعنی سنہ ۶۳ھ میں اہل مدینہ نے عامل یزید عثمان
بن محمد بن ابی سفیان کو مدینہ سے نکال دیا اور
عبداللہ بن حنظلہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد
بنی امیہ کا محاصرہ کر لیا۔ پس بنی امیہ اور ان کے ہمنوا
لوگوں نے جنکی تعداد ایک ہزار تھی مروان کے گھر میں پناہ
لی اور یزید کو ایک خط امداد کیلئے لکھ بھیجا جب ان
قاصد یزید کے پاس پہونچا تو وہ ایک کرسی پر بیٹھا
تھا اور عارضہ نقرس کی وجہ سے دونوں پاؤں
پانی سے بھرے ہوئے طشت میں رکھے ہوئے
تھا۔ جب اس نے خط دیکھا تو یہ شعر پڑھنے
لگا ..... پھر قاصد سے پوچھا کیا بنی امیہ
کی تعداد ایک ہزار نہ ہوگی۔ قاصد نے جواب
دیا کیوں نہیں بلکہ زیادہ ہوگی۔ یزید بولا پھر
کیا ایک ساعت بھی نہ لڑ سکے۔ یہ کہکر عمرو
بن سعید کو بلا بھیجا۔ اور خط پڑھکر سنایا اور
حکم دیا کہ فوج لیکر اہل مدینہ کی سرکوبی کیلئے
روانہ ہو جائے۔ مگر عمرو بن سعید نے انکار کیا
اور کہا کہ میں نے تیری خاطر سے امور سلطنت
اور بلاد و امصار کی مہمات کا انتظام بہت کیا مگر

Marfat.com

فی الناس فقال قد کنت ضبطت
لک الامور والبلاد فاما الآن اذا
صارت دماء قریش تھرق
بالصعید فلا احب ان اتولی
ذالک ولبعث الی عبید اللہ ابن
زیاد و یامرہ بالسیر الی المدینۃ
ومحاصرۃ ابن الزبیر بمکۃ فقال
واللہ لا اجمعتھا للفاسق قتل ابن
رسول اللہ وغزو الکعبۃ ثم ارسل
الیہ یعتذر فبعث الی مسلم ابن عقبہ
المری وھو الذی سمی مسرفا وھو
شیخ کبیر مریض فاخبرہ الخبر فقال
اما یکون بنو امیۃ الف رجل فقال
الرسول بلی قال فما استطاعوا ان
یقاتلوا ساعۃ من النھار لیس ھولاء
باھل ان ینصروا .... قال
ویحک انہ لا خیر فی العیش بعدھم
فاخرج بالناس
(کامل جلد ۴ صہ ۴۵)

اب جبکہ قریش کا خون پانی کیطرح زمین پر بہایا
جانے لگا تو میں اس کی ذمہ داری اپنے سر نہیں لے
سکتا۔ جب یزید نے عبید اللہ بن زیاد کے پاس
مدینہ کیطرف کوچ کرنے اور مکہ میں ابن زبیر کا محاصرہ
کر لینے کا حکم بھیجا مگر اس نے کہا کہ میں اس فاسق کے
لئے قتل فرزند رسولؐ اور جنگ کعبہ دونوں بڑے گناہ
کو جمع نہیں کروں گا۔ القصہ اس نے بھی معذرت
ظاہر کی تب یزید نے مسلم بن عقبۃ المری کے پاس
پیام بھیجا اس نے قاصد سے پوچھا کہ کیا بنی امیہ
ایک ہزار کی تعداد میں نہ ہوں گے۔ اس نے کہا کہ
یہ تعداد کیوں نہ ہوگی۔ مسلم نے کہا کہ پھر وہ ایک
گھنٹہ بھی نہ لڑ سکے۔ ایسے ذلیل لوگ امداد کے
قابل نہیں ہیں .... یزید بولا حیف
ہے تجھ پر ان بنی امیہ کے بعد زندگی میں کوئی
خوبی باقی نہ رہ جائے گی۔ لہذا فوج لیکر
فوراً روانہ ہو جا۔ ....

Marfat.com

حرم رسولؐ یعنی مدینہ طیبہ کا احترام مسلمانوں کیجانب سے۔ عام قتل و غارتگری اور فسق و فجور کی گرم بازاری۔ صحابہ اور تابعین کی خونریزی اور عزت و ناموس کی بربادی مباح کردی گئی۔ سقیفہ میں جو بیج بویا تھا آج اسی کے پھل کھا رہے ہیں۔

(۱) اباح مسلم مدینۃ النبی ثلاثۃ ایام یقتلون فیھا الناس ویاخذون مابھا من الاموال ولفیسقون بالنساء وعن الزھری ان قتلی الحرۃ کانوا سبعمأتہ من وجوہ الناس من قریش والمھاجرین والانصار وعشرۃ آلاف من وجوہ الموالی وممن لا یعرف ..... ثم ان مسلما بایع من بقی من الناس علی انھم خول وعبید لیزید بن معاویۃ۔ (تاریخ ابوالفدا جلد اول ص۱۹۲)	(۱) مسلم نے تین دن تک مدینۃ النبیؐ کو مباح رکھا شامی مسلمانوں نے اہل مدینہ کا قتل عام کردیا اُن کا متاع بیدریغ لوٹتے اور عورتوں کی عصمت و عفت برباد کرتے رہے۔ زہری کا بیان ہے کہ واقعہ حرہ کے مقتولین قریش کے ذی وجاہت اشخاص اور مہاجرین وانصار میں سے سات سو تھے اور دس ہزار دیگر موالی اور غیر معروف اشخاص جو مقتول ہوئے ان کی تعداد دس ہزار تھی۔ پھر جو لوگ باقی رہے اور وہ بچ سکے اُن سے مسلم نے اس قول و قرار پر بیعت لی کہ وہ لوگ یزید بن معاویہ کے غلام ہیں۔

شامی مسلمانوں کی اسلامی حمیت کا ہولناک منظر۔

(۲) قال فبلغ عدۃ قتلی الحرۃ یومئذ من قریش والانصار وجوہ الناس	(۲) محصل عبارت یہ ہے کہ قریش وانصار اور دیگر باوجاہت لوگ حرہ کے ہولناک قتل عام میں اکیس...

Marfat.com

الف وسبعمائة وسائرهم من الناس
عشرة آلاف سوى النساء والصبيان
قال ابو معشر دخل رجل من اهل
الشام على امرأة نفساء من نساء الانصار
ومعها صبي لها فقال هل من مال
قال لا والله ما تركوا لي شيئا فقال
والله لتخرجن لي شيئا او لاقتلنك
وصبيك هذا فقالت ويحك انه ولد
ابن ابي كبشة الانصاري صاحب
رسول الله ....
.... ثم قالت لابنها يا بني
والله لو كان عندي شيء لافتديتك
قال فاخذ برجل الصبي والثدي في
فمه فجذبه من حجرها فضرب
به الحائط فانتثر دماغه في الارض

سات سو کی تعداد میں مقتول ہوئے اور عام لوگوں
میں سے عورتوں اور بچوں کے علاوہ دس ہزار
مارے گئے۔ ابو معشر کا بیان ہے کہ ایک مرد شامی
ایک ایسی عورت کے پاس پہونچا جو زچگی کی بیماری میں
اپنے نوزائیدہ بچے کو لئے ہوئے تھی۔ اس شامی
نے عورت سے پوچھا کہ تیرے پاس کچھ مال ہے؟
عورت نے جواب دیا بخدا کچھ بھی نہیں۔ لوٹنے
والوں نے میرے پاس کچھ بھی چھوڑا نہیں ہے۔
مرد شامی بولا کہ تجھے کچھ مال حاضر کرنا پڑے گا۔
ورنہ میں تجھے اس بچے سمیت قتل کردوں گا۔
عورت نے کہا حیف ہے تجھ پر یہ صحابی رسولؐ
ابن ابی کبشہ انصاری کا بچہ ہے (مگر اس بدبخت
شامی نے اس عورت کی ان باتوں کا کچھ بھی لحاظ
نہ کیا) تب وہ بچہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی بیٹا!
خدا شاہد ہے کہ اگر کچھ مال ومتاع میرے پاس
ہوتا تو میں تجھ پر قربان کر دیتی (ابھی وہ یہ کہہ رہی تھی کہ)
بدبخت شامی نے بچہ کا پاؤں پکڑا۔ درانحالیکہ وہ ماں کی
چھاتی منہ میں لئے ہوئے دودھ پی رہا تھا۔ اور ماں کی گود
سے کھینچ کر دیوار پر اس زور سے دے مارا کہ اس کا دماغ زمین پر بکھر گیا۔"

Marfat.com

مسلم بن عقبہ کی رپورٹ یا سفاکیوں کی مفصل داستان

مسلم بن عقبہ نے واقعات حرّہ کی جو رپورٹ دربار یزید میں بھیجی اوس کے بعض حصے اون واقعات کی نوعیت اور حقیقی اسباب و علل پر خاص روشنی ڈالتے ہیں۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں :-

انا ادخلنا الخيل عليهم حين ارتفع النهار من ناحية عبد الاشهل لطريق فتحه لنا رجل منهم بما دعاه اليه مروان بن الحكم الى صنع امير المومنين وقد تضمن له عنه من قرب المكان وجزيل العطاء وايجاب الحق وقضاء الذمام وقد بعثت به الى امير المومنين وارجو من الله عز وجل ان يلهم خليفته وعبده عرفان ما اولى من الصنع واسدى من الفضل وكان اكرم الله امير المومنين من محمود مقام مروان بن الحكم وجميل مشاهده وشديد باسه وعظيم نكايته لعدو امير المومنين ما لا اخال ذالك

"جب دن چڑھا تو ہم نے قبیلہ عبد الاشہل کی آبادی کی سمت سے اہل مدینہ پر اس راستہ سے دھاوا بولدیا جو اسی قبیلہ کے ایک شخص نے ہمارے لئے اس سبب سے کھولدیا تھا کہ مروان نے امیر المومنین کے دربار سے بہت زیادہ انعام و اکرام عطا ہونیکی ضمانت کرلی تھی۔ میں اس شخص کو بھی امیر المومنین کے پاس بھیج رہا ہوں اور خدا سے امید کرتا ہوں کہ وہ اپنے خلیفہ اور بندے کے دل میں اس شخص کے سلوک اور فضل و کرم کا حق پہچاننے کی توفیق ڈالدیگا۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ مروان نے خدمات جنگ میں جو خدمات جلیلہ کی ہیں اور امیر المومنین کے دشمنوں کی سرکوبی میں جسقدر شدید قوت و شجاعت ظاہر کی ہے وہ امام المسلمین اور خلیفہ رب العالمین اون کے

Marfat.com

ضاتغاعنداماما المسلمين وخليفة رب العالمين ان شاء الله وسلم الله رجال امير المومنين فلم يصب احد منهم بمكروه ولم يقم عد وهم ساعة من ساعات نهارهم فما صليت الظهر الافى مسجدهم بعد القتل الذريع والانتهاب العظيم واوقعنا بهم السيوف وقتلنا من اشرف لنا منهم واتبعنا مدبرهم واجهزنا على اجزحهم وانهبناها ثلاثا كما قال امير المومنين اعزالله نصره وجعلت دور بنى الشهيد المظلوم عثمان بن عفان فى حرز وامان فالحمد لله الذى شفى صدرى من قتل اهل الخلاف القديم والنفاق العظيم فطالما عتوا وقديما طغوا۔

متعصب صحابی رسول کی ذہنیت دیکھئے اور عبرت حاصل کرو۔ مترجم) کے نزدیک رائیگاں نہ جائیگی انشاء اللہ۔ خدا نے امیر المومنین کے سپاہیوں کو بالکل صحیح و سالم رکھا۔ کسی ایک کو بھی کوئی ناگوار حادثہ پیش نہیں آیا۔ اور اُن کے دشمن (اہل مدینہ) ایک گھڑی بھی ان کے مقابلہ میں تھم نہ سکے ہم نے قتل عام اور بڑی لوٹ مار کے بعد نماز ظہر اُن کی مسجد میں ادا کی۔ ہم نے تلواریں اہل مدینہ پر ڈالدیں۔ اور جس نے بھی سر اٹھایا اُسے تہ تیغ کر دیا۔ ہم نے بھاگنے والوں کا تعاقب کیا اور زخمیوں کا بھی کام تمام کر دیا۔ اور حکم امیر المومنین کے مطابق ہم نے تین دن تک اہل مدینہ کو خوب لوٹا اور شہید مظلوم عثمان بن عفان) کے بیٹوں کے گھروں کو اپنے حفظ وامان میں رکھا۔ پس خدا کا شکر ہے کہ اس نے میرے سینے کو شفا بخشی۔ اُن لوگوں کے قتل سے جو پرانے مخالف اور بڑے منافق تھے انھوں نے اکثر سر اٹھایا اور ہمیشہ شورش برپا کی۔

یہ تھے ان شامی مسلمانوں کے اسلامی و دینی کارنامے جو تمام مذہب سُنّی کے سچے پیرو تھے۔ اور جنکو سب سے پہلے اہل سنّت والجماعت کا ممتاز لقب حاصل ہوا تھا۔

Marfat.com

اگر شیعوں پر مظالم کربلا کی تہمت لگانے والے اب بھی نہ شرمائیں تو یقین کر لینا چاہیے کہ ان سے بڑھکر بے حیا دنیا میں کوئی نہیں۔ اپنے اعمالنامہ کی اتنی سیاہیوں کے بعد بھی شیعوں پر الزام لگانے کی ہوس۔ حیف ہزار حیف

حرم نبوی کے بعد حرم خدا کی باری، رجز خوانی کرتے ہوئے خانہ کعبہ پر پتھروں کی بارش کی گئی۔ اتنا ہی نہیں بلکہ خانہ خدا میں آگ بھی لگا دی گئی

مسلم بن عقبہ نے اہل مدینہ کے قتل وغارت سے فارغ ہو کر ابن زبیر سے لڑنے کیلئے مکہ کا رخ کیا۔ اور وہاں پہونچکر شام کے سنی مسلمانوں نے خانہ خدا کی تعظیم و احترام کا جو حق واجب ادا کیا اس کے متعلق مورخین کا بیان یہ ہے:۔

(۱) وقعت النار علی الکعبۃ فاحترقت الخشب وتصدع الرکن واحترقت الاستار وتساقطت الی الارض۔	(یعنی اہل شام کی آتش باری سے) خانہ کعبہ پر آگ گری جس سے لکڑیاں جل گئیں۔ رکن پھٹ گیا۔ پردے جلکر زمین پر گر پڑے۔ (امامت وسیاست ص۱۱ جلد ۲)
(۲) رموا البیت بالمجانیق وحرقوہ بالنار واخذوا یرتجزون ویقولون خطارۃ مثل الفنیق المزبد (شعر) ترمی بھا اعواد ھذا المسجد	(۲) یعنی شامیوں نے خانہ کعبہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اور اس کو آگ سے پھونک دیا اور اشعار کے جوش (اس فعل پر) رجز خوانی کرنے لگے۔ رجز کا شعر یہ تھا......

سبحان اللہ! کس قدر حیرت انگیز اسلامی حمیت و ایمانی حیا و غیرت کا جوش سینوں میں لئے ہوئے رجز پڑھ پڑھکر بربادی خانہ خدا کی مہم سر کی جا رہی ہے۔ مولوی عبدالشکور اور مفتی محمد خلیل صاحبان دین و ایمان کی قسم کھا کر ارشاد فرمائیں کہ کیا یہ بہادران شام

خالص سنی سنت بستہ تھے اور کیا اسی فرقہ کے غیرت مندو با ایمان سورماؤں نے خدا و رسول کے حرم کی انتہائی بیحرمتی و توہین کا سہرا اپنے سروں پر نہیں باندھا تھا۔ اور کیا اس عمل کو دیکھکر یہ باور نہیں کیا جاسکتا کہ جس فرقہ کے بہادروں نے خانۂ خدا میں آگ لگادی اسی کے باحمیت افراد نے سرزمین کربلا پر خانۂ رسالت میں بھی آگ لگائی ہوگی اور جن مسلمانوں نے صحابیت کی پرستش کے باوجود خاص مدینہ طیبہ کی سرزمین پر اصحاب رسولؐ اور ان کے شیرخوار بچوں کا خون ناحق پانی کیطرح بہایا انھیں کے ہمشرب و ہم خیال اشقیاء نے کربلا کی سرزمین پر اہلبیتؑ رسولؐ کا خون بھی بہایا ہوگا۔ الکفر ملۃ واحدۃ۔

ناظرین اس حقیقت کو نظر انداز نہ فرمائیں کہ ان تباہ کن واقعات میں بھی مقتدیان اہلسنت وجماعت صحابۂ کرام کی رہنمائی و قیادت کام کر رہی تھی۔ چنانچہ فوج شام کا امیر الامراء و قائد اعظم مسلم بن عقبہ صحابی تھا۔ آنحضرتؐ سے روایت کرتا تھا۔ اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اس کے مرویات کو بے عذر وارد کیا ہے۔ (دیکھو اصابہ جلد ۶) علاوہ اس کے دیگر امراء فوج بھی صحابیت کے نمایاں اور شاندار طرۂ امتیازنہ سے آراستہ ہوکر ان اسلامی خدمات کو انجام دیرہے تھے۔ منجملہ ان کے صحابۂ عدول کے اسماء اور مختصر اوصاف یہ ہیں۔

تاریخ خمیس میں ہے۔ صـــ ۲۴۷

فلما بلغ ذالک یزید ندب له الحصین بن نمیر السکونی وروح بن زنباع الجذامی وضم الی کل واحد جیشا واستعمل علی الجمیع مسلم بن عقبة المری وجعله امیر الامراء	"جب یزید کو اہل مدینہ کی بغاوت کی خبر معلوم ہوئی تو اس نے حصین بن نمیر سکونی اور روح بن زنباع جذامی کو طلب کیا اور ایک ایک لشکر کا افسر بنادیا اور مسلم بن عقبہ کو سب کا امیر الامراء مقرر کیا۔"

Marfat.com

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حصین بن نمیر السکونی اور روح بن زنباع الجذامی کو یزید نے ایک ایک فوج کا افسر مقرر کر کے اہل مدینہ اور ابن الزبیر کی سرکوبی کے لئے بھیجا تھا۔ یہ دونوں بدنصیب صحابی تھے۔ ہر ایک کے مختصر حالات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

روح بن زنباع الجذامی قال احمد بن زھیر وممن روی عن النبیؐ من جذام روح بن زنباع ...... وذکرہ مسلم بن الحجاج فی کتاب الاسماء والکنی فقال ابوزرعۃ روح بن زنباع الجذامی لہ صحبۃ .... وذکرہ ابوجعفر العقیلی ایضا فی الصحابۃ ...... کان عبدالملک بن مروان یقول جمع ابوزرعۃ روح بن زنباع طاعۃ اھل الشام ودھاء اھل العراق وفقۃ اھل الحجاز (استیعاب جلد ا ص)	"احمد بن زہیر نے کہا کہ قبیلۂ جذام میں سے جن لوگوں نے حضرت رسولؐ خدا سے روایت کی ہے ان میں روح بن زنباع بھی تھے .... امام مسلم بن حجاج نے کتاب الاسماء والکنی میں انکا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ صحابی تھے ..... ابوجعفر عقیلی نے بھی صحابہ کے ذیل میں ان کا تذکرہ کیا ہے .... عبدالملک بن مروان کہا کرتا تھا کہ روح بن زنباع کی ذات میں اہل شام کی طاعت اور اہل عراق کی چالاکی وعیاری اور اہل حجاز کا تفقہ جمع ہے (ایسی مجمع کمالات ذات نے حرم رسولؐ میں سفاکی وغارت گری کے جوہر دکھائے۔ مترجم)

ان بزرگوار نے اپنے قبیلہ کے متعلق اس حدیث رسولؐ کی روایت فرمائی ہے "بارک اللہ فی جذام" اور امام شافعی راوی ہیں کہ روح بن زنباع کہا کرتے تھے کہ "لم اطلب باباً من الخیر الا تیسر لی" میں نے خیر کے دروازے کو جب چاہا کھل گیا۔

ولاطلبت بابامن الشرالالم یبتسد ۔ اور جب شر کا دروازہ مطلوب ہوا تو وہ
لی ۔ نہیں کھل سکا ۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ایک خاص منظور نظر قدرت صحابی تھے ۔ عنایت ربانی
آپ کی اصلاح اور تائید کے لئے ہمیشہ حاضر رہتی تھی ۔ جب چاہا کہ کوئی باب خیر آپ
کیلئے کھل جائے تو کھل گیا ۔ اور جب شر کے دروازہ میں داخلہ مطلوب ہوا تو عنایت ربانی نے
میسّر نہ ہونے دیا ۔ اور مبتلائے شر ہونے سے بچا لیا ۔ کیوں نہ ہو آپ اس درجہ کار خیر کے
عاشق بھی تو تھے کہ جب حمام سے باہر نکلتے تو ایک غلام آزاد کر دیتے تھے ۔

(دیکھو اصابہ جلد اول صفحہ ۵۲۴)

اس ارشاد سے غالباً یہ دکھانا مقصود رہا ہوگا کہ مدینہ میں صحابہ اور تابعین،
عورتوں، بچوں کا جو قتل عام کیا گیا اور جو بے پناہ زناکاری اور عزت و ناموس۔ ال و متاع
کی بیدریغ غارت گری کیگئی اس میں آپ کو خاطر خواہ کامیابی اس وجہ سے حاصل
ہوئی کہ یہ اعمال قدرت کی نظر میں بھی خیر عمل تھے ۔ لہٰذا آپ کے لئے اس نے اس خیر کے دروازے
کو مفتوح کر دیا ۔ بہرحال آپکی جلالت مراتب بارگاہ الٰہی میں جتنی بھی ہو دنیا میں تو آپ
کی زندگی نہایت شاندار مناصب پر فائز رہتے ہوئے گذری ۔ کبھی فلسطین کے گورنر
رہے ۔ کبھی شام کے سفاک مسلمانوں کی کمان آپ کے ہاتھ میں رہی ۔ اور جب مسلم بن عقبہ
مدینہ کی مہم سے فارغ ہو کر ابن زبیر کے محاصرہ کے لئے مکہ کی جانب کوچ کرنے لگا تو حسن
خدمات کے صلے میں مدینہ کا حاکم اعلیٰ بنا کر چھوڑ گیا ۔ (کامل جلد ۴ صفحہ ۴۹)

حصین بن نمیر السکونی

علامہ ابن حجر عسقلانی کتاب اصابہ میں حصین بن نمیر انصاری کا مختصر حال لکھنے کے بعد فرماتے ہیں :-

Marfat.com

حصین بن نمیر آخر ما ادری هو
الذی قبله او غیره ذکره ابن عساکر
فی تاریخه فقال کان عامل عمر علی
الاردن وقد منا انهم ما کانوا
یؤمرون علی الفتوح الا الصحابة
وروی البخاری فی تاریخه من طریق
یزید بن حصین عن ابیه ......
وخلط هذا بترجمة حصین بن نمیر
السکونی الذی کان امیر یزید بن معاویة
علی قتال اهل مکة والذی یظهر
انه غیره والله اعلم وذکر ابو علی
بن مسکویه فی کتابه تجارب الامم
الحصین بن نمیر فی جملة من کان
یکتب النبی ﷺ کذا ذکره العباس بن محمد
الاندلسی فی التاریخ الذی جمعه
للمعتصم بن صمادح فقال وکان
المغیرة بن شعبة والحصین یکتبان
فی حوائجه وکذا ذکره جماعة من
المتاخرین منهم القرطبی المفسر

- ایک اور حصین بن نمیر۔ میں نہیں جانتا کہ یہ وہی
حصین بن نمیر ہے جس کا تذکرہ پہلے کیا گیا یا کوئی دوسرا
شخص ہے۔ اس کا تذکرہ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں کیا ہے
اور کہا ہے کہ وہ علاقہ اردن میں عمر کا عامل تھا۔
اور ہم پہلے یہ کہہ آئے ہیں کہ یہ لوگ ممالک مفتوحہ
پر صحابہ کے سوا کسی دوسرے کو حاکم نہیں بناتے
تھے۔ بخاری نے حصین بن نمیر سے اس کے بیٹے یزید
بن حصین کے طریق سے روایت کی ہے ....
...... اس (حصین بن نمیر سابق) کے تذکرہ کو اس
حصین بن نمیر السکونی کے تذکرے سے مخلوط کر دیا ہے
جو اہل مکہ کی لڑائی میں یزید بن معاویہ کی جانب سے
افواج شام کا امیر تھا۔ اور ظاہر یہ ہے کہ سابق
الذکر حصین بن نمیر دوسرا شخص ہے۔ واللہ اعلم۔ ابو علی
بن مسکویہ نے کتاب تجارب الامم میں حصین بن نمیر
کا تذکرہ ان لوگوں کے ذیل میں کیا ہے جو
آنحضرت کے کاتب تھے۔ عباس بن محمد اندلسی
نے بھی اس تاریخ میں جو معتصم بن صمادح کیلئے
لکھی تھی یہی لکھا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ مغیرہ
بن شعبہ اور حصین یہ دونوں حضرت کے

Marfat.com

في المولد النبوي والقطب الحلبي في
شرح السيرة واشار الى ان اصل
ذالك ما اخذ من كتاب القضاعي
الذي صنفه في كتاب النبي ﷺ وفيه
انهما كان يكتبان المداينات
والمعاملات فلا ادري اراد هذا
او اراد الذي قبله وكانه اراد
الذي قبله والذي كان امير ليزيد
نسبه ابن الكلبي فقال حصين بن
نمير بن فاتك بن لبيد بن جعفر
بن الحارث بن سكانه وقال
انه كان شريفا بحمص وكذا ولده
يزيد وحفيده معاوية بن يزيد
وليا امرة حمص۔

(اصابہ جلد اول ص ۳۳۹)

حوائج وضروریات کی کتابت کیا کرتے
ایسا ہی ایک جماعت متاخرین نے بھی ذکر کیا ہے
قرطبی مفسر نے کتاب مولد نبوی میں اور قطب حلبی
شرح السیرۃ میں بھی لکھا ہے۔ اور اس بات کی
اشارہ کیا ہے کہ یہ قول (مغیرہ اور حصین کا کاتب
ہونا) دراصل قضاعی کی اس کتاب سے لیا گیا
جو اس نے آنحضرت کے کاتبوں کے متعلق تصنیف کی ہے۔ اس
میں مذکور ہے کہ یہ دونوں (مغیرہ اور حصین) آنحضرت کے
معاملات کو قلمبند کیا کرتے تھے۔ (حافظ ابن حجر) نہیں جانتا
کہ مراد قضاعی کون ہے۔ یہی حصین بن نمیر السکونی
وہ حصین بن نمیر جس کا تذکرہ پہلے کیا گیا ہے۔ غالباً
یہی شخص ہے (یعنی حصین بن نمیر السکونی) وہ حصین
بن نمیر یزید کی طرف سے سپہ سالار تھا۔ اس کا
سلسلۂ نسب ابن کلبی نے یوں بیان کیا ہے۔۔۔۔۔
۔۔۔۔۔۔ ابن کلبی کہتا ہے کہ حصین بن نمیر
السکونی حمص کا حاکم تھا۔ اور اس کا بیٹا یزید اور پوتا معاویہ بن یزید
یہ دونوں بھی حمص کے والی اور امیر رہے۔"

حافظ ابن حجر کا یہ دعوی کہ "یہ حصین بن نمیر نامی دو شخص تھے" قابل تسلیم نہیں ہو سکتا
کیونکہ اس دعوے پر کوئی شہادت پیش نہیں کر سکے ہیں۔ کسی شہادت کے دستیاب ہونے تک

Marfat.com

وجہ سے آپ نے حصین بن نمیر کا تذکرہ شروع کرتے ہی یہ اقرار کر لیا کہ۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ وہی سابق الذکر شخص ہے یا کوئی دوسرا شخص" جبکہ آپ کو اس کا علم ہی نہیں ہے کہ اس نام کے دو شخص ہیں یا ایک ہی شخص کا تذکرہ بار بار کیا جاتا ہے۔ تو چند سطروں کے بعد کیونکر یہ ظاہر ہو گیا کہ یہ ایک ہی شخص کا نام نہیں ہے بلکہ اسی نام کے دو شخص ہیں۔ علی ہذا القیاس مورخین کے ان اقوال کو نقل کرنے کے بعد کہ حصین بن نمیر آنحضرتؐ کا کاتب تھا اور معاملات تحریر اس سے متعلق رہا کرتی تھی۔ یہ ارشاد کرنا کہ یہ عہدۂ جلیلہ غالباً مقدم الذکر سے متعلق بالکل بے دلیل ہے۔ کیونکہ جن مورخین کے اقوال نقل کئے ہیں ان کے کسی قول میں اس کا اشارہ نہیں پایا جاتا کہ یہ نام دو شخصوں کا تھا۔ اور عہدۂ کتابت مقدم الذکر حصین بن نمیر انصاری سے متعلق تھا نہ کہ اس حصین بن نمیر سکونی سے جو مکہ کی مہم میں یزید بن معاویہ کی طرف سے سپہ سالار مقرر کیا گیا تھا۔ جو کچھ بھی ہو۔ علامہ ابن حجر کے ارشاد سے حصین بن نمیر کے متعلق صرف اتنا احتمال ہو سکتا ہے کہ حصین انصاری کا ہمنام دوسرا شخص تھا اور یہ بارگاہ رسالتؐ میں عہدۂ کتابت اس شخص سے متعلق نہیں تھا مگر اس کے صحابی ہونے میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ اور بالفرض یہ شخص اگر صحابی بھی نہ مانا جائے تو کم سے کم اس کا تابعی ہونا تو یقینی ہے۔ اور اس کے افتخار کیلئے یہی عز و شرف کیا کم ہے کہ امام بخاری کا اعتماد و اعتبار اس کو حاصل ہے وہ اس کی روایت کو بے عذر قبول کر لیتے ہیں۔ یہ واقعہ اگرچہ باعث حیرت نہیں مگر عبرت حاصل کرنے کے قابل ضرور ہے کہ امام بخاری جیسے محتاط شخص کو جس نے آئمہ اہلبیتؑ کی روایات کو بھی لائق اعتبار نہ سمجھا ہو۔ ایک ایسے دشمن خدا و رسولؐ کی روایت قبول کر لینے میں مطلق تردد نہ ہوا جس نے حرم نبویؐ کی بے حرمتی اور اصحاب رسولؐ کی بیدریغ خوں ریزی میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ خانہ خدا کی حرمت برباد کر دی۔ فرزند رسولؐ کے

Marfat.com

خلاف کوفہ اور کربلا میں ایک سپہ سالار کی حیثیت سے خونخواری وسفاکی کا مظاہرہ
کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ جس شخص کا اعمالنامہ اس قدر سیاہ ہو وہ
بخاری کے نزدیک معتبر و مستند ٹھہرے۔ اس سے زیادہ اندھیر اور کیا ہوگا؟ فاعتبروا
یا اولی الابصار۔ مکہ اور مدینہ کی تباہ کن مہم میں ان دو صحابیوں کے علاوہ۔ جو
اصحاب نبیؐ نے خدمات لائقہ انجام دیں۔ اُن میں یہ دو شخص نمایاں شخصیت رکھتے ہیں

عبداللہ بن مسعدہ صاحب الجیوش:۔

مسلم بن عقبہ اپنی اس رپورٹ میں کچھ حصہ اوپر نقل کیا گیا۔ لکھتا ہے۔ (امامت و سیاست ص ۱۲۹)

و وجہت عبد اللہ بن مسعدۃ الی ناحیۃ بقیع الغرقد۔	میں نے عبداللہ بن مسعدہ کو روانہ کیا کہ بقیع کی سمت سے حملہ آور ہو۔

نیز اصابہ ابن حجر میں منقول ہے۔ جلد ۲ ص ۳۶۸۔

وحکی الواقدی عن عباد بن عبد اللہ بن الزبیر...... قال خرجت لنا کتیبۃ فیہا عبد اللہ بن مسعدۃ	یعنی واقدی راوی ہے کہ عبداللہ بن الزبیر کے بیٹے عباد کہتے تھے کہ ایک فوج ہم پر حملہ آور ہوئی جس میں عبداللہ بن مسعدہ موجود تھا۔ (وہ فوج کا افسر رہا ہوگا)

اس شخص کے صحابی ہونے پر علماء اسلام کی مندرجہ ذیل تحریرات شاہد ہیں:۔

یقال کان ابن مسعدۃ صاحب الجیوش قیل لہ ذالک لانہ کان امیراً فی الجیوش فی غزو الروم ایام معاویۃ وھو من صغار الصحابۃ	یعنی عبداللہ بن مسعدہ صاحب الجیوش لقب سے مشہور تھا۔ اور یہ شہرت اس لئے کہ وہ عہد معاویہ میں جنگ روم کے موقع پر امیر افواج تھا۔ اس کا شمار چھوٹے (ادکم عمر)

Marfat.com

ذکرہ البغوی وغیرہ فی الصحابۃ واخرجوا من طریق ابن جریج عن عثمان بن ابی سلیمان عن ابن مسعدۃ صاحب الجیوش قال سمعت رسول اللہ صلعم یقول لا تسبقونی بالرکوع والسجود۔

(اصابہ جلد ۲ صفحہ ۳۶۷)

صحابہ میں ہے۔ بغوی وغیرہ نے اس کو زمرہ صحابہ میں ذکر کیا ہے۔ اور محدثین نے بطریق ابن جریج روایت کی ہے۔ اس نے عثمان بن ابی سلیمان اور اس نے ابن مسعدہ صاحب الجیوش سے نقل کیا ہے اس نے کہا کہ میں نے حضرت رسول خدا صلعم کو لوگوں سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم لوگ رکوع و سجود میں مجھ پر سبقت نہ کیا کرو۔

اس صحابی کی شرافت نفس پر مزید اطلاع حاصل کرنے کیلئے ابن حجر کا یہ کلام ملاحظہ ہو:-

کان عبد اللہ فی سبی بنی فزارۃ فوھبہ النبی صلعم لابنتہ فاطمۃ ع فاعتقتہ وکان صغیرا فیربی عندھا ثم کان عند علی ع ثم کان بعد ذالک عند معاویۃ وصار اشد الناس علی علی ع۔ (اصابہ جلد ۲ صفحہ ۳۶۷)

عبد اللہ بنی فزارہ کے اسیروں میں سے تھا آنحضرت نے اسکو اپنی صاحبزادی فاطمہ ع کی غلامی میں دے دیا۔ ان معظمہ نے اسکو آزاد کر دیا۔ اس وقت کم سن تھا لہذا آپ ہی کے پاس پرورش پائی پھر حضرت علی ابن طالب کے پاس رہا۔ اس کے بعد معاویہ کے پاس چلا گیا۔ اور حضرت علی ع کا نہایت سخت مخالف ہو گیا

ع (عاقبت گرگ زادہ گرگ شود
گرچہ با آدمی بزرگ شود)

مروان بن الحکم:- مسلم بن عقبہ کی مندرجہ بالا رپورٹ سے ظاہر ہو چکا ہے کہ جنگ حرہ میں اہل شام کی کامیابی تمام تر انھیں حضرت کی رہین منت تھی۔ آپکی مساعی جمیلہ اور خدمات لائقہ کا تذکرہ جس قدر پرزور الفاظ میں مسلم بن عقبہ نے کیا ہے۔ ان سے اس صحابی کے حسن اخلاق اور اعمال پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

Marfat.com

واقعات حرّہ اور صحابی مرحوم معاویہ بن ابی سفیان کی اپنے خلف الصدق سے آخری وصیت۔ تمام خونریزی اور غارت گری اسی وصیت کا نتیجہ تھی

ناظرین اس حقیقت کو نظر انداز نہ فرمائیں کہ مدینہ طیبہ کی سرزمین پر سفاکی اور غارت گری کا جو عدیم النظیر مظاہرہ کیا گیا اس کی تمام تر ذمہ داری امام اہلسنت و صحابی رسولؐ معاویہ ابن ابی سفیان پر عائد ہوتی ہے۔ جو کچھ بھی کیا گیا وہ آپکی وصیت اور آخری ہدایت کے مطابق کیا گیا۔ لہٰذا اس مقام پر آپ کا ذکر خیر نہ کرنا ظلم صریح ہو گا نورالدین سمہودی کتاب وفاء الوفاء میں لکھتے ہیں :-

اخرج بن ابی خثیمہ بسند صحیح الی جویریۃ ابن اسماء سمعت اشیاخ المدینۃ یتحدثون ان معاویۃ لما احتضر دعی یزید فقال ان لک من اھل المدینۃ یوماً فان فعلوا فارمھم بمسلم بن عقبۃ فانی عرفت نصیحتہ۔ (الفصل الخامس عشر من الباب الثانی)

ابن ابی خثیمہ نے بسند صحیح جویرہ بن اسماء سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے مدینہ کے بزرگوں کو یہ تذکرہ کرتے ہوئے سنا کہ جب معاویہ پر حالت احتضار طاری ہوئی تو یزید کو بلا کر کہا کہ تجھے اہل مدینہ سے ایک برا دن دیکھنا یقینی ہے۔ جب وہ سر اٹھائیں تو مسلم بن عقبہ کے ہاتھوں سے ان کی سر کوبی کرنا میں اس شخص کے جذبہ اخلاص کی آزمائش کر چکا ہوں۔

علاوہ اس وصیت کے یزید کے زمانہ میں جو فوج کشی کی گئی وہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ کیونکہ اس سے پہلے امیر معاویہ کے حکم سے بسر بن ارطاۃ صحابی نے مدینۃ الرسولؐ

Marfat.com

کو تاخت و تاراج کرنے کی مثال قائم کر دی تھی۔ اس وقت کی بربادی کا تذکرہ اس مقام پر طول کلام کا باعث ہوگا۔ لہٰذا اس کو نظر انداز کر دینا ہی زیادہ مناسب ہوگا۔ خصوصاً اس سبب سے بھی کہ اہلسنت کے علمائے کبار بسر بن ارطاۃ صحابی کے نامۂ اعمال پر نظر نہ کرنا ہی بمقتضائے حیا و غیرت مناسب سمجھتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر کتاب اصابہ میں رقمطراز ہیں "له اخبار شهيرة فى الفتن لا ينبغى التشاغل بها" یعنی بسر بن ارطاۃ نے جو فتنے برپا کیے ان کے افسانے مشہور و زبان زد خاص و عام ہیں۔ ان کے تذکرہ میں مشغول ہونا بالکل غیر مناسب ہے۔ لہٰذا ہم بھی ان کو زیادہ زیر بار شرم و حیا بنانا خلاف ہمدردی تصور کرتے ہیں۔ جو لوگ اپنے اعمال پر خود شرمندہ ہو رہے ہیں اور اس کی خواہش ظاہر کر رہے ہوں کہ ان کے اعمالنامہ کو بار بار نہ دہرایا جائے۔ ہم کو ان سے بھی بمقتضائے روابط انسانیت ہمدردی ضرور ہوگی۔ لہٰذا اتنا ہی ثبوت ہمدردی دینے پر قناعت نہیں کریں گے کہ جن افکار سے ان کو شرم آتی ہو ان کو زبان پر نہ لائیں۔ بلکہ اس بار ندامت کو ہلکا کرنے کے لئے ان کی خدمت میں یہ گذارش بھی پیش کریں گے کہ فضل خدا سے یہ شرم و غیرت بالکل بے ضرورت ہے کیونکہ آنحضرت کی حدیث شریف کے صاف و صریح مفہوم کے بموجب جب "صحابہ سب کے سب ستاروں کی حیثیت رکھتے ہیں" ہر ایک ان میں خدا کے فضل و کرم سے نور ہدایت کافی موجود ہے۔ عقل کی آنکھیں بند اور خوش اعتقادی کی آنکھیں کھول کر جس کی پیروی کی جائے منزل ہدایت پر پہنچ جانا یقینی ہے اور بہرحال یقینی ہے۔ پھر اسلامی دنیا میں ستاروں کے نورانی اخلاق و اعمال سے جو روشنی پھیلی اس پر شرمندگی کیسی؟ اور ان کے ذکر خیر کو حیا سے ترک کرنا کیسا؟ آخر آپ سے زیادہ خوش قسمت و قابل مبارکباد اور کون فرقہ ہوگا؟ جبکہ آپ ہی ایسے ایسے صحابہ کے انوار سے

دیدۂ دل کو روشن فرماتے ہوئے ہیں جن کی شان میں یہ حدیث شریف مرقوم ہے جیسے

تمام صحابہ ستارے ہیں اور سب کے سب نورانی ہیں

عن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول اللہ یقول سألت ربی عن اختلاف اصحابی من بعدی فاوحی الی یا محمد ان اصحابک عندی بمنزلۃ النجوم فی السماء بعضہا اقوی من بعض ولکل نور فمن اخذ بشیء مما ہم علیہ من اختلافہم فہو عندی علی ہدی (مشکوٰۃ)

عمر بن الخطاب راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے سنا کہ میں نے سوال کیا پروردگار عالم سے اپنے اصحاب کے اختلاف کی بابت جو میرے بعد ان کے درمیان واقع ہوگا۔ تو مجھ پر خدا نے وحی نازل فرمائی کہ تمہارے اصحاب میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کے ہیں بعض نورانیت میں بعض سے قوی تر ہیں۔ مگر نور سب میں ہے پس جو شخص بھی ان کے اختلاف میں سے کسی کی پیروی کرے گا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہوگا۔"

تنقیح پنجم:۔ جو لوگ سرزمین کربلا کے واقعات مظالم کا الزام شیعوں پر عائد کرنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے عارضہ نافہمی و فتور عقل میں مبتلا ہو کر اس حقیقت کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے کہ خاندان رسالت کی بربادو تباہی بھی انھیں برکات میں سے ایک بہت برکت تھی جو انوار صحابیت کی بدولت اسلامی دنیا کو حاصل ہوئیں۔ اگر ان لوگوں نے آنکھوں پر جاہلانہ تعصب کی مضبوط پٹی نہ باندھ لی ہوتی تو یہ اصلیت پوشیدہ رہنے کے قابل ہی نہ تھی۔ اہلبیتؑ پر وحشیانہ وسفاکانہ مظالم کرنے میں وہی صحابہ وتابعین تمامتر شریک تھے جن کے ذکر خیر سے صفحات تاریخ روشن ہو رہے ہیں۔ اور جن کی بیان کردہ روایات سے کتب احادیث کے سینے پر نور ہیں۔ علمائے مذہب

اُن کی مدح وثنا میں رطب اللسان ہیں۔ اور اُن کی روایتوں کو اُن مذہبی رسائل میں حکے ذخیرہ میں بے عذر شامل کئے ہوئے ہیں جن پر دین مذہب کا انحصار ہے۔ پھر کیا ان کو شیعہ تصور کرنا اور "رافضیت" کے بدترین عیب کو اُن کی جانب منسوب کرنا وہ ناقابل عفو جرم نہیں ہے جس کے بعد سنی عقائد کے بموجب دین وایمان کی خیر نہیں ہو سکتی۔ پہلے رافضی شیعوں کے باب میں اس حدیث کو دیکھو اور پھر فیصلہ کرلو کہ جن صحابہ وتابعین نے اہلسنت میں خاندان رسالت کی حمایت میں اخلاقی اور علمی طور پر پورا پورا حصہ لیا اُن کو "شیعہ رافضی" ٹھہرانا کہاں تک اُن عقائد واصول کے برخلاف ہو سکتا ہے جو مذہب اہلسنت کے لئے سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں اور جن کی تبلیغ واشاعت علمائے اسلام آجتک کرتے چلے آئے ہیں۔

روافض کی شان میں ایک حدیث نبوی

عن عکرمہ عن ابن عباس مرفوعا یکون فی اخر امتی الرافضۃ ینتحلون حب اہل بیتی وھم کاذبون علامۃ کذبھم شتمھم ابابکر وعمر من ادرکھم منکم فلیقتلھم فانھم مشرکون

"عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ) آخر امت میں ایک قوم رافضہ ہوگی جو میرے اہلبیت کی محبت کا جھوٹا دعویٰ کرے گی ان کے کذب کی علامت یہ ہوگی کہ ابوبکر وعمر پر سب وشتم کرینگے۔ تم میں سے جو شخص انھیں پائے قتل کردے کیونکہ وہ لوگ مشرک ہوں گے۔"

(میزان الاعتدال ذہبی ج ۲ ص ۲۰۷)

شنفہ مولوی عبدالشکور صاحب مجمد خلیل نعمانی ان ابتداء سے فرمائیں کہ یہ بات کس شیعہ

آپ کی حدیثوں کے بموجب مشرک و واجب القتل ٹھہرے تو کسی صحابی یا تابعی کو "شیعان" کہنا اُس کو "مشرک و واجب القتل" کہنا نہیں تو اور کیا ہے۔ اور کیا صحابہ کی شان میں اس بے ادبی و گستاخ چشمی کے بعد بھی اصول سنن سے انحراف لازم نہیں آتا؟ کیا صحابہ رسولؐ نے ابن زیاد کے مقاصد کی تکمیل میں علمی و اخلاقی امداد نہیں کی؟ کیا ایسا نہیں ہوا کہ جماعت صحابہ کے معزز اشخاص ہی کی قیادت میں خاندان رسالتؐ تباہ و برباد کیا گیا ہے؟ اور کیا ایسا نہیں ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین ذوی الاحترام ان ایام میں جبکہ قتل فرزند رسولؐ کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ اور اس حادثۂ کبریٰ کے بعد بھی خالص موالاۃ اور اشتراک عمل کے اصول پر کاربند ہو کر اموی حکومت کی وفاداری کا دم بھرتے رہے۔ دربار کی حاضر باشی میں ان سے ان بھی ناغہ نہیں ہوا جس میں حسینؑ اور اصحاب حسینؑ (صلوٰت اللہ وسلامہ علیہم اجمعین) کے سرہائے بُریدہ مع اسیران حرم کے دربار ابن زیاد میں لائے گئے۔؟ اگر واقعہ کی نوعیت یہی ہے اور ضرور یہی ہے جیسا کہ آپ دیکھیں گے تو کیا آپ اُن اصحاب رسولؐ اور اُن کے تابعین کو "رافضی شیعہ" کہہ کر صحابیت کی انتہائی تذلیل و توہین نہیں کر رہے ہیں۔ آخر شیعوں کے بغض و عناد میں سرشار ہو کر اپنی عاقبت کو خراب کرنا کہاں تک؟

ایک فائدہ اتفاقیہ:— اس حدیث سے ایک فائدہ غریبہ اور بھی اتفاقاً حاصل ہو گیا۔ وہ یہ کہ حدیث میں صاف طور سے بتایا گیا ہے کہ آخر امت میں ایک فرقہ رافضہ پیدا ہو گا۔ جس سے ثابت ہو گیا کہ اول امت میں رافضیت کا وجود نہ تھا۔ لہٰذا اس حدیث کو تسلیم کرتے ہوئے پہلی صدی کے صحابہ و تابعین کو "رافضی شیعہ" کہنا جہالت کا ثبوت دینا نہیں تو اور کیا ہے؟ الحمد للہ کہ خود اہلسنت

Marfat.com

کی مسلّمہ روایت سے ثابت ہو گیا کہ فرزند رسولؐ کو شہید کرنے والے تمام تر سنی ہی تھے فرقہ رافضہ کا تو اس عہد میں وجود ہی نہ تھا۔

اگر امام حسینؑ سے لڑنیوالے بیدین کہے جائیں تو امیر المومنینؑ کے خلاف صف آرائی کرنیوالے اسی لقب کے مستحق کیوں نہ ہونگے؟

اگر امام حسینؑ اور ان کے اعزہ و اصحاب کو شہید کرنے سے صحابہ و تابعین "رافضی شیعہ" کہے جانے کے مستحق ٹھہرائے جائیں اور جبکہ حدیث مذکور کے بموجب "مشرک" "واجب القتل" مرادف ہے، تو پھر کون سی وجہ ہو سکتی ہے کہ معاویہ کے ساتھ ہو کر امیر المومنین علیؑ ابن طالب سے لڑنے والے مشرک و بیدین نہ کہے جائیں۔ عقل تو یہی کہتی ہے کہ الاعمال بالنیات "یعنی اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔ امیر المومنینؑ سے لڑنے والے اگرچہ آپ کو درجۂ شہادت نہ پہونچا سکے۔ لیکن اس ارادہ خیر کے سوا اور کون سا حوصلہ لے کر میدان جنگ میں شمشیر بکف ہوئے تھے؟ لہذا اگر بیٹے کے خلاف ہنگامہ کارزار گرم کرنے والے "رافضی اور مشرک" کہے جانے کے مستحق ہوں تو باپ کے خلاف تلوار کھینچنے والے بدرجۂ اولیٰ "مشرک و بیدین" کے لقب سے سرفراز کئے جانے کے حقدار ثابت ہونگے "یک بام و دو ہوا ندارد" جملہ حقوق والقاب اور خطابات میں دونوں کا مساوی حصہ دار ہونا از روئے انصاف ضروری ہے۔ حالانکہ علمائے فرقہ سنیہ اپنے اصول مسلّمہ کی بنا پر امیر المومنینؑ کے حریفوں اور دشمنوں کی سیہ کاریوں کا اقرار کر لینے کے بعد بھی ان کی شان میں پاس ادب صحبت رسولؐ کرتے ہوئے ایک ناگوار کلمہ بھی زبان پر لانا دین و ایمان کے خلاف تصور کرتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ امام حسینؑ سے لڑنیوالے

Marfat.com

صحابہ و تابعین رافضی و مشرک کے القاب سے ملقب کئے جائیں۔ اور ان کی تذلیل و توہین کے لئے رسائل و کتب تصنیف کئے جائیں۔ اور ان حقوق تعظیم و احترام سے سراسر محروم کر دئے جائیں جو دشمنان امیر المومنین کو اصول مسلمہ کے رو سے عطا کئے گئے ہیں۔

ناظرین پہلے علمائے اہلسنت کے مندرجہ ذیل بیانات میں صحابیت کے مخصوص حقوق ملاحظہ کر لیں اور پھر فیصلہ فرمائیں کہ قتل اہلبیت رسول میں حصہ لینے والے صحابہ کو رافضی بتانے والے ان کے حقوق واجبہ کا کہانتک احترام کر رہے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے اصول مسلمہ کی خلاف ورزی کر کے مذہب تسنن کی بیخکنی کی ہے یا نہیں؟ اور اس طرح کے اعمال نامہ کے بعد خیر عاقبت کی امید ان کو کہانتک ہو سکتی ہے؟

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کا بصیرت افروز بیان محاربان جناب امیر اہلسنت کے پیر و مرشد تھے

مجدد صاحب اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"اے برادر! تنہا معاویہ دریں نیست	"اے بھائی تنہا معاویہ ہی اس میں نہیں ہے
بلکہ کم وبیش دریں معاملہ	بلکہ کم وبیش نصف صحابہ کرام اس معاملے میں
نصفے از اصحاب کرام	

لہ حافظ ابن عبد البر کتاب استیعاب میں لکھتے ہیں۔ جلد ۲ صفحہ ۴۷۹ حدثنا خلف بن قاسم حدثنا عبد اللہ بن عمر حدثنا احمد بن محمد بن الحجاج حدثنا یحییٰ بن سلیمان الجعفی حدثنا حفص بن غیاث حدثنا الثوری عن ابی القیس الاودی قال ادرکت الناس وھم ثلاث طبقات اھل دین یحبون علیا واھل دنیا یحبون معاویۃ وخوارج۔ یعنی ابو قیس ابو داؤدی نے کہا کہ میں نے لوگوں کو تین طبقات میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۶ پر)

Marfat.com

با وے شریک اند پس محاربان امیرؑ اگر کفرہ یا فسقہ باشند اعتماد از شطر دین می خیزد کہ از راہ تبلیغ ایشاں بما رسیدہ است و تجویز نکند ایں معنی را مگر زندیقے کہ مقصودش ابطال دین است۔ (مکتوب از مکاتیب شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی از تشئید المطاعن جلد دوم ص۲۲۵)	(محاربہ جناب امیرؑ) میں اس کے شریک حال ہیں پس اگر جناب امیرؑ سے لڑنے والے کافر و فاسق ٹھہریں تو دین سے اعتماد اٹھ جائیگا حالانکہ وہ انھیں صحابہ کی تبلیغ سے ہم تک پہونچا ہے۔ اور اس بات کو وہی زندیق جائز ٹھہرائیگا جس کا مقصود دین کو ملیامیٹ کر دینا ہے۔

اس تحریر سے چند امور کا انکشاف ہوا جن سے مذہب اہلسنّت کی حقیقت طشت از بام ہوگئی۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

(۱) اگر جناب امیرؑ سے لڑنے والے کافر و فاسق سمجھے جائیں تو اہلسنّت کا دین و ایمان رخصت ہوجائیگا۔ کیونکہ وہ لوگ جس دین کے پیرو ہیں وہ ان لوگوں تک انھیں محاربان و دشمنان جناب امیرؑ کی تبلیغ سے پہونچا ہے۔ کیا اب بھی حضرات اہلسنّت مستحق مبارکباد نہ ٹھہریں گے۔ کس قدر عجیب ماجرا ہے کہ جب شیعوں کی طرف سے یہی طعن و الزام علمائے فرقہ سنیہ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے کہ آپ کے دین و مذہب کا مدار دشمنان جناب امیرؑ کی تعلیم و تبلیغ ہے تو

(بقیہ صفحہ ۱۲۴) منقسم پایا۔ ایک اہل دین جو علیؑ کو دوست رکھتے تھے۔ دوسرے دنیا پرست جو معاویہ کے محب تھے۔ اور تیسرے خوارج۔ اس روایت پر نظر کرنے کے بعد منکشف ہوجائیگا کہ اصحاب رسولؐ کی نصف جماعت جو معاویہ کی شریک حال تھی خالص دنیا پرست تھی۔ ۱۲

نہایت جرات پا ہو کر مدافعت میں سرگرم ہو جاتے تھے۔ مگر آج خود اس کا اقرار کر لیا گیا کہ جس سے یہ کہنے کا حق باقی نہیں رہ گیا کہ ہم اہلبیت رسول کے پیرو ہیں۔

(۲) کم وبیش نصف تعداد اصحاب کرام کی جناب امیر علیہ السلام سے منحرف ہو گئی تھی اور معاویہ کے ساتھ اشتراک عمل کر کے آپ کے خلاف شمشیر بکف تھی۔ آخر اس کا سبب کیا تھا؟ اس کو علمائے اہلسنت ہی بیان فرما سکتے ہیں۔

(۳) جناب امیرؑ سے لڑنے والوں کو کافر و فاسق کہنا کفر و زندقہ ہے اس کی جرات وہی شخص کر سکتا ہے جو دین کو ملیا میٹ کر دینا چاہتا ہو۔ میں آئندہ یہ دکھا دوں گا کہ جن صحابہ و تابعین نے ابن زیاد کے مقاصد کی تکمیل میں عملی یا کم از کم اخلاقی تائید فرمائی۔ اہلسنت کا دین و مذہب ان کی تبلیغ و تعلیم کا بھی رہین منت و احسان ہے۔ وہ بھی احادیث نبی کے ناقل اور سیرت شیخین کے حامل تھے۔ کتب احادیث واخبار کے اوراق اُن کی روایات سے بھی پُر نور ہو رہے ہیں پھر اس تفرقہ پردازی کی گنجائش کیونکر مل سکتی ہے کہ دشمنان و محاربان جناب امیرؑ کو کافر و فاسق کہنا تو کفر و زندقہ اور ابطال دین ٹھہرے۔ لیکن امام حسینؑ کے خلاف ابن زیاد کی امداد و تائید کرنے والوں کو " رافضی شیعہ " کہکر رسوا کرنا خرابی دین و ایمان کا سبب نہ ہو سکے؟

مولوی عبدالشکور صاحب کی طرف سے پاس ادب سرور انبیاءؐ

مولوی عبدالشکور صاحب بسر بن ارطاۃ صحابی کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

" باقی رہے وہ بعض بعض صحابہ جو مبتلائے فتن ہوئے اُن کے فضائل کے

ہم معتقد نہیں ہیں۔ مگر بپاس ادب صحبت سرور انبیاؐ ان کا سب و شتم جائز نہیں سمجھتے۔ (ترجمہ اسد الغابہ منقول از رسالہ الآل والاصحاب)

نہایت افسوس ہے کہ مولوی صاحب رسالہ قاتلان حسینؑ کی تالیف کے وقت خود اپنے کلام کو فراموش کر گئے اور پاس ادب صحبت سرور انبیاؐ نہ کرتے ہوئے قاتلان امام کو "رافضی شیعہ" کہنے لگے۔ جو عقائد اہلسنت کی رو سے سب و شتم کی بدترین صورت ہوگی۔ ہم وہ حدیث پیش کر چکے ہیں جس کا مفاد یہی ہے کہ رافضی "مشرک و واجب القتل ہیں۔ لہذا اصحابہ و تابعین کو "شیعہ" بمعنی رافضی کہنا بمنزلہ اس کے ہوگا کہ اُن کو مشرک و واجب القتل کہا جائے۔ اور اگر اون کو "شیعہ" کا لقب دینے سے "رافضی شیعہ" کہنا مقصود نہیں ہے بلکہ یہ لقب اون کو محض اس بنا پر عطا کیا ہے کہ بمقابل معاویہ وغیرہ انھوں نے جناب امیرؑ کا ساتھ دیا۔ ورنہ وہ تمامتر عقاید اہلسنت رکھتے تھے۔ تو ہم کو مولوی صاحب پر توہین صحابہ کا الزام عائد کرنے کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ ہم نہایت شکریہ کے ساتھ شاباش و مرحبا کہتے ہوئے اُن کی اس تحقیق حق کو قبول کر لیں گے۔

ہم اُن تمام صحابہؓ اور تابعین کے اسماء مع مختصر حالات کے یہاں پیش کرتے ہیں جنھوں نے مظالم کربلا میں اخلاقی طور پر حصہ لیا اور جو افواج کو فہ میں بڑے بڑے

لہ تاریخ کی اس شہادت سے انکار غیر ممکن ہے کہ سبب تھے بہلا خطا امام حسینؑ کی بہت ہیں لکھنے والے اور وعدۂ نصرت و بیعت کرنے والے سلیمان بن صرد اور مسیّب بن نجبہ وغیرہ ہی تھے۔ ان لوگوں نے حضرت کو بھیشہ نصرت کے وعدے پر طلب کیا مگر بعد میں

(بقیہ صفحہ ۱۲۸ پر)

Marfat.com

عہد توڑ کر یزید کے معین ہوکر کوفہ اور کربلا میں تمام ایمان سوز حوادث کے بانی ہوئے
ان کو شیعہ بتانے والے حضرات اس بات میں آزاد و با اختیار ہوں گے
رافضیوں کی تقلید کرکے ان پر صد ہزار لعنت کی بھرمار کریں یا اپنے مذہبی اصول
کی پیروی کرتے ہوئے ان کو مستحق اجر و ثواب تصور کرلیں اور صبح و شام دعائے
مغفرت فرماتے رہیں۔

(بقیہ حاشیہ ص ۱۳۷) مجرمانہ خاموشی کا رویہ اختیار کرلیا۔ ان کی اس بیوفائی و غداری کو دیکھتے
ہوئے مناسب تو یہی تھا کہ قاتلان حسینؑ کی فہرست میں ان کے اسمار بھی درج کیے جاتے مگر
ان کو اس فہرست سے اس بنا پر علیحدہ رکھا ہے کہ انھوں نے بعد میں ترک نصرت سبط رسولؐ
پر توبہ و انابت کا انتہائی طریقہ اختیار کیا اور آپ کے خون ناحق کا انتقام لینے کی غرض سے
اپنی جانوں پر کھیل گئے۔ لیکن یہ کہہ دینا ضروری ہے کہ فرزند رسولؐ کو بیعت و نصرت کا
وعدہ کرکے طلب کرنے والے بھی رافضی شیعہ نہیں بلکہ صحابہ کرام ہی تھے سلیمان بن صرد
خزاعی صحابہ کبار کے حلقہ میں نہایت ممتاز شخصیت کے مالک تھے۔ حافظ ابن عبد البر کتاب
استیعاب میں لکھتے ہیں:۔

کان رضی اللہ عنہ خیراً فاضلاً لہ دین وعبادۃ کان اسمہ فی الجاہلیۃ
یساراً فسماہ رسول اللہؐ سلیمان سکن الکوفۃ وابتنی بہا داراً فی خزاعۃ و
کان نزولہ بہا فی اول ما نزلہا المسلمون وکان لہ سن عالیۃ وشرف
وقدر وکلمۃ فی قومہ
وکان ممن کتب الی الحسینؑ بن علی رضی اللہ عنہما یسئلہ القدوم الی
الکوفۃ فلما قدمہا ترک القتال معہ فلما قتل الحسینؑ ندم ہو والمسیب

(بقیہ ص ۱۳۹ پر)

Marfat.com

سمرہ بن جندب صحابی :- (۱) اصابہ ابن حجر عسقلانی میں مذکور ہے :- جلد ۲ صفحہ ۷۹

نزل سمرة البصرة وكان زياد
يستخلفه عليها اذا سار الى
الكوفة ...... كان الحسن و
ابن سيرين يثنيان عليه وقال ابن
سيرين في رسالة سمرة الى بنيه
علم كثير وروى عنه ابو رجاء
العطاردي والشعبي وابن ابي ليلى
ومطرف بن الشخير واخرون
وعبد الله بن سليمان عنه -

"یعنی سمرہ نے بصرہ میں سکونت اختیار کی
زیاد جب کوفہ جاتا تھا تو ان کو اپنا
قائم مقام بنا کر چھوڑ جاتا تھا ....
حسن بصری اور ابن سیرین ان کے ثناخواں تھے
ابن سیرین کا مقولہ تھا کہ سمرہ کے اوس
مکتوب میں علم کثیر ہے جو اس نے اپنے
بیٹوں کو لکھا تھا - سمرہ سے ابو رجاء عطاردی
شعبی، ابن ابی لیلی، مطرف بن الشخیر، عبداللہ
بن سلیمان وغیرہم نے روایت کی ہے"

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۸) بن نجبة الفزاري وجميع من خذله فلم يقاتل معه ثم قالوا مالنا من توبة مما فعلنا الا ان نقتل انفسنا في الطلب بدمه - یعنی سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ صاحب خیر و مرد فاضل تھے - دیندار و عبادت گذار تھے - ان کا شمار ان مسلمانوں میں ہے جو دوسرے مسلمانوں سے پہلے کوفہ میں آکر آباد ہوئے - اپنی میں صاحب شرف و قدر و منزلت تھے - سب پر ان کی باتیں خاص اثر رکھتی تھیں - لوگ ان کے حکم کے تابع رہتے تھے - امام حسین ع کو خط لکھنے والوں میں یہ بھی تھے - اپنے خط میں حضرت سے کوفہ آنے کی درخواست کی - جب آپ تشریف لائے تو انھوں نے آپ کے ساتھ ہو کر لڑنے سے منہ موڑ لیا جب حضرت شہید ہو چکے تو یہ اور ان کے ساتھ مسیب بن نجبہ فزاری اور دیگر اشخاص جنہوں نے حضرت کی

(بقیہ صفحہ ۱۴۰ پر)

Marfat.com

(۲) حافظ ابن عبدالبر استیعاب میں لکھتے ہیں :- جلد دوم صہ ۵۷۹

سکن البصرة کان زیاد یستخلفه	سمرہ نے بصرہ میں سکونت اختیار کی
فیھا ستة اشھر وعلی الکوفة	زیاد ان کو چھ مہینے بصرہ اور چھ مہینے کوفہ میں
ستة اشھر فلما مات زیاد استخلفه	اپنا قائم مقام گورنر کرتا تھا۔ جب زیاد مرا تو اپنی
علی البصرة فاقر معاویة	جگہ ان کو حاکم بصرہ مقرر کر گیا۔ معاویہ نے بھی

(بقیہ حاشیہ صہ ۱۳۹) امداد نہیں کی تھی نادم ہوئے اور کہنے لگے کہ اب ہمارے لئے اس جرم سے توبہ کی بس یہی صورت ہو سکتی ہے کہ حضرت کے خون ناحق کا قصاص وانتقام لینے میں اپنی جانیں دے دیں الخ

اسی طرح مسیب بن نجبہ فزاری بھی صحابی تھے۔ حذیفہ یمانی اور جناب امیرؑ سے روایت کرتے تھے۔ اور بڑے بڑے لوگوں نے ان سے روایت کی ہے۔ ان کی روایت جناب امیرؑ سے صحیح ترمذی میں موجود ہے۔ (اصابہ جلد ۶ صہ ۱۲۵)

اس حقیقت پر مطلع ہو جانے کے بعد کون عقلمند یہ کہہ سکتا ہے کہ امام حسینؑ کو بیعت و نصرت کا وعدہ کر کے کوفہ تشریف لانے کی دعوت دینے والے۔ اور پھر بیوفائی اور غداری کا شیوہ اختیار کرنے والے رافضی تھے۔ ؟ کیا وہ صحابی رافضی ہو سکتا ہے جس کی شان میں محدثین "رضی اللہ عنہ" کا جملہ لکھ رہے ہیں۔ اور جس کے فضائل ومناقب کے اعتراف سے دیدہ دل کو منور کئے ہوئے ہیں۔ اگر اب بھی یہ یقین نہ ہو کہ بفضلہ تعالی امام حسینؑ کو کوفہ کی طرف بلانے والے اور آپ کو شہید کرنے والے صحابہ کرام ہی تھے۔ اور وہ بھی ایسے ایسے صحابہ رضی اللہ عنہم جو اہلسنت کے بڑے پیر و مرشد تھے تو اس کے عقلی کا علاج سوائے خدا وند عالم کے کسی کے اختیار میں نہیں۔

علیها غلامًا او نحوه ثم عزله ... کان
...... قال ابن سیرین فی رسالة
سمرة الی بنیه علم کثیر وقال الحسن
تذاکر سمرة وعمران بن حصین
فذکر سمرة انه حفظ عن رسول
الله سکتتین سکتة اذا کبر وسکتة
اذا فرغ من قراءة ولا الضالین
فانکره ذالك علیه عمران بن حصین
فکتبوا فی ذالك الی المدینة الی
ابی بن کعب فکان فی جواب ابی بن
کعب ان سمرة قد صدق و
حفظ ..... عن محمد بن سیرین
قال کان سمرة ما علمت عظیم الامانة
صدوق الحدیث یحب الاسلام
واهله ....
وکان سمرة من الحفاظ
المکثرین عن رسول الله ﷺ

ابن سیرین و فضلاء اہل البصرۃ یثنون علیہ

ان کو ایک سال تک بصرہ کی گورنری پر برقرار
رکھا پھر معزول کر دیا ...... ابن سیرین
اور دیگر فضلائے بصرہ اس صحابی کے مداح و
ثنا خواں تھے ...... ابن سیرین کا مقولہ تھا کہ
سمرہ کے اس خط میں جو بیٹوں کے نام لکھا تھا علم
کثیر ہے۔ حسن بصری راوی ہیں کہ ایک مرتبہ سمرہ اور عمران
بن حصین کے درمیان مباحثہ ہوا۔ سمرہ نے دعویٰ
کیا کہ مجھے یاد ہے کہ آنحضرت (نماز میں) دو جگہ
سکتہ فرماتے تھے۔ ایک سکتہ بعد تکبیر اور دوسرا
"ولا الضالین" کی قرأت کے بعد۔ عمران بن حصین
نے سمرہ کے اس بیان کو نہ مانا تب اہل بصرہ نے
فیصلہ کیلئے مدینہ میں ابی بن کعب کے پاس
اس بحث کو لکھ بھیجا۔ ابی بن کعب نے جواب
میں تحریر کیا کہ سمرہ اپنے قول میں سچے ہیں
اور یہ مسئلہ ان کو یاد ہے ...... محمد بن سیرین
کہتے تھے کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ سمرہ بڑا
امانت دار، روایت احادیث میں سچا تھا۔
اور اسلام و مسلمین کو محبوب رکھتا تھا ...... سمرہ کا شمار ان صحابہ میں
ہے جو احادیث کے یاد رکھنے والے اور آنحضرت سے بکثرت روایات نقل کرنیوالے تھے۔

Marfat.com

ان عبارات سے ظاہر ہوا کہ سمرہ بن جندب کس قدر بلند مرتبہ صحابی تھا اور آئمہ مذہب اہلسنت اس کے کس قدر مداح وثناخوان تھے۔ ابن سیرین تو صاف صاف کہتے تھے کہ "جہانتک میں جانتا ہوں یہ صحابی بڑا امانت دار، روایت واحادیث میں نہایت سچا اور محب اسلام واہل اسلام تھا" مگر افسوس ہے کہ اس شخص نے رسولؐ کی اس امانت میں جس کی حفاظت ونگہداشت کے بارے میں نہایت شد ومد سے آخری وصیت فرمائی تھی - لاجواب خیانت کی اور فرزند رسولؐ کے ساتھ امانت داری ومحبت کا برتاؤ کرنے کے عوض انتہائی دشمنی کا ثبوت دیا۔ ممکن ہے کہ یہ شخص فرزند رسولؐ کو مسلمان بھی نہ سمجھتا رہا ہو۔ پھر آپ کو محبوب کیونکر رکھتا۔

آئمہ اہلسنت کی یہ دیانت داری قابل صد آفریں ہے کہ قاتل حسینؑ کو بڑا امانت دار، صدوق الحدیث اور محب اسلام ومسلمین تصور فرماتے اور اسکی روایت کردہ احادیث پر اپنے مذہب کی بنیاد قائم کرتے ہیں۔ باوجود اس کے زمانہ حاضرہ کے نام نہاد علماء کو یہ کہنے میں ذرا شرم دامنگیر نہیں ہوتی کہ قاتلان حسینؑ شیعہ تھے۔ "این کار از تو آید ومرداں چنیں کنند"

اس صحابی کے قاتل حسینؑ ہونے پر علامہ ابن ابی الحدید المعتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں نص صریح فرمائی ہے۔

قال فبقی سمرۃ بن جندب حتی شھد مقتل الحسینؑ وروی احمد بن بشیر عن مسعر بن کدام قال کان سمرۃ بن جندب ایام

راوی کا بیان ہے کہ سمرہ بن جندب زمانہ قتل حسینؑ تک بقید حیات رہا۔ احمد بن بشیر نے مسعر بن کدام سے روایت کی ہے کہ جن دنوں میں امام حسینؑ کوفہ کی جانب

مسیر الحسین الی الکوفۃ علی شرطۃ عبید اللہ بن زیاد فکان یحرض الناس علی الخروج الی الحسین و قتالہ۔

کوچ کیا۔ یہ شخص عبید اللہ بن زیاد کا پولیس افسر تھا۔ اور لوگوں کو امام حسینؑ پر چڑھائی کرنے اور ان سے لڑنے پر آمادہ کرنے کی خدمت انجام دیتا تھا۔"

ناظرین اس شخص کی صحابیت کا یہ دوسرا رخ بھی بغور ملاحظہ فرما کے انصاف فرمائیں کہ یہ قاتل حسینؑ علماء اہلسنت کے نزدیک "علیہم الرضوان" "صدیق اکبر کے محب اسلام و اہل اسلام، حافظ و راوی احادیث کثیرہ ہونے کی حیثیت سے ان صحابیوں کی صف اول میں جگہ پا سکتا ہے یا نہیں جن کی تبلیغ سے بقول مجدد الف ثانی "دین اہلسنت تک پہنچا ہے" پھر اس کو "شیعہ" بتانا اصول مسلمہ اہلسنت کے مطابق کیونکر ہوگا۔ اور اس کو "شیعہ" کہنے والے توہین صحابی کے مجرم بلکہ بقول مجدد الف ثانی "زندیق" ٹھہرینگے یا نہیں؟ دیکھئے مولوی عبد الشکور صاحب اس بلند پایہ صحابی کے بارے میں پاس ادب صحبت سرور انبیاء آئندہ کہاں تک فرماتے ہیں؟

یہ بات نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے کہ فرزند رسولؐ کی عداوت ہی کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس صحابی کی موت نہایت عبرت خیز طریق پر ہوئی۔ اس کے فی النار ہونے کی پیشین گوئی آنحضرت صلعم نے فرما دی تھی جس کی تصدیق دنیا میں جس طریق پر ہوئی اس کی مفصل کیفیت ان عبارات سے معلوم ہو سکتی ہے:-

سمرہ بن جندب کی عبرت خیز موت۔

قال ابن عبد البر سقطنی قدر

(۱) ابن عبد البر ناقل ہیں کہ وہ کھولتے پانی سے بھرے ہوئے دیگ میں گر پڑا۔ اور

مملوءۃ ماءً حاراً فکان لصدیقاً لقول رسول اللہ لہ ولابی ھریرۃ ولابی محذورۃ آخرکم موتاً فی النار۔

(آنحضرت صلعم نے سمرہ اور ابو ہریرہ اور ابو محذورہ سے فرمایا تھا کہ تم لوگوں میں سے جو شخص آخر میں مریگا وہ فی النار ہوگا۔ (سمرہ سب کے بعد مرا اور فی النار ہوا)

(۲) سمرۃ بن جندب مرضہ الذی مات فیہ اصابہ برد شدید فاوقدت لہ نار فجعل کانوناً بین یدیہ وکانوناً خلفہ وکانوناً عن یمینہ وکانوناً عن یسارہ فجعل لاینتفع بذالک ویقول کیف اصنع بما فی جوفی فلم یزل کذالک حتیٰ مات۔

(۲) سمرہ جب مرض الموت میں مبتلا ہوا تو شدید ٹھنڈک کا اثر اس پر غالب ہوا۔ اس کیلئے یہ تدبیر کی گئی کہ اس کے چاروں طرف انگیٹھیاں آگ کی روشن کردی گئیں مگر ان سب سے اس کو کوئی فائدہ نہ ہوتا تھا اور برابر یہی کہتا تھا کہ میرے پیٹ میں جو کرب پیدا ہوگیا ہے اس کو کیونکر دفع کروں۔ یہانتک کہ اسی حالت میں جان بحق تسلیم ہوگیا (الحمد للہ)

عمرو بن حریث صحابی:۔

عمرو بن الحریث بن عمرو بن عثمان بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم القرشی لہ ولابیہ صحبۃ قال ابن حبان ولد فی ایام بدر وقال غیرہ قبل الھجرۃ بسنین .... وقد روی عن النبی صلعم وابی بکر

(۱) عمرو بن حریث قرشی خود بھی صحابی تھا اور اس کا باپ بھی۔ ابن حبان کا قول ہے کہ یہ صحابی جنگ بدر کے ایام میں پیدا ہوا۔ مگر دوسرے مورخین کا بیان ہے کہ اس کی ولادت ہجرت سے دو سال پہلے ہوئی.... حضرت سرورعالم صلعم اور ابوبکر و عمر و علی و

Marfat.com

وابن مسعود وغیرھم
روی عن اخیه سعید بن الحریث
وله صحبة روی عن جعفر وآخرون
من اهل الکوفة ...... قال
البخاری ابن حبان وغیر واحد
مات سنة خمس وثمانین کان
قد ولی امرها نیابة لزیاد ولابنه
عبید بن زیاد - اصابه جلد ۲ ص۵۳۱
(۲) یکنی اباسعید رأی النبی ص وسمع
منه مسح براسه ودعی له بالبرکة
وخط له بالمدینة دار القوس ....
...... نزل الکوفة وابتنی بها دارا
وسکنها وولده وازعموا انه اول
قرشی اتخذ بالکوفة دارا وکان
له فیها قدر وشرف ..... قد
ولی امارة الکوفة ومات
بها سنة خمس وثمانین ویقال
اخو سعید بن الحریث من حدیث
عمر بن حریث عن النبی ص انه

ابن مسعود وغیرہم سے نیز اپنے بھائی سعید
بن حریث صحابی سے روایت کرتا تھا اور
اس سے جعفر اور دوسرے کوفیوں نے روایت
کی ہے .... بخاری وابن حبان
اور دوسرے مورخین نے بھی کہا ہے کہ
اس کی وفات ۸۵ھ میں ہوئی۔ زیاد
اور اس کے بیٹے عبیداللہ بن زیاد کی
نیابت میں کوفہ کا گورنر رہ چکا تھا۔
(۲) عمر بن حریث کی کنیت ابوسعید تھی حضرت
سرورعالم ص کی زیارت (وصحبت) اس کو
نصیب ہوئی۔ اور آپ سے حدیثیں بھی سنیں
حضرت نے اس کے سر پر دست شفقت پھیرا اور
برکت کی دعا دی۔ اور ایک مکان بہ نفس
نفیس مدینہ میں اس کے لئے ایک مکان کی
نقشہ کشی فرمائی ..... یہ صحابی وارد کوفہ ہوا
اور وہاں ایک مکان بنا کر سکونت اختیار
کرلی اس کی اولاد بھی اسی شہر میں رہی۔ عام
کا خیال ہے کہ عمرو بن حریث سب سے پہلا قریشی
تھا جو کوفہ میں آباد ہوا۔ اور اسی شہر میں ۸۵ھ میں فوت

یرأه یصلی فی نعلین مخصوفتین - ہوا۔ یہ شخص سعید بن حریث صحابی کا بھائی تھا
(استیعاب جلد ۲ ص ۴۳۹) منجملہ اس کی روایت کردہ احادیث کے ایک یہ
بھی ہے کہ اس نے حضرت سرور عالم کو دیکھا کہ آپ
پیوندار نعلین پہنے ہوئے نماز پڑھتے تھے۔

معلوم ہوا کہ یہ وہ بلند مرتبہ صحابی تھا جس کے سر پر سرور انبیاء نے دست شفقت پھیرا تھا۔ اور برکت کی دعا دی تھی۔ اور خود بہ نفس نفیس مدینہ میں اس کے گھر کی نقشہ کشی فرمائی تھی۔ خود بھی صحابی تھا۔ اور اس کے باپ اور بھائی بھی صحبت نبی کے شرف یافتہ تھے۔ آنحضرت کے علاوہ دیگر صحابہ کبار سے بھی روایت کرتا تھا۔ اور اس سے روایت کرنے والے کوفہ میں کثیر التعداد تھے پھر بتاؤ کہ ایسے صحابی کی جلالت قدر و منزلت میں اصول تسنن کے مطابق کسکو شبہ ہو سکتا ہے۔ اور اس کے مبلغ دین اہلسنت ہونے میں کون شک کر سکتا ہے۔ اگر اس کو کافر و فاسق کہا جائے تو بقول شیخ احمد مجدد الف ثانی دین پر اعتماد و اعتبار ہی باقی نہ رہے گا۔ لہذا اس کو تو شیعہ ، یعنی رافضی وہی اہلسنت کہہ سکتے ہیں جن کو اپنی عاقبت و آخرت کی خیر و فلاح مطلوب نہ ہو اور ہیں صحبت سرور انبیاء چھوڑ کر کفر و زندقہ اور ابطال دین پر کمربستہ ہو جائیں۔ یا یوں کہو کہ رافضی مشرب ہو جائیں۔

ان تمام باتوں پر پوری اطلاع حاصل کر لینے کے بعد اب ناظرین تصویر صحابیت کا دوسرا رخ بھی بہ نظر عبرت ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ثم نزل ابن زیاد فدخل وقد — (۱) ابن زیاد منبر سے اترا اور دار الامارۃ

Marfat.com

عقد لعمرو بن حریث رایته و امرہ علی الناس - (طبری جلد ۶ صفحہ ۲۱۱)

میں داخل ہو گیا۔ اور عمرو بن حریث کو ایک جھنڈا دیکر اہل کوفہ پر امیر و حاکم مقرر کر دیا۔

(۲) ان ابن الاشعث حین قام لیاتیه ابن عقیل بعث الی عمرو بن حریث وھو فی المسجد خلیفته علی الناس ان ابعث مع ابن الاشعث ستین او سبعین رجلا کلھم من قیس - (طبری جلد ۶ صفحہ ۲۱۱)

(۲) جب محمد ابن اشعث حضرت مسلم بن عقیل کی گرفتاری کے لئے جانے لگا تو ابن زیاد نے عمرو بن حریث کے پاس پیام بھیجا کہ محمد ابن الاشعث کے ہمراہ ساٹھ یا ستر سوار بھیجدو جو سب کے سب قبیلہ قیس سے ہوں۔ عمرو بن حریث ان دنوں مسجد کوفہ میں ابن زیاد کی قائم مقامی کر رہا تھا۔"

معلوم ہوا کہ جن دنوں میں حضرت مسلم کے قتل کی تیاری ہو رہی تھی یہ بدبخت صحابی مسجد کوفہ میں ابن زیاد کا قائم مقام تھا - اور تمام امور حکومت و امارت اسی کے ہاتھوں میں دیئے گئے تھے - چونکہ ابن زیاد حضرت مسلمؑ اور آپ کے عقیدت مندوں سے خائف تھا اس لئے دارالامارۃ میں روپوش رہا کرتا تھا - لہذا عمرو بن حریث کو اپنا جانشین بنا کر حکومت کی باگ ڈور اس کے حوالہ کر دی تھی - یہ صحابی منجملہ ان لوگوں کے تھے جنھوں نے زیاد بن ابیہ کے حکم سے حجر بن عدی کندی صحابی جلیل کے خلاف شہادت دی تھی - اور اُن کے خون ناحق کا وبال اپنی گردنوں پر لے گئے - جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا -

عبدالرحمن بن ابی سبرۃ الجعفی

عبدالرحمن بن ابی سبرۃ واسم

(۱) اصابہ ابن حجر عسقلانی میں مذکور ہے :- عبدالرحمن بن ابی سبرۃ - ابو سبرہ کا نام

Marfat.com

ابی سبرة یزید بن مالک بن
عبد الله بن سلمة بن عمرو الجعفی
والد خیثمة عداده فی اهل الکوفة
وقال ابن حبان یقال له صحبة و
قال واخرج احمد وابن حبان
فی صحیحه من طریق ابی اسحٰق
عن خیثمة بن عبد الرحمٰن عن
ابیه قال اتیت النبیؐ مع ابی وانا
غلام فقال ما اسم ابنک هذا
قال اسمه عزیز قال
لا تسمه عزیزا ولکن سمه
عبد الرحمٰن الخ
(اصابہ جلد ۷ ص ۲۹۹)

یزید بن مالک الجعفی تھا یہی عبدالرحمان خیثمہ
کے والد تھے۔ ان کا شمار اہل کوفہ میں ہے۔
ابن حبان نے کہا کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ
یہ صحبت نبیؐ کے شرف یافتہ تھے۔ احمد اور ابن
حبان نے صحیح میں بطریق ابو اسحاق خیثمہ سے
روایت کی ہے کہ وہ اپنے باپ عبدالرحمان سے
روایت کرتا ہے کہ میں (عبدالرحمان) اپنے
باپ (ابو سبرة) کے ہمراہ خدمت رسولؐ
میں حاضر ہوا۔ اس وقت میں کمسن تھا
حضرتؐ نے میرے والد سے پوچھا کہ تمہارے
اس لڑکے کا نام کیا ہے؟ عرض کی کہ
اس کا نام عزیز ہے۔ فرمایا کہ اس کا
نام عزیز نہ رکھو بلکہ عبد الرحمٰن رکھو۔

(۲) عبد الرحمٰن بن ابی سبرة
الجعفی واسم ابی سبرة یزید بن
مالک یعد فی الکوفیین کان
اسمه عزیزا فسماه رسول اللهؐ
عبد الرحمٰن وقال احب الاسماء
الی الله عبد الله وعبد الرحمٰن

(۲) خلاصہ عبارت یہ ہے کہ عبدالرحمٰن
بن ابی سبرة الجعفی کے والد ابو سبرہ کا نام
یزید بن مالک تھا۔ ان کا شمار کوفی صحابی رسولؐ
میں ہوتا تھا۔ ان کا نام پہلے عزیز تھا
پھر آنحضرتؐ نے عبدالرحمٰن نام رکھ دیا اور
فرمایا کہ محبوب ترین نام خدا کے نزدیک عبداللہ

Marfat.com

وابوه والد خیثمة بن عبد الرحمٰن روی عنہ الشعبی وابنہ خیثمہ بن عبد الرحمٰن وقد ذکرنا ابا سبرۃ واخاہ سبرۃ بن ابی سبرۃ فی ما بینھما فی ھذا الکتاب
(استیعاب برحاشیہ اصابہ ص۱۱)

وعبد الرحمٰن ہے - یہ عبدالرحمٰن خیثمہ کے والد تھے - آن سے شعبی نے نیز ان کے بیٹے خیثمہ نے روایت کی ہے - ہم نے اون کے والد ابوسبرۃ اور اون کے بھائی سبرۃ بن ابی سبرۃ کا تذکرہ ان کے مخصوص ابواب میں اسی کتاب کے اندر کیا ہے -

معلوم ہوا کہ یہ شخص خود بھی صحابی تھا اور اس کے باپ بھائی بھی شرف صحابیت سے سرفراز تھے - اور سب سے بڑھکر فضیلت کہ ان کا نام " عبدالرحمان " خود آنحضرت نے تجویز فرمایا تھا - مگر نہایت افسوس ہے کہ اس صحابی نے ان تمام مناقب جمیلہ پر ایک بڑی فضیلت کا اس طرح اضافہ کیا کہ عمر ابن سعد کیجانب سے بروز عاشورہ افواج کوفہ کے ایک حصہ کا جنرل بننا قبول کرلیا - اور اس طرح صحابیت کی اصلی تصویر دنیا کے سامنے پیش کر دی - کیا اب بھی اس حقیقت میں شبہ باقی رہ سکتا ہے کہ بڑی بڑی منقبت و فضیلت والے صحابہ ہی امام حسینؑ کے قاتل تھے نہ کہ غریب روافض -

مورخ طبری و ابن اثیر لکھتے ہیں - طبری جلد ۶ ص۲۴۱ - کامل جلد ۴ ص۲۴

لما خرج عمر بن سعد بالناس کان علی ربع اھل المدینة یومئذ عبد اللہ بن زھیر بن سلیم الازدی وعلی ربع

جب عمر ابن سعد نے میدان جنگ میں صف آرائی کی تو اہل مدینہ کی فوج کا سالار عبداللہ ابن زہیر بن سلیم ازدی تھا اور قبیلہ مذحج و اسد کی افواج کا جنرل

Marfat.com

مذحج واسد عبد الرحمان بن ابی سبرۃ الجعفی ۔الخ

عبد الرحمان بن ابی سبرۃ الجعفی تھا۔"

عمارۃ بن عقبہ صحابی

عمارۃ بن عقبۃ بن ابی معیط اخو الولید .... قال اتیت النبیؐ لاُبایعہ قال فقبض یدہ فقال لبعض القوم اُما یمنعہ ھذا الخلوق الذی بک فذھب فغسلہ ثم جاء فبایعہ اقام عمارۃ بالکوفۃ وعقبۃ الخ

(اصابہ جلد ۲ صـ۲۱۶)

"عمارۃ بن عقبہ بن ابی معیط راوی ہے کہ میں آنحضرت کی خدمت میں بیعت کرنے کیلئے حاضر ہوا تو آپ نے دست مبارک کھینچ لیا۔ کسی شخص نے بتایا کہ بیعت لینے سے یہ خلوق (ایک خوشبو دار شئے جو زعفران وغیرہ سے بنائی جاتی ہے) مانع ہوا۔ پس میں گیا اور اس کو پانی سے دھو کر واپس آیا تو آپ نے بیعت لی۔ عمارہ بن عقبہ کوفہ میں آباد ہوا وہاں اس کی نسل بھی آباد رہی۔

یہ صحابی حضرت عثمان کے مخصوص فدائیوں اور مریدوں میں سے تھا۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ آپ کا برادر رضاعی تھا۔ اس نے آپ کی شان میں ایک قصیدہ تصنیف کیا تھا جس کے چند اشعار حافظ ابن حجر عسقلانی نے کتاب اصابہ میں نقل کئے ہیں جو بخوف طوالت یہاں نقل نہیں کئے گئے۔

جب حضرت مسلم بن عقیل وارد کوفہ ہوئے اور کوفیوں نے آپ کی بیعت کرلی تو عبداللہ بن مسلم بن سعید الحضرمی اور عمارہ بن عقبہ و عمر بن سعد نے یزید کو خطوط لکھے مضمون سب کا ایک تھا۔ ان میں سے ایک خط کی نقل یہاں پیش کیجاتی ہے۔

اما بعد فان مسلم بن عقیل قد قدم

یعنی مسلم بن عقیل کوفہ میں آئے اور شیعوں نے

الکوفة فبایعته الشیعة للحسینؑ بن علیؑ فان کان لک بالکوفة حاجة فابعث الیها رجلاً قویا ینفذ امرک ویعمل فی عدوک مثل عملک فان النعمان بن بشیر رجل ضعیف او هو یتضعف ۔

ان کی بیعت کر لی ہے ۔ پس اگر تجھے کوفہ کی حکومت درکار ہے تو کسی شخص کو حاکم کوفہ مقرر کر کے بھیج دے جو تیرا حکم نافذ کرے اور تیرے دشمنوں کے ساتھ تیرے ہی جیسا برتاؤ کرے کیونکہ نعمان بن بشیر یا تو دراصل کمزور واقع ہوا ہے یا عمداً کمزور بنتا ہے ۔"

(طبری جلد ۶ صـ ۱۹۹)

جب ان لوگوں کے خطوط یزید کے پاس پہونچے تو اس نے سرجون سے مشورہ کرنے کے بعد عبید اللہ ابن زیاد کے پاس جو شاہی فرمان بھیجا اس کی ابتداء یوں کی اما بعد فانہ کتب الی شیعتی من اهل الکوفة یعنی " میرے پاس اہل کوفہ میں سے میرے شیعوں نے لکھ بھیجا ہے "

ناظرین کو یزید کے فرمان میں مندرجہ بالا فقرہ دیکھ لینے کے بعد اس حقیقت میں کوئی شبہہ باقی نہ رہ جائیگا کہ امام حسینؑ کے قاتل وہی کوفی صحابہ و تابعین تھے جو شیعہ معاویہ اور یزید ہونے کا شرف رکھتے تھے " اور تاج و تخت بنی امیہ کے اس قدر پرجوش وفادار و خیر خواہ تھے کہ کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر صحابی دشمن خاندان رسالت کو بھی اپنے مقابلہ میں کمزور بتانے لگے ۔ اور یزید کو یہ ہدایت کی کہ اگر تجھے کوفہ پر حکومت کرنے کی حاجت ہو تو کسی ایسے شخص کو امارت کے لئے بھیج جو تیرے دشمنوں سے تیرے ہی جیسا سلوک کرے ۔

Marfat.com

خالد بن عرفطہ صحابی :-

صحب النبی و روی عنہ وکان سعد بن وقاص ولاہ القتال یوم القادسیۃ وھو الذی قتل الخوارج یوم النخیلۃ ونزل الکوفۃ بعد ذالک وابتنی بھا دارا ولہ بقیۃ فیھا الی الیوم - (طبری جلد ۱۲ ص ۱۲)

طبقات ابن سعد میں ہے :- خالد بن عرفطہ نے شرف صحبت رسول پایا۔ سعد بن ابی وقاص نے اس کو جنگ قادسیہ کے دن سپہ سالار مقرر کیا تھا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے خوارج کو بروز جنگ نخیلہ قتل کیا۔ بعد اس کے وارد کوفہ ہوا۔ اور ایک گھر بنالیا وہاں اس کے اخلاف آجتک موجود ہیں۔

آسمان صحابیت کے اس ستارے نے بہت سی اسلامی خدمات انجام دی ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ حجر بن عدی کندی جیسے صحابی جلیل کیخلاف حکومت شام سے بغاوت کی شہادت دی اور ان کے قتل کے بانی ہوئے چنانچہ مورخ طبری لکھتے ہیں :-

ثم بعث زیاد الی اصحاب حجر حتی جمع منھم اثنی عشر رجلا فی السجن ثم انہ دعی رؤس الارباع فقال اشھدوا علی حجر بما رأیتم منہ وکان رؤس الارباع یومئذ عمرو بن حریث علی ربع اھل المدینۃ وخالد بن عرفطہ علی ربع

"پھر زیاد نے اصحاب حجر کی گرفتاری کیلئے (ایک فوج) بھیجی۔ اور ان میں سے بارہ آدمیوں کو جمع کرکے قید خانہ میں مقید کر دیا۔ پھر افواج کے سرداروں کو طلب کیا۔ اور حکم دیا کہ حجر کے خلاف ان کے ان حرکات کی گواہی دو جو تم نے دیکھی ہیں سرداران فوج میں عمرو بن حریث صحابی اور خالد بن عرفطہ بھی تھا۔ متقدم الذکر اہل مدینہ کا سردار تھا

تمیم و ھمدان و قیس الخ	اور وہ خود اللہ کر قبیلہ تمیم و ہمدان و قیس کا سپہ سالار تھا۔ (طبری جلد ۶ ص ۱۵۱)

معلوم ہوا کہ جو لوگ حجر بن عدی کندی صحابی کے خون میں شریک ہوئے ان میں یہ دو صحابی عمرو بن حریث اور خالد بن عرفطہ نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ حجر بن عدی کے قتل کا واقعہ ایسا نہیں جو نظرانداز کیا جا سکے۔ لہٰذا علماء اسلام کی چند تحریریں پیش کی جاتی ہیں۔ جن سے اس خون ناحق کی عظمت و اہمیت کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کے انجام پر بھی روشنی پڑتی ہے جو اس کے بانی تھے۔

حجر بن عدی صحابی کے فضائل
اور اُن کے قاتلوں کا حشر

استیعاب ابن عبدالبر میں ہے :-

(۱) کان حجر من فضلاء الصحابۃ و مع صغر سنہ من کبارھم	(۱) حجر کا شمار فضلائے صحابہ میں تھا باوجود کمسنی کے زمرہ صحابہ کبار میں داخل تھے۔
(۲) قال احمد قلت لیحییٰ بن سلیمان ابلغک ان حجرا کان مستجاب الدعوۃ قال نعم وکان من افاضل اصحاب النبی صلعم۔	(۲) احمد ناقل ہے کہ میں نے یحییٰ بن سلیمان سے پوچھا کہ تمھیں یہ معلوم ہوا ہے کہ حجر بن عدی مستجاب الدعوات (جن کی دعا بارگاہ الٰہی میں مقبول ہو) تھے۔ انھوں نے کہا ہاں اور وہ افاضل اصحاب نبی میں سے تھے۔

Marfat.com

(۳) عن مسروق بن الاجدع قال سمعت عائشة ام المومنین تقول اما واللہ لو علم معاویة ان فی اهل الکوفة منعة ما اجترأ علی ان یاخذ حجراً واصحابه من بینهم حتی یقتلهم بالشام ولکن علم ابن آکلة الاکباد انه قد ذهب الناس .... ولما بلغ الربیع بن زیاد الحارثی من بنی الحرث بن کعب وکان فاضلاً جلیلاً وکان عاملاً لمعاویة علی خراسان وکان الحسن بن ابی الحسن کاتبه فلما بلغه قتل معاویه حجر بن عدی دعی اللہ عز وجل فقال اللھم ان کان لربیع عندک خیر فاقبضه الیک وعجل فلم یبرح فی مجلسه حتی مات۔

(استیعاب)

(۳) مسروق بن الاجدع نے روایت کی ہے کہ میں نے ام المومنین عائشہ کو یہ فرماتے سنا کہ اگر معاویہ جانتا کہ اہل کوفہ میں کچھ بھی عزت و قوت باقی ہے تو کبھی اس کی جرأت نہ کرتا کہ حجر بن عدی اور ان کے اصحاب کو انھیں کے درمیان گرفتار کر لے اور شام میں لیجا کر قتل کرے لیکن ہندہ جگر خوار کے بیٹے نے تو یہ جان لیا تھا کہ اب کوفہ میں (عزت و قوت والے) لوگ نہیں رہ گئے۔ .... ربیع بن زیاد حارثی جو مرد فاضل جلیل تھا اور معاویہ کیطرف سے خراسان کا گورنر تھا۔ جب اس کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ معاویہ نے حجر بن عدی کو قتل کرا دیا تو اس نے دعا کی کہ پروردگارا! اگر ربیع کے لئے تیرے نزدیک کچھ بھی خیر ہے تو اسے بہت جلد اپنے پاس بلا لے (ایسا ہی ہوا کہ) ابھی ربیع اپنے مقام سے اٹھنے نہ پایا تھا کہ جاں بحق تسلیم ہوگیا۔

قتل حجر بن عدیؓ کے متعلق رسولؐ کی پیشین گوئی

اس خوں ریزی پر خدا اور ملائکہ غضبناک ہونگے

(۴) عن ابی الاسود قال دخل معاویۃ علی عائشۃ فقالت ما حملک علی قتل اھل عذراء حجر واصحابہ فقال یا ام المومنین انی رأیت قتلھم صلاحًا للامۃ وبقاءھم فسادًا للامۃ فقالت سمعت رسول اللہ یقول سیقتل بعذراء ناس یغضب اللہ لھم واھل السماء الخ (کنز العمال کتاب الفضائل)

(۴) ابوالاسود ناقل ہیں کہ معاویہ عائشہ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے کہا کہ آخر کن اسباب سے تو نے اہل عذراء حجر اور ان کے اصحاب کو قتل کرایا؟ معاویہ نے جواب دیا کہ ام المومنین میں نے دیکھا کہ ان لوگوں کے قتل میں امت کی بھلائی ہے۔ اور باقی رکھنے میں خرابی ہے یہ سنکر ام المومنین نے کہا کہ میں نے یہ ارشاد نبوی اپنے کانوں سے سنا ہے کہ عنقریب عذراء میں کچھ لوگ قتل کئے جائیں گے جنکے لئے خداوند عالم اور آسمان والے غضبناک ہونگے

جاں کنی کے وقت حجر بن عدی کے قتل پر معاویہ کا پچھتانا

"ہائے عاقبت کی خیر نہیں"

(۵) قال ابن سیرین بلغنا ان معاویۃ

(۵) ابن سیرین ناقل ہیں کہ جب معاویہ پر

Marfat.com

لما حضرته الوفاة جعل يقول يومي منك يا حجر طويل -

تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۹۶

وقت موت آپہنچا تو کہنے لگا کہ اے حجر تمہاری وجہ سے میرا روز حشر طویل ہوگا۔ (یعنی اس دن تمہارے خون کی باز پرس لمبی ہوگی)

امیر معاویہ کی بابت الحسن البصری کی رائے

(۶) قال الحسن البصری اربع خصال كن في معاوية لو لم تكن فيه الا واحدة لكانت موبقة - ابتزائه على هذه الامة بالسيف حتى اخذ الامر من غير مشورة وفيهم بقايا الصحابة وذو الفضيلة -

واستخلافه بعده ابنه سكيرا خميرا يلبس الحرير ويضرب بالطنابير وادعائه زيادا وقد قال رسول الله الولد للفراش وللعاهر الحجر وقتله حجرا واصحاب حجر فيا ويلا له من حجر ويا ويلا له من اصحاب حجر - کامل جلد ۳ صفحہ ۱۹۲

(۶) حسن بصری کہتے تھے کہ معاویہ میں چار باتیں ایسی تھیں کہ اگر ان میں ایک بھی ہوتی تو آخرت کی تباہی کیلئے کافی ہوجاتی۔ ایک اس امت پر تلوار کے زور سے غالب ہوجانا یہاں تک کہ امر خلافت پر بغیر مشورہ کے قابض ہوگیا۔ حالانکہ باقی ماندہ صحابہ اور صاحبان فضیلت موجود تھے

اور اپنے نہایت بدمست اور بڑے شرابخوار بیٹے کو جو کہ لباس حریر پہنتا اور طنبورہ بجاتا تھا اپنا جانشین بنانا اور زیاد کو اپنے نسب میں داخل کرنا حالانکہ حدیث نبوی "الولد للفراش" الخ اس کے خلاف صریح نص ہے۔ اور حجر اور ان کے رفقا کو قتل کرنا۔ پس

حجر بن عدی ولی خدا تھے، پیروان اجماع وشوریٰ نے مرید صحابہ ہونیکے باوجود اُن سے وفا نہ کی

صحابہ کی محبت و پیروی کا دم بھرنے والے اپنے اعمال نامہ کے اوراق پر حجر ابن عدی کے خون کے نورانی قطروں کی جگمگاہٹ آنکھیں کھول کر دیکھیں۔ حجر بن عدی کوئی معمولی صحابی نہ تھے۔ بلکہ خود علماء اہلسنت کو اعتراف ہے کہ یہ بہت بڑے فاضل مقدس اور ولی خدا تھے۔ بارگاہ الٰہی میں ان کی دعا اس درجہ مقبول تھی کہ اس کا اثر فوراً ظاہر ہوجاتا تھا۔ لیکن ہزار حیف کہ صحابہ کے نام پر مرنے والے ایسے صحابی کبیر کا خون بیدردی سے بہا دینے میں بھی دریغ نہیں کرتے۔ اور پھر اس کے قاتل کو بھی امام برحق اور مجتہد شریعت سمجھنے میں ان کو مطلق تردد نہیں ہوتا۔

ناظرین وہ روایت ملاحظہ کریں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حجر بن عدی ایک ولی خدا مستجاب الدعوۃ، مقبول بارگاہ الٰہی تھے۔ اور پھر فیصلہ فرمائیں کہ ان کے قاتل کون تھے؟ اور اُن کے قاتلوں کا اشا لنا مہ سفاکی وخونخواری، وحشت وبربیت کا وہ مرقع ہے یا نہیں جو وحشیان تاتار وبربر کیلئے بھی مرقع عبرت بن سکتا ہے؟

روی ابراهيم بن الجنيد في كتاب الاولياء بسند منقطع ان

ابراہیم بن جنید نے کتاب اولیاء میں روایت کی ہے کہ حجر بن عدی کو جنابت عارض ہوئی تو

حجر بن عدی اصابتہ جنابۃ فقال للموکل بہ اعطنی شرابی اتطھر بہ ولا تعطنی غداً شیئاً فقال اخاف ان تموت عطشا فیقتلنی معاویۃ فدعی اللہ فانسکبت لہ سحابۃ بالماء فاخذ منھا الذی احتاج الیہ فقال لہ اصحابہ ادع ان یخلصنا اللہ فقال اللھم خیر لنا (اصابہ جلد اول ص۳۱۵)	تو انھوں نے اس شخص سے جوان کی نگرانی پر معین تھا یہ کہا کہ تو مجھے جتنا پانی پینے کے لئے دیتا ہے وہ آج ہی دیدے تاکہ طہارت کر لوں اس کے عوض میں کل کچھ پانی نہ دینا۔ اس نے انکار کیا اور کہا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں تم پیاس سے ہلاک ہو جاؤ اور معاویہ اس الزام میں مجھے قتل کر دے۔ تب حجر بن عدی نے خدا سے دعا کی اور فوراً ایک ابر آیا اور پانی برس گیا۔ حجر بن عدی نے بقدر حاجت پانی

لے کر طہارت کر لی۔ یہ ماجرا دیکھکر ان کے ساتھیوں نے درخواست کی کہ ہماری رہائی کیلئے دعا کیجئے۔ انھوں نے بارگاہ ایزدی میں عرض کی کہ پروردگار ہمارے لئے خیر مقدر فرما۔"

خالد بن عرفطہ صحابی نے حجر بن عدی کندی کے خون میں ہاتھ رنگ لینے ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ قتل فرزند رسولؐ کی مہم میں بھی حکومت بنی امیہ کی شاندار خدمتیں انجام دیں۔ اصابہ ابن حجر عسقلانی میں مذکور ہے :-

عن سوید بن غفلۃ قال جاء رجل الی علیؑ فقال انی مررت بوادی القریٰ فرأیت خالد بن عرفطۃ بھا مات فاستغفر لہ فقال انہ	سوید بن غفلہ ناقل ہے کہ ایک شخص نے آکر جناب امیرؑ سے عرض کی کہ میرا گذر وادی القریٰ میں ہوا اور وہاں دیکھا کہ خالد بن عرفطہ مر گیا ہے آپ اس کے حق میں استغفار فرمائیں حضرت نے

Marfat.com

لم يمت ولا يموت حتى يقود
جيش ضلالة ويكون صاحب
لوائه حبيب بن حماز فقام رجل
فقال يا امير المومنين انی لک محب
وانا حبيب بن حماز فقال لتحملها
وتدخل بها من هذا الباب واشار
الى باب المقبل فاتفق ابن زياد
بعث عمر بن سعد الى الحسين
بن علی فجعل خالدا على مقدمته
وحبيب بن حماز صاحب
رايته فدخل بها المسجد
من باب المقبل۔

اصابہ جلد اول
صہ ۱۴۱

نے فرمایا کہ وہ نہیں مرا ہے اور نہ مرے گا۔
اس وقت تک کہ ایک لشکر ضلالت کا سردار
بنے اور اس لشکر کا علمبردار حبیب بن حماز
ہوگا۔ یہ کلام سنکر ایک شخص اٹھکر کہنے لگا
کہ امیر المومنین! حبیب بن حماز میں ہی ہوں
اور میں تو آپ کا دوستدار ہوں۔ (پھر آپ
میرے حق میں یہ کیا فرماتے ہیں؟) آپ نے
فرمایا کہ ایسا ہی ہونے والا ہے کہ تو اس لشکر
کا علمبردار ہوگا۔ اور اسی دروازے سے علم
لئے ہوئے داخل کوفہ ہوگا۔ آپ نے باب مقبل کی
طرف اشارہ فرمایا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ابن
زیاد نے عمر بن سعد کو حسینؑ بن علیؑ سے لڑنے کیلئے
روانہ کیا۔ اور اس نے مقدمۃ لشکر پر خالد بن
عرفطہ کو مقرر کیا۔ اور حبیب بن حماز کو اس کا
علمبردار بنایا اور وہ علم لئے ہوئے باب مقبل سے داخل مسجد کوفہ ہوا۔"

زبرقان بن اسلم

ابن مندہ نے ان کا شمار بھی صحابہ کیا ہے۔
ابو وائل شفیق بن سلمہ راوی ہے کہ جب حضرت
امام حسین علیہ السلام میدان کربلا میں جنگ کے لئے تشریف لائے۔ "ہل من مبارز"
فرمایا تو ایک شخص ...... مقابلہ میں آیا جس کا نام زبرقان بن اسلم تھا۔ اور

اُس نے حضرتؑ سے سوال کیا کہ تم کون ہو؟ فرمایا کہ میں حسینؑ بن علیؑ ہوں۔ زبرقان نے کہا۔ اے فرزندِ برادر تم واپس جاؤ اس رب کعبہ کی قسم میں نے ایک مرتبہ حضرتِ رسولِ خداؐ کو دیکھا کہ آپ قبا کی طرف سے ناقہ سرخ پر سوار چلے آرہے تھے۔ اور تم اُن کے آگے بیٹھے تھے۔ پس میں نہیں چاہتا کہ رسولِ خداؐ سے اس حالت میں ملوں کہ تمہارا خون میری گردن پر ہو۔ پس حضرت واپس آگئے اور زبرقان بھی لوٹ گیا۔

(اسد الغابہ ص۲۶۹ منقول از رسالۃ الآل والاصحاب)

سبحان اللہ! کس قدر باحیا اور حق شناس رسولؐ صحابی ہیں کہ سب کچھ جاننے اور سمجھنے کے باوجود یزید کی طرفداری کو فرزندِ رسولؐ کی حمایت پر مقدم رکھتے ہیں۔ بہر حال یہی غنیمت ہے کہ آپ کو امام حسینؑ کے خون میں آلودہ ہو کر بروزِ قیامت رسولِ عربیؐ سے آنکھیں چار کرتے شرم تو آئی۔ دوسروں میں تو اتنی بھی حمیت و غیرت باقی نہ تھی۔

عمرو بن حجاج زبیدی

علامہ ابن حجر اصابہ میں فرماتے ہیں:-
ذکر الطبرانی لہ صحبۃ جلد۲ ص۵۲۶

یہ صحابی اس فوج کا افسر تھا جس کو عمر بن سعد نے نہر فرات پر متعین کیا تھا۔
مورخ طبری لکھتے ہیں:-

عن حمید بن مسلم الازدی قال	حمید بن مسلم ازدی راوی ہے کہ عمر بن سعد
جاء من عبید اللہ بن زیاد کتاب	کے پاس عبید اللہ بن زیاد کا ایک خط
الی عمر بن سعد اما بعد فحل بین	پہونچا جس کا مضمون یہ تھا کہ حسینؑ و اصحاب
الحسینؑ و اصحابہ و بین الماء ولا	حسینؑ پر پانی بند کردے وہ قطرہ پانی بھی

Marfat.com

یسد وقوامنہ قطرۃ کما صنع بالتقی الزکی المظلوم امیر المومنین عثمان بن عفان فبعث عمر بن سعد عمرو بن الحجاج علی خمس مائۃ فارس فنزلوا الشریعۃ وحالوا بین الحسینؑ واصحابہ وبین الماء ان یسقوا قطرۃ وذالک قبل قتل الحسینؑ بثلاث۔ جلد ۶ ص ۲۳۵

نہ پی سکیں جیسا کہ عثمان بن عفان کیلئے کیا گیا تھا۔ حمید کہتا ہے کہ خط پہونچنے کے بعد عمر بن سعد نے عمرو بن حجاج کو پانچسو سواروں کے ساتھ بھیجا ان لوگوں نے گھاٹ پر اتر کر پہرہ بٹھا دیا۔ یہ کام قتل حسین سے تین دن پیشتر کیا گیا۔

عمر بن حجاج صحابی امام حسینؑ کو دین سے خارج سمجھتا تھا۔ صحابیت کی پرستش کرنے والوں کیلئے ایک اسوہ حسنہ

مورخ طبری کا بیان ہے:۔

قال الزبیدی انہ سمع عمرو بن الحجاج حین دنی من اصحاب الحسینؑ یقول یا اھل الکوفۃ الزموا طاعتکم وجماعتکم ولا ترتابوا فی قتل من مرق من الدین وخالف الامام فقال لہ الحسینؑ یا عمرو بن الحجاج اعلی تحرض الناس انحن مرقنا من الدین وانتم ثبتم علیہ الخ

(طبری ص ۳۲۹)

زبیدی کا کہنا ہے کہ اس نے عمرو بن حجاج کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے کوفہ والو! (اپنے امام کی) اطاعت اور اپنی جماعت بندی پر قائم رہو اور اس شخص کے قتل کرنے میں کچھ تردد نہ کرو جو دین سے خارج ہو گیا ہے اور جس نے امام وقت کی مخالفت کی ہے (یہ سنکر) امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے عمرو بن حجاج! کیا تو میرے خلاف لوگوں کو ابھارتا ہے۔ کیا ہم دین سے خارج ہیں اور تم دین پر ثابت قائم ہو۔

کیا عمرو بن حجاج صحابی کے اس کام کو دیکھ لینے کے بعد بھی کوئی عاقل یہ کہہ سکتا ہے کہ ذیانتہ ہیں

کرمستی تھے۔ دیکھو عمرو بن حجاج صحابی اسی طاعت وجماعت پر ثبات واستقلال کا مظاہرہ کرنے کی اہل کوفہ کو ہدایت کر رہا ہے جو اہلسنت کا دین ومذہب ہے اور یہ صحابی امام حسینؓ کو دین سے خارج اور امام وقت کا مخالف ٹھہرا کر اپنے ہمشرب لوگوں کو تاکید کرتا ہے کہ ایسے شخص کے قتل میں کچھ تردد نہ کریں جس سے اس کے اس عقیدہ پر صاف روشنی پڑتی ہے کہ یزید امام وقت وخلیفہ رسولؐ ہے۔ لہذا اس کا مخالف خارجی و واجب القتل ہوگا۔

اور اس کا یہ عقیدہ عبداللہ عمرؓ جیسے بلند مرتبہ صحابی کے عقائد کے سراسر مطابق تھا۔

طبقات ابن سعد میں مذکور ہے:۔ جلد پنجم ص۱۰۱

عبداللہ بن عمرؓ بھی بیعت یزید کو دین وایمان اور اس کی مخالفت کو کفر وجاہلیت تصور فرماتے تھے، عمرو بن حجاج وعبداللہ بن عمرؓ کا اتحاد عقیدہ

(۱) ان عبداللہ بن مطیع اراد ان یفر من المدینۃ لیالی فتنۃ یزید بن معاویۃ فسمع بذالک عبداللہ بن عمرؓ فخرج الیہ حتی جاءہ وقال این ترید یا ابن عم فقال لا اعطیھم طاعۃ ابدا فقال یا ابن عم لا تفعل فانی اشھد انی سمعت رسول اللہ یقول من مات ولا بیعۃ علیہ مات میتۃ جاھلیۃ۔

یعنی جب شامیوں نے فتنے برپا کر رکھے تھے عبداللہ بن مطیع نے مدینہ سے بھاگ جانے کا قصد کیا جب یہ خبر عبداللہ بن عمرؓ نے سنی تو ان کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے بھائی! کہاں جاتے ہو عبداللہ بن مطیع نے جواب دیا کہ میں اہل شام کی اطاعت قبول نہ کروں گا۔ عبداللہ بن عمر نے سمجھایا کہ ایسا نہ کرو۔ میں اس کا گواہ ہوں کہ اپنے کانوں سے آنحضرتؐ کو فرماتے سنا ہے کہ جو شخص ایسی حالت میں مریگا کہ کسی کی بیعت میں نہ ہو تو اس کی موت جاہلیت کی سی موت ہوگی۔

(۲) صحیح بخاری میں ہے:۔ جلد ششم ص۵۵ بر حاشیہ فتح الباری۔

Marfat.com

عن نافع قال لما خلع اهل المدينة يزيد بن معاوية جمع حشمه وولده فقال انی سمعت النبی ص يقول ينصب لكل غادر لواء يوم القيامة وانا قد بايعنا هذا الرجل على بيع الله ورسوله وانی لا اعلم عذرا اعظم من ان يبايع رجل على بيع الله ورسوله ثم ينصب له القتال وانی لا اعلم احدا منكم خلعه ولا تابع فی هذا الامر الا كان الفصل بينی وبينه

نافع راوی ہے کہ جب اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت و اطاعت کا طوق اتار پھینکا تو عبداللہ بن عمر نے اپنی اولاد اور حشم و خدم کو جمع کر کے کہا کہ میں نے آنحضرت ص کو فرماتے سنا ہے کہ ہر غدار کیلئے ایک جھنڈا بروز قیامت کھڑا کیا جائیگا۔ تاکہ رسوا ہو، ہم نے بیعت خدا و رسول ص کے دین... اس شخص (یزید بن معاویہ) کی بیعت کی ہے اور میں نہیں جانتا کہ اس سے بڑھ کر عذر کچھ اور بھی ہوگا کہ کسی شخص کی بیعت کرنے کے بعد اس سے جنگ کی جائے۔ لہذا تم لوگوں میں سے جو شخص یزید کو خلافت سے معزول کرتا جائیگا اور اس امر میں (دوسروں کی) پیروی کریگا تو ہمارے اور اس کے درمیان روابط کا فیصلہ ہوگا۔"

دیکھئے اور بغور دیکھئے عبداللہ جیسا مقدس ترین صحابی بھی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ بیعت یزید بن معاویہ پر دین و ایمان کا انحصار ہے۔ یہ طوق زریں جس کے گلے میں نہ ہوگا اس کی موت کفر و جاہلیت کی موت ہوگی پس جبکہ باعتبار عقیدہ عمرو بن حجاج اور عبداللہ بن عمر میں کوئی فرق نہ تھا۔ دونوں ہی بنا و طاعت بیعت ثابت باہم رشتہ کی بات عمرو بن حجاج اہل کوفہ کو کہہ رہا تھا اسی کی نصیحت عبداللہ بن عمر بھی اپنے اعزہ و احباب کو کر رہے تھے۔ تو کیا وجہ ہے کہ عبداللہ بن عمر کے فضائل و مناقب میں دفتر کے دفتر سیاہ کئے گئے ہیں اور یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ روئے زمین پر ان سے بڑھکر کوئی صاحب زہد و تقویٰ نہ تھا۔ اور عمرو بن حجاج کو شیعہ رافضی کہہ کر رسوا کیا جاتا ہے۔ کسی ایسے صحابی کو جو عبداللہ ابن عمر کی طرح فرقہ شیعہ کے اصول و عقائد کی تبلیغ و اشاعت...

میں جد وجہد کر رہا ہو "شیعہ رافضی" ٹھہرانا اور یہ شور مچائے رہنا کہ قاتلان حسینؑ شیعہ تھے بے عقلی اور بیدینی نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ کیا کوئی صحابی بھی رافضی ہو سکتا ہے اور وہ بھی ایسا صحابی جو اہلسنت کے اصول وعقائد مذہبی کی تبلیغ میں مجاہدہ کر رہا ہو۔؟ نہایت افسوس ہے کہ اس زمانہ کے چند نا عاقبت اندیش مولوی صاحبان مبلغ دین و مذہب صحابہ کو رافضی و مستحق لعن وطعن "ٹھہرا کر" اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں۔ اور اپنے سادہ لوح مریدوں کو بھی سب وشتم صحابہ کی بدعت میں مبتلا کر دینا چاہتے ہیں۔ کاش یہ بندگان شکم صحابہ رسولؐ ہی سے وفا کرتے۔

حجار بن الجبر:-

اصابہ ابن حجر میں ہے۔ جلد ا ص ۱۶۷

حجار بن الجبر بن جابر العجلی له ادراك

"حجار بن ابجر بھی شرف یافتہ صحبت سرور انبیاء تھا"

یہ صحابی عبیداللہ بن زیاد کے مخصوص وفاداروں میں سے تھا۔ تاریخ طبری میں ہے۔ جلد ۶ ص ۲۰۸

وامر محمد بن الاشعث ان یخرج فیمن اطاعه من کندة وحضر موت فیرفع رایة الامان لمن جاءه من الناس وقال مثل ذالك للقعقاع بن شور الذهلی وشبث بن ربعی التمیمی وحجار بن الجبر العجلی۔

(واقعات حضرت مسلمؑ کے ذیل میں ہے) عبیداللہ بن زیاد نے محمد بن الاشعث کو حکم دیا کہ قبیلہ کندہ وحضر موت میں سے جو لوگ اس کی اطاعت کریں ان کو اپنے ہمراہ لیکر نکلے اور امان کا جھنڈا ان لوگوں کے لئے نصب کرے جو (حضرت مسلم کا ساتھ چھوڑ کر) اس کے پاس آئیں ایسا ہی حکم قعقاع بن شور وشبث ربعی وحجار بن الجبر کو بھی دیا۔"

"یہ صحابی میدان کربلا میں بھی عمر بن سعد کی فوج میں موجود تھا۔ چونکہ امام حسینؑ کے پاس خط طلب لکھنے والوں میں وہ بھی تھا۔ اس لئے حضرتؑ نے دوسرے خط بھیجنے والوں

Marfat.com

کے ذیل میں اس کو بغرض اتمام حجت مخاطب فرمایا تھا۔ مورخ طبری لکھتے ہیں جلد ۲۴۳ ص

قال فنادی یا شبث بن ربعی یا حجار بن الجبر و یا قیس بن الاشعث و یا زید بن الحارث الم تکتبوا الی الخ	امام حسین نے باآواز بلند فرمایا کہ اے شبث بن ربعی اے حجار بن الجبر۔ اے قیس بن الاشعث۔ اے یزید بن الحارث کیا تم لوگوں نے میرے پاس یہ باتیں نہیں لکھی تھیں الخ

کثیر بن شہاب الحارثی۔ اس شخص کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ لیکن اس کے تابعی ہونے میں تو کچھ شبہ نہیں۔ طبقات ابن سعد میں ہے جلد ۶ ص ۱۰۱

کان کثیر بن شہاب سید مذحج بالکوفۃ .... وقد روی عن عمر بن الخطاب وولی الری لمعاویۃ بن ابی سفیان۔	کثیر بن شہاب کوفہ میں قبیلہ مذحج کا سردار تھا۔ .... عمر بن الخطاب سے روایت کرتا ہے۔ معاویہ بن ابی سفیان نے اسکو ملک رے کا حاکم مقرر کیا تھا۔

معلوم ہوا کہ یہ شخص معاویہ کیجانب سے ملک رے کا گورنر تھا۔ اور بالخصوص حضرت عمر کی روایات کی تبلیغ و اشاعت کرتا تھا۔ اب کون مولوی عبدالشکور صاحب جیسے عقلائے زمانہ سے پوچھے کہ حضرت عمر کے خاص معتقدین اور امیر معاویہ کے خواص امرائے سلطنت کو شیعہ رافضی کہنا آخر عدیم المثال جہل و نافہمی نہیں ہے۔؟ بہرحال حضرت عمر کے عقیدتمندوں اور امیر معاویہ کے نمک خواروں سے بجز اس کے اور کیا امید کی جاسکتی ہے کہ خاندان رسالت کی تباہی میں کوئی دقیقہ کوشش کا اٹھا نہ رکھا ہوگا۔ اگر ایسے لوگ علمائے اہلسنت کے خیال میں شیعہ رافضی تھے تو شوق سے ان پر صد ہزار .... فرمائیں۔ ہم بھی "بیش باد" کہنے کیلئے دل و جان سے حاضر ہیں۔

Marfat.com

مگر یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جبتک ان لوگوں کی روایات کتب احادیث اہل سنت میں موجود ہیں۔ اور ان پر اس مذہب کے عقائد و اعمال کی بنیاد قائم ہے۔ اس وقت تک ان لوگوں کو "رافضی" ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

اس صحابی نے عبید اللہ بن زیاد کی جو خدمات انجام دیں اور جسطرح وفاداری کا حق ادا کیا وہ مورخ طبری کے مندرجہ ذیل بیانات سے معلوم کیجیے۔

(۱) خرج کثیر بن شہاب یخذل الناس عن مسلم بن عقیل۔

(۱) کثیر بن شہاب باہر آیا اور اہل کوفہ کو مسلم بن عقیل کا ساتھ چھوڑ دینے پر بہکانے لگا۔

(۲) قال اشرف علینا الاشراف فتکلم کثیر بن شہاب اول الناس حتی کادت الشمس ان تجب فقال یا ایہا الناس الحقوا باہالیکم ولا تعجلوا الشر ولا تعرضوا انفسکم للقتل فان ہذہ جنود امیر المومنین یزید قد اقبلت۔

(۲) یعنی بالائے قصر سے اشراف و معززین ہماری جانب متوجہ ہوئے۔ سب سے پہلے کثیر بن شہاب نے تقریر کی یہاں تک کہ آفتاب قریب غروب پہونچا۔ اس نے یہ کہا کہ لوگو! تم اپنے اہل و عیال کیطرف واپس چلے جاؤ اور شر انگیزی میں جلدی نکرو۔ اور اپنی جانوں کو معرض قتل و ہلاکت میں نہ ڈالو دیکھو امیر المومنین یزید کی فوجیں یہ آپہونچیں۔ الخ

(۳) فلما اجتمع عند عبید اللہ کثیر بن شہاب ومحمد والقعقاع بن شور فیمن اطاعہم من قومہم فقال لہ کثیر وکانوا مناصحین لابن زیاد اصلح اللہ الامیر معک فی القصر ناس کثیر من اشراف الناس ومن شرطتک واہل بیتک وموالیک فاخرج بنا الیہم

(۳) جب عبید اللہ بن زیاد کے پاس کثیر بن شہاب اور قعقاع بن شور جو اس کے مخلصین میں سے تھے مع ان افراد قوم کے جنہوں نے ان لوگوں کی اطاعت کی جمع ہوئے تو کثیر نے ابن زیاد سے کہا کہ تمہارے ساتھ اس قصر میں سرداران قبائل، پولیس کے سپاہیوں اور تمہارے گھرانے والوں۔ اور غلاموں کی ایک بڑی جمعیت موجود ہے۔ تم ہم سب کو ساتھ لیکر

[illegible]

فابی عبید اللہ الخ — اصحاب مسلمؑ کے مقابلہ کیلئے باہر چلو مگر ابن زیاد نے اس رائے کو نہ مانا۔"

مسروق بن وائل الحضرمی:۔ "یہ شخص وفد حضر موت کیساتھ خدمت نبیؐ میں حاضر

قدم علی النبی صلعم فی وفد حضرموت فاسلموا — ہوا اور اسلام قبول کیا۔" استیعاب جلد ۲ ص ۲۰۱۔

اس کا بھائی عبدالجبار بن وائل (جس کا شمار تابعین میں کیا گیا ہے) جس کے متعلق ابن سعد کی رائے ہے "کان ثقة انشاء اللہ" یعنی انشاء اللہ یہ تابعی قابل وثوق واقع ہوا تھا، خود اس کی زبانی ناقل ہے:۔

قال کنت فی اوائل الخیل ممن سار الی الحسینؑ فقلت اکون فی اوائلها لعلی اصیب راس الحسینؑ فاصیب به منزلة عند عبید اللہ بن زیاد الخ (طبری جلد ۶ صفحہ ۲۲۶)

"میں اُن سواروں کی اگلی صف میں تھا جو حسینؑ کیطرف جا رہے تھے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں اگلی ہی صف کے سواروں میں رہوں تاکہ مجھے حسینؑ کا سر مل جائے۔ اور اس ذریعہ سے عبید اللہ کے دربار میں قدر و منزلت پاؤں۔"

سبحان اللہ آسمان صحابیت کا یہ جگمگاتا ستارہ کس قدر روشن تمنائیں دل میں رکھتا ہے کہ "اگر مجھے حسینؑ کا سر ہاتھ آجائے تو قسمت چمک اٹھے اور ابن زیاد کے دربار میں قدر و منزلت حاصل ہو جائے۔ اور پھر یہ اس تمنا میں یہ کوشش کرتا ہے کہ جہاں تک ہو سکے تا تا ان حسینؑ کی صف اول میں رہے تاکہ موقع ہاتھ سے جانے نہ پائے۔ کیا علمائے اہلسنت ایسے صحابی کو بمصداق حدیث "ان اصحابی عندی بمنزلة النجوم فی السماء وبکل نور" قرار دیکر اس کی بزرگی نہ کریں گے۔ تو غالباً میرا یہ سوال بے محل ہے کیونکہ اگر رد حضرت ابن زیاد و یزید کی خوشنودی کی وہی تمنائیں دلوں میں موجزن نہ ہوں، پر جو مسروق بن وائل صحابی کے دل میں تھیں

تو ہر سال محرم آتے ہی عزاداران حسینؑ کے خلاف عالم جذبات میں طوفان عظیم کیوں برپا ہو جاتا ہے۔ اگر حسینؑ نہیں نہ سہی اون کی یادگاریں تو موجود ہیں۔ انھیں کو مٹانے کی ان تھک کوشش کر کے ثواب دارین کا سامان بہت کچھ جمع کر لیتے ہیں۔

قاضی شریح:۔ ان بزرگ کا نام نامی اسلامی دنیا میں زبان زد خاص و عام ہے۔ سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے ان کو قاضی مقرر کیا۔ اس وقت سے تقریباً یہ منصب انہیں کی جاگیر قرار پا گیا تھا۔ تین برس کوفہ میں اور سات برس بصرہ میں اس عہدۂ جلیلہ پر فائز رہے۔ اصابہ ابن حجر میں ذکر ہے۔

قال ابن المدینی قضی لزیاد بالبصرۃ سبع سنین وقضی بالکوفۃ ثلاثا و خمسین سنة وقد روی شریح عن النبیؐ وعن عمر وعن علیؑ وابن مسعود و غیرهم وروی عنه ابو وائل وقیس بن ابی حازم والشعبی ومجاهد و ابن سیرین وآخرون۔

"ابن المدینی کہتا ہے کہ شریح زیاد کی جانب سے سات برس بصرہ کا قاضی رہا۔ اور کوفہ میں ۵۳ سال اس عہدہ پر فائز رہا۔ شریح نبی کریمؐ اور عمر و حضرت علیؑ و ابن مسعود وغیرہم سے روایت کرتا تھا۔ اور اس سے ابو وائل و قیس بن ابی حازم و شعبی و مجاہد و ابن سیرین وغیرہم نے روایت کی ہے۔"

مگر افسوس ہے کہ آپ باایں ہمہ مناقب و مفاخر زیاد و ابن زیاد کے آلۂ کار بنے رہے۔ پھر زیاد کے حکم سے حجر بن عدی کندی اور ان کے رفقاء کے خلاف شہادت دیکر اون لوگوں کے خون ناحق میں شریک ہوئے اور ثواب دارین حاصل کیا۔ پھر ابن زیاد کے عہد میں اس کے مقاصد کی تکمیل میں نمایاں حصہ لے کر صحابیت میں چار چاند لگاتے رہے مورخ طبری لکھتے ہیں:

Marfat.com

وبلغ عمرو بن الحجاج ان هانيا قد قتل
فاقبل في مذحج حتى احاط بالقصر
ومعه جمع عظيم ثم نادى انا عمرو بن الحجاج
هذه فرسان مذحج ووجوهها لم تخلع طاعة
ولم تفارق جماعة وقد بلغهم ان
صاحبهم يقتل فاعظموا ذلك فقيل
لعبيد الله هذه مذحج بالباب فقال
لشريح القاضي ادخل على صاحبهم
فانظر اليه ثم اخرج فاعلمهم انه لم يقتل
وانك قد رأيته فدخل عليه شريح فنظر
اليه قال ابومخنف فحدثني الصقعب
بن زهير عن عبد الرحمن بن
شريح قال سمعته يحدث اسمعيل بن
طلحة قال دخلت على هاني فلما
رآني قال يا الله يا للمسلمين
اهلكت عشيرتي فاين اهل
الدين واين اهل المصر
تفاقدوا يخلوني وعدوهم
وابن عدوهم والدماء تسيل

جب عمرو بن حجاج کو معلوم ہوا کہ ہانی قتل کر دیے
گئے تو اس نے قبیلہ مذحج کی ایک بڑی جمعیت کے ساتھ
آکر قصر ابن زیاد کا محاصرہ کر لیا اور آواز دی کہ میں عمرو
بن حجاج ہوں اور یہ قبیلہ مذحج کے شہسوار اور معززین
ہیں۔ ہم نے نہ طاعت سے اپنی گردنوں کو پھرایا
اور نہ جماعت سے علیحدہ ہوئے۔ ہمکو یہ خبر معلوم ہوئی ہے کہ ہمارا
ساتھی (ہانی) قتل کیا جا رہا ہے۔ اس خبر کو ہم نے
بہت عظیم سمجھا ہے۔ ابن زیاد سے کہا گیا کہ قبیلہ مذحج
قصر کے دروازہ پر جمع ہو گیا ہے تو اس نے شریح قاضی
سے کہا کہ تم ہانی کے پاس جاؤ اور آنکھوں سے دیکھ کر ان کو بتاؤ کہ
وہ زندہ ہیں قتل نہیں کیے گئے۔ تم نے ان کو
بچشم خود صحیح سالم دیکھا ہے۔ قاضی شریح
نے آکر ہانی کا معائنہ کیا۔ ابومخنف نے روایت
کی ہے کہ عبدالرحمن بن شریح نے اپنے باپ کو
اسمٰعیل بن طلحہ سے یہ بیان کرتے
ہوئے سنا کہ میں ہانی کے پاس گیا اور انھوں
نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے کہ یا اللہ کیا میرے
قبیلہ والے سب کے سب ہلاک ہو گئے
کہاں ہیں اہل دین اور کہاں ہیں شہر والے

ثم لحيته اذ سمع الرجة على باب القصر
وخرجت واتبعني فقال يا شريح اني
لاظنها اصوات مذحج وشيعتي
من المسلمين ان دخل علي عشرة
نفر انقذوني قال فخرجت اليهم
ومعي حميد ابن بكر الاحمري ارسله
معي ابن زياد وكان من شرطه
ممن يقوم على راسه وايم الله لولا
مكانه لكنت ابلغت اصحابه ما
امرني به فلما خرجت اليهم قلت ان
الامير لما بلغه مكانكم ومقالتكم
في صاحبكم امرني بالدخول اليه
فاتيته فنظرت اليه فامرني
ان القاكم وان اعلمكم انه حي و
ان الذي بلغكم من قتله كان
باطلا۔ (طبری جلد ۶ ص ۲۰۱)

انھوں نے مجھے دشمن کے حوالے کیوں کر دیا۔
ہانی یہ کہہ رہے تھے اور خون ان کی داڑھی پر
جاری تھا۔ اسی اثنا میں قصر کے دروازے
پر شور و غل سنا۔ میں باہر آنے لگا تو انھوں نے مجھ
سے کہا کہ اے شریح میں گمان کرتا ہوں کہ یہ
آواز قبیلۂ مذحج والوں کی ہے۔ اگر دس نفر
بھی ان میں سے مجھ تک پہونچ جائیں گے تو مجھے
بچا لیں گے۔ میں باہر آیا تو حمید بن بکر جو ابن
کے محافظ سپاہیوں میں سے تھا اور
ابن زیاد نے اس کو میرے ساتھ بھیجا
تھا میرے ساتھ تھا۔ اگر وہ نہ ہوتا تو
میں اصحاب ہانی تک ان کا پیام پہونچا دیتا
میں نے ان سے فقط اتنا ہی کہہ دیا کہ جب امیر
کو تمھارے آنے کی خبر معلوم ہوئی اور ہانی
کے متعلق تمھاری گفتگو کا علم ہوا تو اس نے
مجھے حکم دیا کہ میں ہانی کو اپنی آنکھوں سے
دیکھ لوں اور تم کو بتا دوں کہ وہ زندہ، صحیح و سالم ہیں اور ان کے قتل کی خبر جو تم نے سنی ہے غلط تھی۔"

یقین ہے کہ ناظرین کے لئے عمرو بن حجاج کے یہ کلمات کہ
"عمرو بن حجاج اور یہ قبیلۂ مذحج کے بڑے بڑے سردار حاضر ہیں ہم لوگوں نے اطاعت

اپنا ہاتھ وفاق سے نہیں اٹھایا تھا اور نہ جماعت میں فرقہ پردازی کی تھی" شرمہ چشم بصیرت بن جائیں گے کیونکہ ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عمرو بن حجاج اور اس کے قبیلہ کے دوسرے سرداروں نے امام حسینؑ اور جناب مسلم بن عقیلؑ کی جانب مائل ہو کر جادۂ طاعت و جماعت سے کبھی منہ نہیں موڑا تھا۔ لہٰذا اس کے راسخ الاعتقاد اور خالص سنی ہونے ...... میں کون سی گنجائش کیونکر ہو سکتی ہے۔ اور جب کہ عمرو بن حجاج اور اس کے دیگر سرداران قبیلہ جن کو امام حسینؑ کی طرف کبھی رجحان ہی نہیں رہا۔ سرزمین کربلا پر پہنچ کر کیا سے کیا ہو گئے اور طرح طرح کے مظالم کرنے میں سرگرم رہے۔ تو یہ کہنا کیونکر نتیجۂ عقل و فہم تصور کیا جا سکتا ہے کہ "قاتلان حسینؑ شیعہ تھے" اس قدر حیرت انگیز ماجرا ہے کہ خود عمرو بن حجاج صحابی جیسے کوئی سردار تو پکار پکار کر یہ اقرار کر رہے ہیں کہ ہم ابتدا سے مسلک سنن پر ثابت قدم ہیں۔ ہم نے اصول طاعت و جماعت سے منہ پھیر کر حسینؑ اور مسلمؑ بن عقیل کی بیعت و اطاعت سے کبھی سروکار نہیں رکھا۔ مگر اس زمانہ کے روشن دماغ علماء دنیا کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ وہ مذہب شیعہ کے پیرو تھے بھلا اس ہٹ دھرمی اور کج فہمی کا کیا علاج ہے۔ نعوذ باللہ من سوء السریرۃ و فقدان البصیرۃ

حصین بن نمیر سکونی

اس دشمن خدا کا صحابی ہونا پہلے معلوم ہو چکا ہے۔

اس کی بد اعمالیوں کا جائزہ لینے میں بہت وقت ضائع کرنا پڑے گا۔ لہٰذا اسی قدر لکھ دینے پر اکتفا کی جاتی ہے کہ یہ شخص ابن زیاد کی فوج میں بہت بڑا افسر تھا اور تمام اطراف و جوانب سے کوفہ تک پہونچنے والے راستوں کی ناکہ بندی پر مقرر کیا گیا تھا اس نے

جب ...... [illegible]

امام حسینؑ کے قاصد قیس بن مسہر صیداوی کو مقام قادسیہ میں گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیجا اور وہ اس کے حکم سے بہ کمال ظلم و ستم شہید کر دیئے گئے۔

(دیکھو طبری جلد ۶ صفحہ ۲۲۳)

(۲) یزید بن حصین کی روایت کردہ حدیثیں کتب احادیث اہل سنت میں موجود ہیں۔ میزان الاعتدال میں ہے:

یزید بن حصین بن نمیر عن ابیہ قال البخاری لم یصح حدیثہ سمع منہ محمد بن الزبیر (میزان الاعتدال جلد ۳ صفحہ ۵۹۹)

یزید بن حصین بن نمیر نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ بخاری نے کہا کہ اس کی حدیث صحیح نہیں ہے۔ اس سے محمد بن الزبیر نے سنا۔

شبث بن ربعی (۱) لہ

ادراک و روایۃ عن حذیفۃ و علیؑ و روی عنہ محمد بن کعب القرظی و سلیمان التیمی قال الدارقطنی یقال انہ کان مؤذن سجاح التی ادعت النبوۃ ثم راجع الاسلام و قال ابن الکلبی کان من اصحاب علیؑ ثم صار مع الخوارج ثم تاب ثم کان فیمن قاتل الحسینؑ .... کان اول من

(۱) شبث بن ربعی رسولؐ کا صحبت یافتہ تھا۔ حذیفہ اور علیؑ سے روایت کرتا تھا اور اس سے امام محمد بن کعب قرظی اور سلیمان تیمی نے روایت کی ہے۔ دارقطنی نے کہا کہ سجاح بنت منذر جو بعد آنحضرتؐ مدعی نبوت ہوئی تھی شبث بن ربعی اس کا مؤذن بنا پھر دوبارہ اسلام میں داخل ہوا۔ ابن کلبی کہتے ہیں۔ وہ حضرت علیؑ کے اصحاب میں داخل ہوا۔ پھر خوارج کا ساتھی ہو گیا پھر اس سے توبہ کر لی۔ اس کے بعد قاتلان حسینؑ میں شامل ہو گیا .... یہ پہلا شخص ہے

Marfat.com

اعان علی قتل عثمان وبئس الرجل هو الخ جس نے قتل عثمان میں قاتلوں کی امداد کی وہ بہت برا آدمی تھا

میں کہتا ہوں کہ اس نے خارجیوں سے جدا ہو کر توبہ وانابت کر لی تھی۔

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ صحابیت میں جتنے کمالات و اوصاف مضمر ہو سکتے ہیں شبث بن ربعی ان سب کا مظہر اتم تھا۔ کاش نظر والے اب بھی عبرت حاصل کر لیں۔ اور سمجھ لیں کہ کسی کے صحابی ہونے سے یہ لازم نہیں ہے کہ خواہ وہ شخص پاکباز و دیندار بھی ہو۔ بلکہ صحابیت کی دنیا میں ایسی ایسی نظیریں موجود ہیں کہ جنکے سایہ سے دور رہنا ہی ہر دیندار کا سب سے بڑا فریضہ ہوگا۔ علامہ ذہبی نے اس کا شریک قاتلان حسینؑ ہونا بالکل نظر انداز کر دیا۔ غالباً اس تذکرہ کی ضرورت اس لئے نہیں سمجھی کہ یہ کوئی بڑا جرم و عیب نہ تھا۔ جو خاص طور سے نظر میں کھٹکنے کے قابل رہتا رہا خوارج کے مذہب میں داخل ہو جانا تو وہ اس جرم سے توبہ وانابت کر کے پاک و صاف ہو گیا تھا۔ غالباً اسی سبب سے آئمہ اہلسنت نے اس کی روایت قبول کر لینے میں تردد نہیں فرمایا۔

اس صحابی کے اعمالنامہ میں یہ عجیب و غریب خصوصیت ہے کہ جس طرح قاتلان حسینؑ کی جماعت کا افسر اور رفیق کار رہا۔ اسی طرح حضرت عثمان کے خون ناحق میں سب سے پہلے اسی نے امداد دی تھی۔ اب دیکھئے مولانا عبد الشکور صاحب اور ان کے دوسرے ہمخیال اوس کے مذہب کے بارے میں کون سا ناطق فیصلہ فرماتے ہیں۔؟ کہنے والے تو یہی کہیں گے اگر لفظی تساہل اوس نے شیعہ ہونے کی حیثیت سے امام حسینؑ کے خون ناحق میں شرکت کی تو کون سا تعجب ہے جب کہ وہ اس سے پہلے سنی ہونے کے باوجود قتل عثمان کا سب سے پہلا بانی ہو چکا تھا۔ لہذا اوس نے میزان انصاف کو برابر رکھکر

یہ ثابت کر دیا ہے کہ اگر بالفرض شیعوں نے اپنے امام سے غداری کی تو مذہب اہلسنت کے علمبردار بھی اون سے پہلے اپنے امام و خلیفہ برحق کے خون ناحق سے دین و ایمان کی کھیتی کو سیراب کر چکے تھے۔ پھر فرقہ شیعہ کو بالخصوص مجرم و ملزم قرار دینے کی ہوس کرنا انتہائی نا عاقبت اندیشی ہے یا نہیں؟

ابو بکر صدیق کے بھانجے اس مشہور و معروف قاتل حسینؑ کی جلالت قدر اہلسنت کے نزدیک اسی سے ظاہر ہے کہ حضرت

محمد بن الاشعث ابو بکر صدیق کا حقیقی بھانجا تھا۔ اور اس قدر کیوجہ ام المومنین عائشہ کی خدمت میں آمد و رفت کا شرف عظیم رکھتا تھا۔ طبقات ابن سعد میں جلد ۵ ص ۲۶ میں ہے

امہ ام فروہ بنت ابی قحافہ — اس کی ماں ام فروہ بنت ابی قحافہ تھی۔

..... ان محمد بن الاشعث ..... کنیت اس کی ابو القاسم تھی .....

کان یکنی ابا القاسم ....

وکان یدخل علی عائشۃ فیکونہ بابی القاسم وقد روی محمد بن الاشعث عن عمر وعثمان۔ — ام المومنین عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ عمر و عثمان سے روایت کرتا تھا (غرض حضرت علی علیہ السلام سے اس کو کوئی سروکار نہ تھا)

کیا اندھیر ہے کہ رافضیوں کی عداوت میں سرشار ہو کر بعض علمائے اہلسنت ایسے شخص کو بھی "شیعہ" کا لقب دے رہے ہیں جو حضرت ابوبکر کا بھانجا۔ ام المومنین عائشہ کا پھوپھی زاد بھائی تھا۔ اور حضرت عمر و عثمان سے روایت کرتا تھا۔ اس کے مرویات سے کتب اہلسنت مالا مال ہیں۔ میزان الاعتدال ذہبی میں اس کی تصریح موجود ہے کہ ابن عدی

جیسے امام ملت و رکن مذہب کے شیوخ اساتذہ میں سے تھا

(دیکھو میزان الاعتدال جلد دوم ص۲۵۱)

چونکہ ابن زیاد کے دربار میں اس شخص کا تقرب اور کوفہ و کربلا کے واقعات مظالم میں اوس کی پرجوش سرگرمی عام شہرت کی حد کو پہونچی ہوئی ہے۔ لہذا اوس کے اعمال کی فہرست پیش کرنا غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اوراق تاریخ پر اس کا طویل و عریض اعمالنامہ موجود ہے۔ ناظرین عند الضرورت ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

قیس بن الاشعث:- محمد بن الاشعث کا بھائی ہے۔ اس کی انتہائی شقاوت کے ثبوت کے لئے طبری کا یہ بیان کافی ہے۔

واخذ قیس بن الاشعث قطیفتہ وکانت من خز وکان یسمی بعد قیس قطیفہ۔ (طبری ص۲۶۰)

"قیس بن اشعث نے بعد شہادت امام حسین علیہ السلام جسم مبارک سے خز کی ردا اُتار لے گیا۔ اور اس دن سے لوگ اوس کو "قیس قطیفہ" کہنے لگے۔"

حمید بن مسلم الازدی:- مشہور تابعی ہے۔ بہت سی روایات جن میں مظالم کربلا کا تذکرہ ہے اون کا ناقل یہی شخص ہے۔ علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں۔ ص۲۵۶

حمید بن مسلم الازدی رأی واثلہ بن الاسقع تفرد بالروایۃ عنہ سعید بن ابی ایوب

"حمید بن مسلم نے واثلہ بن الاسقع صحابی کو دیکھا تھا۔ سعید بن ایوب اس سے روایت کرنے میں منفرد ہے۔"

Marfat.com

واقعات کربلا کے تذکرہ میں اس شخص کا ذکر جابجا کیا گیا ہے منجملہ اون کے ایک موقع یہ بھی ہے۔

فسرح براسہ من یومہ ذالک مع خولی بن یزید وحمید بن مسلم الازدی الی عبید اللہ بن زیاد

"عمر بن سعد نے سر مطہر امام خولی بن یزید اور حمید بن مسلم کے ساتھ عبید اللہ ابن زیاد کے پاس بھیجا"

(طبری جلد ۶ صفحہ ۲۶۰ و کامل جلد ۴ صفحہ ۳۳)

عزرہ بن قیس احمسی

روی عن خالد بن الولید وکان معہ فی مغازیہ بالشام وروی ابو وائل عن عزرۃ بن قیس

طبقات بن سعد میں ہے: - جلد ۶ صفحہ ۱۴۸

"عزرہ بن قیس خالد بن الولید صحابی سے روایت کرتا تھا۔ اون کے ساتھ شام کی لڑائیوں میں رہ چکا تھا۔ ابو وائل تابعی اس سے روایت کرتا ہے۔"

مورخ طبری کا بیان ہے۔ جلد پنجم صفحہ ۴۵۰

وقاتلھم اصحاب الحسین قتالا شدیدا واخذت خیلھم تحمل وانما ھم اثنان وثلثون فارسا واخذت لاتحمل علی جانب من خیل اھل الکوفۃ الا کشفتہ فلما رای ذالک عزرۃ بن قیس وھو علی

"سپاہ کوفہ سے اصحاب حسین نے سخت جنگ کی۔ فقط ۳۲ سوار تھے۔ مگر حالت یہ تھی کہ جس جانب کوفیوں پر حملہ کرتے تھے انکی صفوں کو درہم وبرہم کر دیتے تھے۔ عزرہ بن قیس جو کوفیوں کی سوار فوج کا افسر تھا اس نے یہ حالت دیکھکر اپنی فوج میں ہر جانب بھگدڑ پڑی ہوئی ہے عمر بن سعد

Marfat.com

خيل اهل الكوفة ابن خيلة تنكشف من كل جانب بعث الى عمر بن سعد عبد الرحمن بن حصين فقال الا ترى ما تلقى خيلي منذ اليوم من هذه العدة اليسيرة ابعث اليهم الرجال والرماة

کے پاس عبدالرحمٰن بن حصین کے ذریعہ سے پیغام بھیجا کہ تو دیکھتا ہے کہ ان گنتی کے چند سواروں کے ہاتھوں سے آج میری فوج کس آفت میں مبتلا ہے۔ لہٰذا تو ان پر حملہ کرنے کیلئے تیراندازوں کی فوج روانہ کر۔

اس شخص کے مذہبی عقائد کا جائزہ لینے کے لئے طبری کی مندرجہ ذیل تحریر پر نظر کرلی جائے۔ (طبری جلد ۶ صفحہ ۲۳۷)

فقال لهم حبيب ابن مظاهر اما والله لبئس القوم عند الله غدا قوم يقدمون عليه قد قتلوا ذرية نبيه عليه السلام وعترته واهل بيته صلعم وعباد اهل هذا المصر المجتهدين بالاسحار والذاكرين الله كثيرا فقال له عزرة بن قيس انك لتزكي نفسك ما استطعت فقال له زهير يا عزرة ان الله قد زكاها وهداها فاتق الله يا عزرة فاني لك من الناصحين انشدك الله

"حبیب ابن مظاہر نے اشقیاء کوفہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ مطلع ہو جاؤ! وہ قوم خدا کے نزدیک کل بہت بری ثابت ہوگی جو نبی کی ذریت و عترت و اہل بیت اور اس شہر کے ان عابدوں کی جو صبح کے اوقات میں طاعت و عبادت خدا کرنے والے اور خدا کو بہت یاد کرنے والے ہیں قاتل ہوگی۔ عزرہ بن قیس نے حبیب سے کہا کہ جہاں تک تم سے ہو سکا اپنے نفس کی پاکیزگی بیان کر سکتے ہو۔ زہیر بن قین نے جواب دیا کہ اے عزرہ! اس نفس کو خدا ہی نے پاک کیا ہے اور اس کی ہدایت فرمائی ہے پس خدا سے ڈر۔ میں تیرے نصیحت کرنیوالوں

Marfat.com

یاعزرة ان تکون ممن یعین اهل الضلال علی قتل النفوس الزکیة قال یا زھیر ما کنت عندنا من شیعة اھل ھذا البیت انما کنت عثمانیا قال افلست تستدل بموقفی ھذا انی منھم

میں سے ہوں۔ یعنی تجھے خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ تو ان لوگوں میں شامل ہو جو نفوس زکیہ کے قتل کرنے پر گمراہوں کی مدد کر رہے ہیں۔ عزرہ نے کہا اے زہیر! ہمارے خیال میں تم تو اس خاندان کے پیروں میں کبھی بھی نہ تھے تم تو عثمانی تھے۔ زہیر نے فرمایا کہ تو میرے اس مقام پر ہونے سے اس بات پر استدلال نہیں کر سکتا کہ میں اسی گھرانے کا ساتھ دینے والا ہوں۔

علی بن قرظہ انصاری

فقتل عمرو بن قرظة بن کعب وکان مع الحسین وکان علی اخوه مع عمر بن سعد فنادی علی بن قرظة یا حسین یا کذاب ابن الکذاب اضللت اخی وغررته حتی قتلته الخ

یہ شخص قرظہ بن کعب انصاری کا بیٹا تھا (مورخ طبری لکھتے ہیں) عمرو بن قرظہ بن کعب امام حسینؓ کے ساتھ تھے وہ جب شہید ہوئے تو علی بن قرظہ جو ان کا بھائی تھا اور عمر بن سعد کے ساتھ تھا پکار کر کہنے لگا اے حسین! اے کذاب ابن کذاب تم نے آخر میرے بھائی کو گمراہ کر کے قتل ہی کرا دیا۔

قعقاع بن شور تابعی

قعقاع بن شور قال ابوحاتم ضعیف الحدیث

علامہ ذہبی فرماتے ہیں:
(میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۳۱۳)
ابوحاتم کا قول ہے کہ یہ شخص ضعیف الحدیث تھا۔

Marfat.com

کثیر بن شہاب کے ساتھ اس شخص کا تذکرہ بھی ہو چکا ہے۔ زیادہ تطویل بے ضرورت ہوگی۔

حبیب بن حماز تابعی:۔ طبقات بن سعد میں ہے جلد ۲ ص ۱۶۲ "قد روی حبیب عن علیؑ" "حبیب نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے"

عمر بن سعد بن ابی وقاص:۔ ملا علی قاری کا وہ ارشاد نقل کیا جا چکا ہے جس میں آپ نے صاف لفظوں میں افواج کوفہ کے اس امیر الامراء و قائد اعظم کو مجتہد اور خوش انجام ظاہر فرمایا ہے۔

اب علامہ ذہبی کا وہ کلام پیش کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ علمائے اہلسنت اس دشمن اہلبیتؑ کی جلالت قدر کے کس حد تک قائل ہیں اور وہ اس کو کہاں تک نظر اعتماد و اعتبار سے دیکھتے ہیں۔

(۱) عمر بن سعد بن ابی وقاص الزہری ھو فی نفسہ غیر متہم لکنہ باشر قتال الحسین علیہ السلام وفعل الافاعیل روی شعبۃ بن ابی اسحاق عن العیزار بن حریث عن عمر بن سعد فقام الیہ رجل فقال اما تخاف اللہ تروی عن عمر بن سعد فبکی وقال

(۱) عمر بن سعد بن ابی وقاص زہری اگرچہ فی نفسہ متہم نہیں ہے (یعنی روایت احادیث کے معاملہ میں اس پر کسی قسم کی تہمت وارد نہیں کی گئی ہے) لیکن امام حسینؑ کی جنگ کی اور بہت سے افعال اس سے سرزد ہوئے۔ ایک موقعہ پر شعبہ نے بسلسلۂ ابو اسحاق عمر بن سعد سے روایت نقل کی تو ایک شخص نے اٹھکر یہ کہا کیا تم

ؔ اس تابعی کا تذکرہ خالد بن عرفطہ صحابی کے تذکرہ کے ذیل میں گذر چکا ہے۔

Marfat.com

لا ابو داود وقال العجلی روی عنه الناس تابعی ثقة - (میزان جلد ۲ ص ۲۳۲)

خوف خدا نہیں ہے جو عمر بن سعد سے روایت کرتا ہے۔ اس کلام سے شعبہ رونے لگے اور کہا کہ آئندہ ایسا نہ کروں گا۔ عجلی نے کہا کہ لوگوں نے عمر بن سعد سے روایت کی ہے اور وہ تابعی ثقہ تھا۔

(۲) نیز تہذیب التہذیب میں ہے:

عمر بن سعد بن ابی وقاص الزهری ابو حفص المدنی سکن الکوفة روی عن ابیه وابی سعید الخدری وعنه ابنه ابراهیم وابن ابنه ابوبکر بن حفص بن عمر وابو اسحاق السبیعی والعیزار بن حریث ویزید بن ابی مریم وقتادة والزهری ویزید بن حبیب وغیرهم وهو تابعی ثقة وهو الذی قتل الحسین (جلد ۷ ص ۴۵۱)

(۲) عمر بن سعد بن ابی وقاص زہری اس کی کنیت ابو حفص تھی۔ اپنے باپ سعد بن ابی وقاص اور ابو سعید خدری سے روایت کرتا تھا اور اس سے ابراہیم اور اس کے پوتے ابوبکر بن حفص اور ابو اسحاق السبیعی اور عیزار بن حریث و یزید بن ابی مریم و قتادہ و زہری و یزید بن حبیب وغیرہم نے روایت کی ہے۔ وہ تابعی ثقہ تھا اور اسی نے حسینؑ کو قتل کیا۔"

معلوم ہوا کہ یہ اس قدر مقبول اور معتبر تابعی و صحابی زادہ ہے کہ بڑے بڑے تابعین و محدثین کی کثیر تعداد نے اس سے روایتیں لینے میں مطلق تردد نہیں کیا ہے اور اس کی جلالت قدر کے مقابلہ میں جرم قتل حسینؑ کو نہایت کم وزن و ناقابل اعتنا سمجھ کر اس کو ثقہ اور قابل اعتبار کہنے میں شرم و حیا کی کچھ بھی ضرورت محسوس نہیں کی ہے۔ اس سے پہلے عرض کیا گیا ہے۔ یہ مجتہد تابعی تخت و تاج بنی امیہ کا اعتقادی خیر اندیش اور وفادار تھا کہ حضرت مسلمؑ کے معاملہ میں گورنر کوفہ نعمان بن بشیر

Marfat.com

کی طرف سے آئندہ وسعت گیری کی پالیسی ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے اس نے یزید کے پاس ایک شکایت نامہ لکھکر یہ مشورہ دیا کہ اگر تجھے کوفہ پر حکومت کرنا مطلوب ہے تو گورنر کسی ایسے شخص کو بنانا چاہیئے جو تیری ہی طرح سخت گیر و تشدد پسند ہو۔ نیز یزید نے اپنے اوس فرمان میں جو اس خط کے پہونچنے کے بعد ابن زیاد کو لکھا تھا۔ عمر بن سعد کو بھی "متشیعتی" کا ممتاز خطاب عطا کیا۔ لہذا کسی صحیح الدماغ کو یہ خیال کیونکر ہو سکتا ہے کہ فوج کوفہ کا یہ قائد اعظم (جو تمام بداعمالیوں کا واحد ذمہ دار تھا۔ اور جو خیام حسینی کی جانب سب سے پہلے تیر اندازی کر کے فوج سے خطاب کرتا ہے کہ تم اس کے گواہ رہنا کہ سب سے پہلا تیر انداز میں ہوں۔ دیکھو طبری صہ ۲۴۳) کسی زمانہ میں بھی شیعوں کی جماعت میں داخل رہا ہوگا۔ کیا یہ حیرت انگیز ستم ظریفی نہیں ہے کہ جس شخص کو خود یزید اپنا بندۂ مخلص ظاہر کرتا ہے۔ اور "شیعہ باخلاص" کا خطاب دیرہا ہے اوسی کے ذمہ چند خوش فہم علمائے اہلسنت شیعہ علیؑ ہونے کا الزام عائد کر رہے ہیں۔ اور ان لوگوں نے تاریخ کی اس شہادت کی طرف سے اپنے ہوش و گوش کو بالکل معطل کر رکھا ہے کہ عمر بن سعد تو کیا اوس کے باپ سعد بن ابی وقاص کو بھی شیعہ علیؑ بننے کی توفیق کبھی نہیں ہوئی تھی۔

شمر بن ذی الجوشن :۔ حافظ ابن حجر کتاب اصابہ میں لکھتے ہیں۔ جلد ۱ صہ ۴۵

له حدیث عند ابی داؤد	"یعنی ذو الجوشن ضبابی سے امام ابوداؤد
من طریق ابی اسحاق منه	نے بذریعہ ابو اسحاق روایت حدیث کی ہے اور کہا جاتا
ویقال انه لم یسمع منه	کہ ابو اسحاق نے ان سے نہیں سنا بلکہ ان کی
وانما سمعه من ولده شمر	ان کی حدیث ان کے بیٹے شمر سے سنی ہے۔"

علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں۔ جلد ۲ صہ ۲۰۴

شمر بن ذی الجوشن ابو السابغة الضبابی یعنی شمر ذی الجوشن اپنے باپ سے روایت کرتا
عن ابیه وعنه ابو اسحاق السبیعی۔ تھا۔ اور اس سے ابو اسحاق سبیعی نے روایت کی ہے۔

شمر کی عزت افزائی اس سے زیادہ اور کیا ہوگی کہ ابو اسحاق السبیعی جو صحیح بخاری کے راوی ہیں اور امام بخاری سے صدق وامانت کی سند حاصل کر چکے ہیں۔ اس سے روایت کرتے ہیں۔ اور امام ابو داؤد بھی اوس سے روایت کو بسروچشم قبول کر کے سرمایۂ دین وایمان میں داخل کر لیتے ہیں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ

ان بزرگ کا شمار صحابہ کبار میں ہے انکے فضائل ومناقب کے بیان کیلئے کافی وقت درکار ہوگا۔ اور پھر تحصیل حاصل کے سوا کوئی ثمرہ ہاتھ نہ آئیگا۔ کیونکہ دنیا اسلام میں اس نجم فلک صحابیت وعدالت کی روشنی اس قدر پھیلی ہوئی ہے کہ وہ اپنے کمالات کی آپ دلیل بنگیا ہے۔ کسی کے تعارف کرانے کا بالکل محتاج نہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ آپ اعلیٰ درجہ کے صحابی تھے۔ اگر آپ کے مناقب اور کمالات کا اعتراف نہ کرکے جرح وقدح میں کچھ بھی لب کشائی کیجائے تو دین ومذہب سے اعتبار واعتماد کے اٹھ جانے میں کچھ دیر نہ لگے گی۔ لہذا میں پاس ادب صحبت رسول کرنے میں مولوی عبد الشکور صاحب کی پوری تقلید کرتے ہوئے فقط اتنا ہی کہنے پر اکتفا کردوں گا کہ ناظرین قاتلان حسین کی فہرست میں آپ کا نام نامی دیکھکر حیرت زدہ نہ ہوں۔ کیونکہ جناب امیر کی طرف سے آپ کا انحراف زبان زد خاص وعام ہے۔ جبتک حدیث طیر کے ادبھرے ہوئے حروف کی سیاہی کتب احادیث کے صفحات پر موجود رہے گی یہ حقیقت بھی دنیا پر روشن رہے گی کہ امیر المومنین پر آپ ایک خاص قسم کی نظر عنایت

Marfat.com

رکھتے تھے۔ اور ایک وہ وقت بھی آگیا تھا جس میں دعائے رسولؐ اور ان بزرگوار کے جذبات قوم پروری میں سخت کشمکش رونما ہوگئی تھی۔ اور امیر المومنینؑ کی حالت اس وقت اس سیارہ کی ہو رہی تھی جو دو متضاد قوتوں کے اثرات سے متاثر ہو کر ایک خاص محور پر گردش کرتا ہے۔ دعائے رسولؐ آپ کو خدا کا سب سے زیادہ محبوب بندہ قرار دیکر خدمت رسولؐ کی جانب کھینچ رہی تھی۔ اور انس بن مالک کے جذبات اوس کی پیہم زور مدافعت کر رہے تھے۔ غرض جناب امیرؑ نہ اپنے مقام پر ساکن رہ سکتے تھے۔ نہ خدمت رسولؐ میں باریابی کا موقع پاتے تھے۔ اسی طرح آسمان صحابیت کے اس چمکتے ستارے کی پیشانی کے شہرہ آفاق داغہائے سفید جن کی چمک دمک "نور علیٰ نور" کا دلکش و نظر فریب منظر دکھا رہی تھی۔ مہر صداقت و عدالت یا بغض و عداوت امیر المومنینؑ کے اعزازی تمغہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ جو امیر المومنینؑ کی بددعا کے بموجب بارگاہ سبحانی سے حدیث غدیر کا صاف انکار کر دینے کے صلہ میں عطا ہوا تھا جس کے بعد آپکی جبین پر نور میں ناصبیوں کے لئے ہزاروں بشارتیں تڑپنے لگی تھیں کہ اہل بیت رسولؐ کے معاملہ میں حق پوشی و ناحق کوشی شوق سے کرو روسیاہی کے عوض مُنہ اجالا ہی ہوتا رہے گا۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے یہ اُمید موہوم کسی عقلمند کے دل و دماغ میں کب جگہ پاسکتی ہے کہ یہ حضرت کسی وقت میں بھی خاندان رسالتؐ کے ہمدرد ثابت ہوئے ہوں گے۔ اگرچہ آپ نے دست و بازو سے وفاداری بنی اُمیہ کا کوئی حق بظاہر قتل فرزند رسولؐ میں ادا نہیں کیا۔ مگر آپ ایسے با اثر اور بلند مرتبہ بزرگان دین سے ارباب حکومت کو اخلاقی امداد و تائید کی جو اُمید ہو سکتی ہے اس کو حق بجانب ثابت کر دینے میں آپ نے مطلق کوتاہی نہیں کی۔ آپ نے دربار ابن زیاد میں یہ منظر

نہایت سکون و وقار سے مشاہدہ کیا کہ فرزند رسولؐ کا سر مطہر طشت میں ابن زیاد کے سامنے رکھا ہے اور وہ روسیاہ چھڑی سے بے ادبی کر رہا ہے۔ مگر شان وفاداری و حکومت پرستی یہ تھی کہ اوس کے خلاف ایک حرف شکایت اور ایک کلمہ احتجاج بھی منہ سے نہیں نکالا۔ سبحان اللہ کس قدر باحمیت اور حق شناس صحابی ہیں کہ خاندان رسالت کی بربادی اور توہین و تذلیل کے تمام ہولناک مناظر آنکھوں سے دیکھنا ٹھنڈے دل سے گوارا کرتے ہیں۔ مگر حکومت وقت سے ترک موالات تو درکنار اوس کے اعمال و حرکات پر معمولی نکتہ چینی بھی مقتضائے مروت و دیانت نہیں سمجھتے جن کو میری اس گذارش کی حقیقت میں کچھ شبہہ ہو وہ صحیح بخاری کی اس روایت کو دیکھ کر اطمینان کرلیں اور حضرت بن مالک رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے خیر اور پاس آداب صحبت سرور انبیاءؐ کا جو مناسب طریقہ سمجھ میں آئے اس کو آخر دم تک فراموش نہ فرمائیں

عن محمد بن انس بن مالک اتی عبید بن زیاد براس الحسینؑ فجعل فی طشت فجعل ینکت فقال فی حسنہ شیئا فقال انس کان اشبہم برسول اللہؐ

"محمد بن انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ جب امام حسینؑ کا سر مبارک ابن زیاد کے پاس لایا گیا تو ایک طشت میں رکھا گیا۔ اور وہ اوسے چھڑی سے چھیڑنے لگا اور کوئی بات آپ کے حسن کے بارے میں کہی۔ انس بن مالک نے اوس سے کہا کہ امام حسینؑ رسول خدا سے سب سے زیادہ مشابہ تھے"

حضرت انس بن مالک نے دربار ابن زیاد میں اس نازک موقع پر صدائے احتجاج بلند نہ کر کے صحابیت کے قالب میں دینی حمیت کی روح کے موجود ہونے کا ثبوت دیا۔ اس نے خود آپ کے مریدوں کو بھی غرق حیرت کر دیا ہے۔ چنانچہ علامہ عینی شرح

Marfat.com

صحیح بخاری میں رقمطراز ہیں۔ (جلد ۲ صفحہ ۶۵۷) منقول از رسالہ الآل والاصحاب۔

قال سبط ابن الجوزی اما کان لرسول اللہ علی الانس من الحقوق ان ینکر علی ابن زیاد ویقبح له ما فعله من قرع ثنایا الحسین بالقضیب

سبط ابن جوزی نے کہا کیا رسولؐ خدا کا انسؓ پر اتنا حق بھی نہ تھا کہ وہ ابن زیاد کے اس فعل پر اظہار ناپسندیگی اور مذمت کرتے؟

لہٰذا میرے قلم کی جنبش درحقیقت سبط ابن الجوزی کے اسی سوال کی ترجمانی کر رہی ہے جو خدا جانے کس حیرت کے عالم میں قلم سے نکل کر سرمۂ چشم بصیرت بنگیا ہے۔ اگر پاس ادب صحبت سرور انبیاؐ مانع نہ ہوتا تو اس سوال کا جواب اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ رسالتمابؐ کے حقوق ماضیہ پر ابن زیاد جیسے دلی نعمت کے حقوق حاضرہ کو از روئے عدالت و دیانت مقدم سمجھتے تھے۔ پھر اس کے کسی اسلام کش دغز لواز فعل پر اظہار ناراضی کیونکر فرماتے اور حق تو یہ ہے کہ جب کوئی شکایت اور ناراضی تھی ہی نہیں تو اظہار کیا کرتے۔

انس بن مالک کی اس معنی خیز خاموشی کے مقابلہ میں جس کے اسرار کی تحقیق کیلئے ان کے خاص عقیدتمندوں کے سوا روافض کے افکار و خیالات موزوں نہیں ہو سکتے۔ زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ اخلاقی جرأت بہت غنیمت سمجھی جا سکتی ہے کہ آپ ابن زیاد کے ہاتھوں فرزند رسولؐ کی توہین و تذلیل کا منظر زیادہ دیر تک صبر و سکون سے نہ دیکھ سکے اور بطور احتجاج چند ایسے کلمات کہہ گذرے جو اگر خدا توفیق دے تو طرفداران بنی امیہ کیلئے بہت کچھ سامان عبرت بہم پہنچا سکتے ہیں۔

مورخ ابن اثیر تاریخ کامل میں لکھتے ہیں۔ جلد ۴ صفحہ ۳۲

فجلس ابن زیاد واذن للناس فاحضرت الرؤس بین یدیه وھو ینکت بقضیب بین ثنیتیه

ابن زیاد دربار میں بیٹھا اور لوگوں کو حاضر ہونے کی اجازت دی پس شہداء کے سرہائے مبارک اس کے سامنے لائے گئے۔ اور وہ

ساعة فلما رآه زید بن الارقم لا یرفع قضیبه قال اعل هذا القضیب عن هاتین الثنیتین فوالذی لا اله غیره لقد رأیت شفتی رسول الله علی هاتین الشفتین یقبلهما ثم بکی فقال له ابن زیاد ابکی الله عینیک فوالله لولا انک شیخ قد خرفت وذهب عقلک لضربت عنقک فخرج وهو یقول انتم یا معشر العرب العبید بعد الیوم قتلتم ابن فاطمة وامرتم ابن مرجانة فهو یقتل خیارکم ویستعبد شرارکم فرضیتم بالذل فلعنة لمن رضی بالذل۔

کچھ دیر تک امام حسین علیہ السلام کے دندان مبارک کو چھڑی سے چھیڑتا رہا۔ جب زید بن ارقم نے دیکھا کہ وہ چھڑی کو نہیں اٹھاتا تو اس سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ ان دانتوں پر سے یہ چھڑی اٹھالے۔ قسم خدا کی میں نے دیکھا تھا حضرت رسولؐ کے لبہائے مبارک کو انھیں لبوں کو بوسہ دیتے ہوئے تھے۔ یہ کہکر زید بن ارقم رو پڑے۔ ابن زیاد نے ان سے خطاب کیا خدا تمھاری آنکھوں کو رلائے۔ بخدا اگر تم بڈھے خرف نہ ہوتے اور تمھاری عقل زائل نہ ہوگئی ہوتی تو میں تمھیں قتل کرادیتا۔ زید بن ارقم دربار سے باہر نکل آئے۔ اور یہ کہتے چلے گئے کہ اے قوم عرب! آج سے تم سب غلام ہوگئے تم نے ابن فاطمہؑ کو قتل کیا اور ابن مرجانہ کو حکومت وامارت دی۔ وہ تمھارے اچھے لوگوں کو قتل کرتا اور شریروں کو غلام بناتا ہے۔ تم اس ذلت پر راضی ہوگئے ہو۔ پس لعنت ہے ان لوگوں پر جو ذلت پر راضی ہوگئے ہیں۔

اگرچہ انس بن مالک کی شان وفاداری کو دیکھتے ہوئے زید بن ارقم کی یہ اخلاقی جرأت اور صاف گوئی قابل قدر ضرور ہے۔ پھر بھی یہ بات کہنے میں آسکتی ہے کہ

Marfat.com

جناب والا! اہل کوفہ نے بنی امیہ کے ہاتھوں متاع دین وایمان کا سودا کر کے دائمی ذلت وخواری کا جو سامان مہیا کر لیا وہ دراصل آپ ہی جیسے صحابہ کبار کی رفتار و کردار کا نتیجہ تھا۔ اگر آج سے پہلے آپ حضرات نے اپنی اخلاقی جرأت سے کام لیا ہوتا اور اپنے اوس غیر معمولی روحانی اثر واقتدار کو جس کا سکہ عوام کالانعام کے دلوں پر بیٹھا ہوا تھا۔ خاندان رسالت کو کمزور کرنے اور اوس کے دشمنوں کو امارت وحکومت کے منصب پر پہونچانے میں صرف نہ فرمایا ہوتا تو آج وہ منظر آنکھوں کے سامنے نہ ہوتا جس پر آپ خون کے آنسو بہا رہے ہیں۔ آپ نے اجماع وشوریٰ کے بل بوتے پر خاندان رسالت کی قعت و عظمت کو عامۃ الناس کی نگاہوں سے گرایا اور اوس کے دشمنوں سے سلسلۂ موالاۃ قائم کیا۔ آج سے پہلے ابن زیاد اور اس کے آقاؤں کے دربار میں حاضر باش رہکر نیازمندی اور وفاداری کا مظاہرہ فرمانے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ اور اون کے جملہ افعال کو رضامندی کی آنکھوں سے دیکھتے رہے۔ اور عقیدتمندی کے کانوں سے سنتے رہے۔ پھر اس کے تلخ ثمرات آپکی برہمی مزاج کا سبب ہو رہے ہیں۔ جب ابن زیاد نے فرزند رسولؐ کے خلاف نعرہ جنگ بلند کیا تھا۔ اسی وقت اگر آپنے ذرا جرأت وہمت سے کام لیکر اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی ہوتی، دربار کی روزمرہ حاضرباشی چھوڑ کر بیٹھے ہوتے تو یقین ہے کہ بے اثر نہ رہتی کیونکہ عوام کے جذبات وعقائد آپ کے دامن صحابیت سے تمامتر وابستہ تھے۔ اور اگر اہل کوفہ آپ کی بات نہ مانتے تو اتنا تو کر سکتے تھے کہ امام حسینؑ کے دوسروں جاں نثاروں کی طرح کوفہ سے نکلکر میدان کربلا میں آتے۔ حضرت کے سینہ سپر ہو جاتے۔ آخر اوس وقت بھی آپ کے سینوں میں دل تھے۔ اور دلوں میں ایمان وعرفان کی روشنی موجود تھی۔ پھر یہ کیوں ہوا کہ کوفہ سے انصار حسینؑ کی ایک معتد بہ تعداد

سخت ناکہ بندی اور محاصرہ کے باوجود خدمت باسعادت میں جاں نثاری کیلئے آپہنچے
آپ قدیم عادت کے بموجب امیر کوفہ ابن زیاد کے ایوان حکومت کا طواف کر کے غلامانہ
کا مظاہرہ فرماتے ہی رہے۔ دیکھئے عام حلقت پر جو آپ کا روحانی اثر قائم تھا اسی کی
امام حسینؑ اہل کوفہ سے فرما رہے تھے کہ میری شان میں جو احادیث نبوی وارد ہوئی ہیں
میرے بیان سے تمھیں ان کا یقین نہیں ہوتا تو زید بن ارقم اور انس بن مالک سے پوچھ
پھر اگر آپ حضرات اس موقع پر ہوتے اور حضرت کے کلام کی تصدیق فرماتے تو بھلا یہ
ممکن ہوتا کہ فرزند رسولؐ شہید ظلم وجفا اور خاندان رسالت مورد آفت و بلا ہو جاتے

صحابہ کی دین فروشی

خطا معاف! اک آپ کی ذات بابرکات نہ
اس میں تو شبہہ کا محل ہی باقی نہیں کہ آپ کی جماعت
کے دیگر معزز افراد اور ممتاز ارکان نے متاع دنیا اور چند روزہ جاہ ومنصب کے بدلے دین
کا سودا کرنے کی رسم قائم کی۔ آخر حتات بن یزید بن علقمہ بھی آپ ہی جماعت کے ایک ممتاز
جو معاویہ سے صاف ستھرے الفاظ میں درخواست کر رہے تھے کہ "اشترمنی دینی" یعنی
دین مجھ سے مول لے لو۔ (استیعاب ابن عبد البر جلد اول صفحہ ۱۵۴)

اسی طرح حضرت ابو موسیٰ اشعری آپ ہی کے گروہ کے ایک معزز ترین شیخ
تھے جو دربار معاویہ میں حاضر ہوتے اور "یا امین اللہ" کہکر سلام فدویانہ بجا
محض اس طمع میں کہ شاید حکومت کا کوئی عہدہ مل جائے۔

(کامل ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۵ - طبری جلد ۶ صفحہ ۱۸۵)

پھر اگر آپ کی جماعت کے اکھیں ہم خدا و ہم دنیا پرست حضرات کے
سے ادن کے سچے تابعین اور عوام الناس کے دل متاثر ہوئے اور انھوں نے انھیں

سیرت وسنت پر چلکر متاع جان و دل کے ساتھ ساتھ سرمایہ دین و ایمان کو بھی پامال و غارت قرار دے لیا تو کون سا نیا تصور کیا جو آپ کی زبان سے مستحق ملامت ٹھہرے دیکھئے جماعت صحابہ کی دنیا طلبی و زر پرستی آخر کار اس درجہ عیاں ہو کر رہی کہ امام فخرالدین رازی فدوی فاضل بھی تاویلوں اور سخن سازیوں سے تنگ آکر رافضیوں کے ہم خیال و ہم آواز ہوگئے اور تفسیر کبیر کے ایک ورق پر حسب ذیل بیان تا قیامت کیلئے سرچشمہ عبرت بنا گئے۔

صحابہ کی دنیا طلبی کا اعتراف امام رازی کے قلم سے

اذا عرفت هذا فنقول العرب كانوا قبل مقدم رسول الله طالبين للمال والجاه والمفاخرة وكانت محبتهم معللة بهذه العلة فلا جرم كانت تلك المحبة سريع الزوال وكانوا بادنى سبب يقعون في الحرب والفتن فلما جاء الرسول عليه السلام دعاهم الى عبادة الله تعالى والاعراض عن الدنيا والاقبال الى الآخرة زالت الخصومة والخشونة عنهم و صاروا اخوانا متوافقين ثم بعد وفاته عليه السلام لما انفتحت عليهم الدنيا التفتوا الى طلبها ثم ادوا

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ عرب حضرت رسالتمآب کی تشریف آوری سے پہلے مال وجاہ ومفاخرت کے طالب تھے۔ اور ان کی محبت و دوستی اسی کا نتیجہ ہوا کرتی تھی۔ اور اسی سبب سے وہ محبت و دوستی بہت جلد زوال پذیر ہو جایا کرتی تھی۔ اور زرا زرا سی باتوں پر لڑائیوں اور فتنوں میں پڑ جایا کرتے تھے۔ مگر جب آنحضرت آئے اور انکو خدا کی پرستش اور دنیا سے روگردانی اور آخرت کی جانب توجہ کی دعوت دی تو ان سے خصومت اور درشتی جاتی رہی۔ سب کے سب آپس میں ملے جلے بھائی بن گئے۔ پھر حضرت کی وفات کے بعد جب دنیا کے دروازے ان پر کھل گئے

Marfat.com

الی المحاربة بعضہم بعضا و مقاتلہ بعضہم مع بعض۔

(تفسیر کبیر)

اور وہ دنیا طلبی کیجانب متوجہ ہوئے تو باہم جنگ وجدال کیطرف لوٹ گئے۔ آپس میں لڑائیاں ٹھن گئیں۔

علی ہذا القیاس محدث دہلوی شاہ عبدالحق بھی شرح مشکوٰۃ میں اُن احادیث حوض کی شرح میں لکھتے ہوئے جنمیں ارتداد صحابہ کی پیشین گوئی کیگئی ہے اور اس ارتداد کا انجام مذکور ہے کھلم کھلا وہ ناگفتہ بہ باتیں لکھ گئے جن کو رافضی بھی کہتے تو ہیں مگر اس طرح علانیہ نہیں کہتے۔ تبارک صاحب کا بصیرت افروز ارشاد یہ ہے

محدث دہلوی کی گہر فشانی ۔ صحابہ مرتد ہوگئے۔ آخر کیوں ؟ اس لئے کہ مبتلائے دنیا طلبی ہوکر نہ اہلبیت کے حقوق ادا کئے اور نہ ان کا ادب کیا

مراد بردت رجوع از دین مسلمانی نیست بلکہ خروج از حد استقامت در بعض حقوق و صلاح شریعت در بعض امور و رجوع از مرتبہ حسن اخلاق و صدق نیت ۔ و تقصیر در بعض حقوق و رعایت اہلبیتؑ مراد ب بانیشاں بجہت ابتلا بدنیا و فتنہ چہ آنحضرتؐ فرمودہ بود کہ من نمی ترسم بر شما کفر را و بت پرستی را لیکن می ترسم

"ارتداد" سے دین اسلام سے نکل جانا مراد نہیں ہے۔ بلکہ دنیا اور اس کے فتنوں میں پڑ کر باہر ہو جانا حد استقامت سے بعض حقوق میں اور صلاح باطن سے بعض امور میں۔ اور لوٹ جانا مرتبہ حسن و اخلاق و صدق نیت سے اور بعض حقوق اہلبیت اور ان کے پاس ادب میں کوتاہی کرنا مراد ہے۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ میں تمھاری طرف کفر و بت پرستی میں پڑ جانیکا

از مداخلت دنیا و آفات آں کذا قالوا
انتہی (شرح مشکوٰۃ جلد ۲)
منقول از فلک النجاۃ حصہ اول ص۱۲۷)

خوف تو نہیں رکھتا مگر اس سے ڈرتا
ہوں کہ دنیا اور آفات دنیا کی مداخلت
ہو جائیگی۔"

امام رازی اور محدث دہلوی کے ان بیانات کو چشم بصیرت سے دیکھو اور پھر فیصلہ کرلو کہ ان حضرات نے جو کھری کھری باتیں سنائی ہیں وہ سراسر شیعی عقائد و خیالات کے مطابق ہیں یا نہیں؟ جب ایسے ایسے آئمہ دین و ارکان ملت اس خیال کے اظہار سے ثواب دارین حاصل کرتے ہیں کہ مرور ایام سے صحابہ کی روحانی کیفیات میں انقلاب ہوگیا تھا۔ دنیا سے نفرت آخرت کی طلب جیسی عہد رسالت میں تھی بعد میں نہیں رہ گئی تھی۔ مبتلائے دنیا طلبی ہوجانے کی وجہ سے صلاح باطن، حسن اخلاق، صدق نیت بغرض تمام اگلے اوصاف جو مدار تدین تھے ایک ایک کرکے رخصت ہوچکے تھے۔ اور یہ کہ انھوں نے حقوق اہلبیتؑ کی رعایت اور ان کا ادب کرنے میں تقصیر کی لہٰذا "مرتد" ٹھہرے۔ پھر بتاؤ کہ اگر یہی باتیں غریب رافضی سال میں ایک بار نوپس بربیع الاول۔ کی مخصوص صحبتوں میں کہہ لیا کرتے ہیں تو ان سے ناراض و دل گرفتہ ہونے کا کیا سبب اور نفرت و بیزاری کس لئے؟ الحمدللہ کہ آئمہ اہلسنت کے محققانہ خیالات و افکار کی گردش اوسی نقطہ تک جاکر ختم ہوئی جو عقائد روافض کا مرکز ہے۔ ان بزرگان دین کو جو کچھ کہنا تھا کہہ گئے اور ارتداد صحابہ کی حقیقت اون کے بیانات سے بے نقاب ہوچکی۔ اب مولوی عبدالشکور صاحب پاس ادب و محبت سرورِ انبیاءؐ فرمایا کریں۔

Marfat.com

شیعوں کو مولوی عبدالشکور صاحب وغیرہ کا ممنون ہونا چاہیئے کہ ان کی غیر ضروری چھیڑ چھاڑ کی بدولت قاتلان حسینؑ کی مذہبی حیثیت اور دینی حالت نکھر کے دنیا کے سامنے آگئی۔ اور واضح ہو گیا کہ جس نام نہاد تشیع کی نسبت ان کی طرف کتب تواریخ و سیر میں دی گئی ہے وہ دراصل تسنن ہی کا دوسرا نام ہے۔ محض اشتراک لفظ کیوجہ سے جہلائے امت کو گرفتار دام فریب بنا دینے کی کوشش کیجا رہی ہے۔ اس رسالہ میں جو حقائق دنیا کے سامنے پیش کئے گئے وہ اس طلسم فریب کو توڑ دینے کیلئے کافی ثابت ہوں گے۔ انشاء اللہ المستعان والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

تمام شد

Marfat.com

159

قاتلانِ حسینؑ کی گرفتاری

مؤلفہ

علامہ سید محمد رضی صاحب قبلہ زنگی پوری

Marfat.com